قرآن کے مختلف موضوعات پر مصر کے عالم دین علامہ رشید رضا کے لیکچرز

قرآنی لیکچرز

علامہ رشید رضا

www.KitaboSunnat.com

البلاغ پبلی کیشنز
N-1، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قرآنی لیکچرز

علامہ رشید رضا

www.KitaboSunnat.com

البلاغ پبلی کیشنز
N-1 ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

© البلاغ پبلیکیشنز

اشاعت : دسمبر 2010

ناشر :البلاغ پبلیکیشنز N-1، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵

قیمت :۱۲۰روپے

Name of Book : Qurani Lectures

Author : Allama Rasheed Raza

Published by : Al-Balagh Publications
Flat No.10, N-1, Abul Fazl Encalve
Jamia Nagar, New Delhi-110025
Phone: 011-26942592
E-mail: abpublications@gmail.com

Price: Rs.120.00

ISBN : 978-81-910757-3-1

LIBRARY
Lahore Islamic Univ...
Book No. 2025
... Town Lahore

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبر شمار		صفحہ نمبر
-1	حقیقت دین	5
-2	قرآن کا کارنامہ	7
-3	نبوت قرآن کی روشنی میں	36
-4	حقیقت اسلام	88
-5	مسئلہ وحدت انسانی اور قرآنی	118
-6	اسلام اور شخصی پابندیاں	127
-7	قرآن کا سیاسی نظام	133
-8	قرآن اور مالی اصلاحات	145
-9	اسلام کا جنگی نظام	170
-10	اسلام اور عورتوں کے حقوق	186
-11	اسلام اور غلاموں کی آزادی	198

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت دین

دین کے بنیادی اصول تین ہیں۔ ان ہی اصولوں کی تمام دنیا کے پیغمبروں نے دعوت دی ہے اور ان ہی اصولوں پر نوع انسان کی بہتری ''بھلائی'' کامیابی اور نجات موقوف ہے۔ قرآن نے ان اصولوں کی طرف تمام اولاد آدم کو اس طرح دعوت دی ہے۔

اِنَّ الذین آمنو وَالّذِیْنَ ھَادُوا والنصٰرٰی و الصّابِئِینَ مَن آمَنَ باللّٰہِ وَالْیَومِ الْاٰخر و عمل صالحاً فلھم اجر ھُم عِند ربّھم وَلا خوف'' علیھم و لا ھم یحزنون (پ ا، رکوع ۸)

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور جولوگ یہودی بنے اور جولوگ نصاریٰ اور صائبین ہوئے، ان میں سے جو بھی خدا پر ایمان لائیں۔ یوم قیامت پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، تو ان کا ثواب خدا کے پاس ہے۔ ان کے لیے کوئی ڈر نہیں ہوگا اور کوئی غمگینی نہیں ہوگی۔

آپ کے سامنے ان ہی تین اصولوں (خدا پر ایمان لانا، یوم قیامت پر ایمان لانا اور نیک عمل کرنا) کی حقیقت مختصراً پیش کی جائے گی اور واضح کیا جائے گا کہ قرآن پاک نے ان اصولوں کے متعلق جو روشنی پیدا کی ہے، وہ اس قدر کامل اور جامع ہے کہ تمام مذاہب کی کتابیں اس کا نمونہ پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ اس مختصر مضمون سے کئی غلط خیالات اور گمراہ کرنے والے عقائد کی اصطلاح بھی ہو جائے گی۔ جو مختلف نبیوں کی امتوں میں خواہشات نفسانی کی پیروی سے یا رسم ورواج کی غلامی سے یا قبیلہ و خاندان کی تقلید سے پیدا ہو گئے۔ چونکہ زیر بحث اصولوں کے وجود کا ان اقوام میں بھی پتہ چلتا ہے، جو صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہیں۔ جیسے قدیم مصری اور کلدانی یا ابھی تک موجود ہیں۔ جیسے ہندو، مجوسی اور چینی لہٰذا ہم ان اقوام کے سامنے یہ روشن حقیقت رکھنا چاہتے ہیں کہ آج جن اصولوں پر ان کے مذاہب کی بنیاد ہے یہ وہ اصول نہیں ہیں جنہیں خدا نے بھیجا تھا اور جو ان کے بزرگوں میں رائج تھے۔ ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ ان اقوام میں جو دین آج رائج ہے اس سے ان کے اعمال، اخلاق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور روحانیت کی اصلاح ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اور یہ کہ آج صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس کی سچائی پر عقل و نقل کا اتفاق ہوسکتا ہے اور جو انسان کی جملہ ضروریات میں ہدایت کی روشنی عطا فرما سکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم دین کے بنیادی اصول (اللہ پر ایمان لانا) کے متعلق قرآن کا کارنامہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

دین کی پہلی اصل۔ ایمان باللہ
یہود و نصاریٰ کی گمراہی

دین کا پہلا عقیدہ نہایت اہم اصل اور سب سے ضروری رکن، خدا پر ایمان لانا ہے۔ لیکن دنیا بھر کی قومیں اسی اصل میں صحیح راستے سے دور جا پڑیں، حتی کہ وہ قومیں بھی دور جا پڑیں، جو پیغمبروں کے زمانہ ہدایت سے قریب تھیں، مثلاً یہودی، اگرچہ یہ لوگ عقیدہ توحید کے مدعی ہوئے، مگر انہوں نے خدا میں انسانوں جیسی صفات کو تسلیم کرلیا اور وہ اس امر کو بالکل بھول گئے کہ خدا کو انسانی عادات و جذبات اور بشری کمزوریوں سے پاک ہونا چاہیے۔ یہودی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا انسان کو پیدا کرکے شرمندہ ہوا یا پچھتایا کیونکہ اسے معلوم نہ تھا کہ انسان بالکل خدا کی یا دوسرے معبودوں کی مانند بن جائے گا۔ اسی طرح ان کا یہ بھی خیال ہے کہ خدا انسانی شکل میں ظاہر ہوا، پھر اسرائیل سے اس کی کشتی ہوئی اور وہ اسرائیل کی گرفت سے اس وقت تک آزاد نہ ہوسکا، جب تک کہ اس نے اسرائیل کو برکت نہ دی، ان فاسد اور غلط خیالات کے علاوہ یہودیوں نے بعل اور دوسرے بتوں کی پرستش بھی شروع کردی۔

عیسائیوں نے قسطنطین کے زمانہ میں پرانی بت پرستی کو پھر زندہ کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو رب قرار دیا، ولیوں اور بزرگوں کی پرستش شروع کی اور تمام دنیا میں شرک کا طوفان پھیلا دیا۔ چنانچہ آج ان کے گرجے بت پرستوں کے مندروں کی طرح مختلف تصویروں سے آراستہ نظر آتے ہیں۔ علاوہ بریں ان میں تثلیث، صلیب اور فدیہ کے عقائد کا رواج ہوا اور یہی عقائد حاصل مذہب اور مجموعہ دین قرار پاگئے، حالانکہ یہ چیزیں ان کے دین کی بنیاد نہ تھیں۔ آپ دیکھیں کہ عقیدہ تثلیث کے لغو فلسفہ کی اشاعت میں عیسائی دنیا آج کتنی سرگرم ہے؟ بڑے بڑے بادشاہ اس کے پھیلانے میں مصروف ہیں۔ لاکھوں روپے اس راہ میں صرف کئے جارہے ہیں۔ بچوں کے دلوں میں ابتدا ہی سے عقیدہ تثلیث کو اس طرح بٹھا دیا جاتا ہے کہ وہ بڑے ہوکر کسی صحیح دلیل کو نہ مانیں اور کسی معقول بات کو تسلیم نہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا کارنامہ

آپ انکار نہیں کر سکتے کہ قرآن پاک نے بت پرستی کے ان تمام حلقوں کو جو دماغ میں قائم ہو چکے تھے، ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی روشنی نے شرک کی تاریکیوں کو دور کر دیا ہے۔ جو دلوں پر چھائی ہوئی تھیں۔ اس کی تعلیم توحید نے غلط عقائد اور گمراہ کرنے والے خیالات کو مٹا کر دنیا کے سامنے خدا کا صحیح نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اب دیکھئے کہ قرآن نے یہ کارنامہ کس کس طرح انجام دیا ہے؟ کس کس طرح دماغ کو گھیرا ہے اور خدا کی طرف متوجہ کیا ہے؟

ظاہر ہے کہ اتنا زبردست کارنامہ چند دلائل کے مرتب کر دینے سے انجام نہیں پا سکتا تھا۔ اس کام کے لیے ضروری تھا کہ ایک ایک کر کے تمام شبہات کو زائل کیا جاتا، مختلف طریقوں سے عقلی و عملی دلائل کی تفصیل بیان کی جاتی اور عملی طور پر یہ نقش ہر ایک کے دل پر بٹھا دیا جاتا۔ یہی سبب ہے کہ قرآن پاک میں عجیب عجیب انداز سے اور نہایت موثر طریقوں اور مثالوں سے مسئلہ توحید کا بار بار ذکر کیا گیا ہے، بلکہ اسی مسئلہ کو سب سے زیادہ دہرایا گیا ہے۔ مثلاً بہت سی آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا اپنی ذات و صفات میں یکتا و حاکم ہے۔ اس کے ماسوا سب اس کے بندے اور تابع ہیں اس کے مقابلہ میں نہ کوئی طاقت فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ ضرر دے سکتی ہے۔

پھر متعدد مقامات پر ذکر ہے کہ وہی اس دنیا کا پیدا کرنے والا، نظام عالم کا قائم رکھنے والا، تدبیر کرنے والا، قوانین و احکام بھیجنے والا، لیکن ان مضامین سے صرف یہ مقصود نہیں ہے کہ جو لوگ خدا کو بے کار اور معطل سمجھتے ہیں یا خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں، ان کو خدا کی پروردگاری اور قدرت کا قائل کیا جائے، بلکہ ان مضامین کا اکثر حصہ ان لوگوں کی بے عقلی اور گمراہی کو آشکار کرنے پر خرچ کیا گیا ہے جو خدا کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں اور ان سے اپنی حاجت براری کی دعائیں مانگتے ہیں۔ پھر دور دراز مقامات پر جا کر بتوں وغیرہ پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ان کے وسیلہ سے خدا کا تقرب ڈھونڈتے ہیں یا ان کو اپنا حاجت روا قرار دیتے ہیں۔ آج جس چیز نے ضعیف العقل لوگوں کے عقائد کو بہت زیادہ فاسد کر رکھا ہے وہ یہی ہے کہ لوگوں نے اپنی ضروریات، محتاجی، تنگی اور مصیبت و بلا میں خدا کو چھوڑ کر مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ طرح طرح کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توہمات اور خرافات اور کئی قسم کی غلامیاں آ آ کر مذہب میں شامل ہوگئی ہیں اور بے شمار لوگ دنیاوی تجربات کے صریح خلاف کئی قسم کی کمزور باتوں پر بھی یقین کرنے لگے ہیں۔

چند سال پیشتر سردی کے موسم میں جب نہایت سخت جاڑا پڑا تھا اور مختلف مقامات سے اولوں کے گرنے کی خبریں ملیں تو مصر میں اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ چونکہ مصر میں فلاں فلاں بزرگوں کے مزارات ہیں، اس لیے وہ ژالہ باری سے محفوظ رہے۔

اسی طرح ہندوستان میں جب بڑا سخت زلزلہ آیا، جس میں بے شمار مکانات منہدم ہوگئے اور بعض مندر اور شوالے محفوظ رہ گئے تو بت پرستوں نے اس کی یہ وجہ بیان کی کہ خدا ان بتوں کی عبادت سے خوش ہے اور چونکہ وہ ان کی یادگار باقی رکھنا چاہتا ہے اس لیے انہیں نقصان سے بچالیا گیا ہے۔ لیجئے توہم اور جہالت کی حد ہوگئی۔ اگر کوئی عمارت مضبوط اور پائیداری کی وجہ سے زلزلے میں نہیں گری، تو اسے بھی عام لوگ کرامت خیال کرنے لگ جاتے ہیں، حالانکہ آج بھی سینکڑوں ایسی عمارتیں موجود ہیں جو ہزاروں انقلابات کے بعد بھی محض اپنی استواری اور مضبوطی کی وجہ سے قائم و باقی ہیں۔

دعائیہ آیات کے ذریعہ توجہ الی اللہ

قرآن میں دعا کے متعلق نہایت ہی کثرت سے آیات آئی ہیں تاکہ انسان کا دل خدا کی طرف متوجہ ہوجائے۔ اس سلسلے میں بہت سی آیتیں وہ ہیں جن میں ایک خدا سے دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بہت سی آیات میں غیر اللہ سے دعا مانگنے کی بالکل ممانعت کی گئی ہے۔ کہیں دعا کے ساتھ ساتھ شرک کے رد اور توحید کے ثبوت پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ کہیں شرک کی برائی اور توحید کی خوبی نہایت موثر مثالوں سے سمجھائی گئی ہے۔ کہیں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کے ماسوا دوسری طاقتوں سے دعا کرنا نہ مفید ہے اور نہ مقبول۔ اور یہ کہ آدمی خدا کے ماسوا جس کو پکارتا ہے اسی کا بندہ بن جاتا ہے۔ کہیں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کائنات کی بڑی بڑی شخصیتیں مثلاً فرشتے اور پیغمبر صرف خدا ہی کو پکارتے ہیں۔ اور اس کی بارگاہ میں نیک عملوں کو اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ کہیں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں جن لوگوں نے غیر طاقتوں کو خدا کا شریک بنایا تھا، قیامت کے دن یہ غیر طاقتیں ان لوگوں سے بے زاری ظاہر کردیں گی۔ غرض یہ کہ قرآن میں ایسی آیتیں نہایت کثرت سے آئی ہیں جن میں اسی ایک حقیقت کو کئی طریقوں سے بار بار ذہن نشین کرایا گیا ہے اور جن کی تلخیص کی بھی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں ایک خدا سے دعا مانگنے کی آیتیں کیوں اس کثرت سے آئی ہیں؟ اس لیے کہ دعا عبادت کی روح ہے، بلکہ اصل عبادت و فطری بندگی، دعا ہی ہے۔ باقی جو مقررہ عبادتیں ہیں، وہ صرف اس لیے ہیں تا کہ دعا میں خلوص پیدا ہو اور انسان پوری پوری توجہ سے اور سب سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو کر ایک خدا کو پکار سکے اور خدا کی عبادت کا طریقہ انسانی راؤں کے دخل سے محفوظ رہے اور اس میں کسی قسم کی ہوا پرستی اور خواہش بھی دخل نہ پا سکے۔

اسماء الٰہی کے ذریعے توجہ الی اللہ

پھر ایک اور طریقے سے بھی قرآن نے انسانوں کو خدا کی طرف متوجہ کیا ہے۔ یہ طریقہ خدا کے ناموں اور خدا کی حمد و ثنا کے بیان کا طریقہ ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ قرآن حکیم کے اوراق ایسی آیات سے لبریز ہیں جو انسان کے دل میں توحید کے جذبات کی پرورش کرتی ہیں۔ خدا پرستوں کو معرفت الٰہی کے مختلف درجوں پر پہنچاتی ہیں، اور دلوں میں خدا کی محبت کا جوش اور عبادت کا ولولہ پیدا کرتی ہیں آپ قرآن میں ایک عجیب بات دیکھیں گے اور وہ یہ کہ قرآن اسلامی شریعت کے مختلف حکموں مثلاً نکاح و طلاق، وراثت تقسیم مال، جہاد، قرض اور تجارت وغیرہ کے ساتھ ساتھ نہایت ہی عجیب و غریب شان کے ساتھ خدا تعالیٰ کے اسماء و صفات کا بھی ذکر کرتا جاتا ہے۔ پھر اس نے جہاں دنیا کی پیدائش کا، نظام کائنات کا، انسانی فطرت کا اور نظام تمدن و معاشرت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی خدا کے مختلف ناموں کو بھی نہایت خوبی کے ساتھ ملا جلا دیا ہے۔ اس طرح کہ عام مباحث کے ساتھ ساتھ ہر جگہ صفات الٰہی مثلاً علم و قدرت، ارادہ و مشیت، علم و عفو، مغفرت اور رحمت اور محبت و رضا کی شان بھی نمایاں ہوتی چلی گئی ہے۔ قرآن کا انداز بیان یہ ہے کہ وہ مختلف قصے یا شرعی احکام بیان کرتا ہے اور خاص خاص مواقع سے فائدہ اٹھا کر دوران بحث ہی انسان کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تم خدا پر بھروسہ کرو، اس کے قہر و غضب سے ڈرو، اسی کی رحمت و عنایت کی امید رکھو۔ اگرچہ قرآن میں بے شمار مباحث و مضامین بھرے ہوئے ہیں۔ مگر تمام قرآن کی مجموعی صورت ایسی بن گئی ہے کہ گویا سارا قرآن خدا کی حمد و تعریف ہی کا مجموعہ ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن اپنی ہر ایک بحث میں اعلیٰ روحوں کو خدا کے کمال مطلق اور اس میں فنا ہو جانے کی طرف جذب کرتا چلا جاتا ہے اور یہ انتہا ہے کہ جہاں بھی قرآن پڑھا جائے گا۔ اس سے ایک ہی نتیجہ ظاہر ہوگا، یعنی یہ کہ وہ انسان کی جملہ خواہشات و جذبات کو مٹا کر اور اسے تمام دنیا سے بے نیاز کر کے صرف ایک خدا کا بندہ اور نیاز مند بنا دیتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ حدید کی ابتدائی آیات پڑھو اور دیکھو کہ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات کس جوش کے ساتھ انسان کو خدا کی طرف جذب کر رہی ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

سبح اللّٰہِ مافی السمٰوٰتِ والارض و ھوا العزیز الحکیم. لہٗ ملک السموات والارض یُحیی و یُمیتُ وھو علیٰ کل شیّ قدیر. ھوالاولُ والاٰخِرو ظاھر والباطنُ وھو بکل شیّ علیم"۔

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خدا کی پاکی بیان کر رہی ہے اور وہی غالب اور حکیم ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہی ہے، وہی مارتا ہے، وہی زندہ کرتا ہے، وہی ہر شے پر قادر ہے، وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور ہر چیز کا علم وہی رکھتا ہے۔

پھر سورۃ حشر کی آخری آیات کو بھی دیکھو۔

ھواللّٰہ الذی لا الٰہَ اِلّا ھو عالم الغیبِ و الشّھادۃِ ھو الرحمٰن الرحیم ھو اللّٰہ الّذی لا الٰہَ ھو المِلکُ القدوسِ السلامُ المومنُ المھیمنُ العزیزُ الجبّارَالمتکبر سبحانَ اللّٰہِ عمّا یشرکون. ھو اللّٰہ الخالق البارئُ المصّور لہٗ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہٗ ما فی السمٰوٰتِ والاضِ و ھو العزیز الحکیم.

ترجمہ: وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ تمام پوشیدہ و ظاہر باتوں کو جاننے والا ہے، رحمٰن ہے رحیم ہے، وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہِ پاک ذات، تمام عیبوں سے پاک، امن دینے والا، پناہ میں لینے والا، زبردست، غالب اور صاحب عظمت ہے۔ لوگ جن باتوں میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، وہ اس سے پاک ہے، وہی اللہ ہے۔ خالق ہے، موجد ہے، مصّور ہے تمام عمدہ عمدہ نام اسی کے لیے مخصوص ہیں۔ آسمانوں اور زمینوں میں جتنی بھی چیزیں ہیں، وہ سب اس کی پاکی بیان کرتی ہیں، وہ زبردست حکمت والا ہے۔

آیات توحید کے نتائج

قرآن نے خدا تعالیٰ کے جو اس قدر اثر انگیز نام رکھے اور بار بار ان کا ذکر کیا، تو بس یہی وہ چیز ہے، جس سے دلوں میں خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ انسانی قلوب سے روحانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے چشمے جاری ہوتے ہیں، عقلوں پر معرفت خداوندی کے انوار چمکتے ہیں۔ جن خدا پرست ولیوں اور ربانی اماموں نے ذکر خدا اور تلاوت قرآن کی کثرت کی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوکر معرفت خداوندی اور اسرار عالم پر بڑی بڑی کتابیں لکھ ڈالیں۔ اور ایسے ایسے عجیب قصائد لکھے جو خدا کے عشق و محبت سے لبریز ہیں۔ قرآن مجید نے جو ہر وقت ہر ساعت، اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ذکر خدا کی تلقین کی ہے۔ تو اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ خدا کی ذات وصفات کا اثر انسان کے تمام افعال اور حرکات وسکنات پر چھا جائے اور وہ اسی اثر کی وجہ سے، شر و باطل اور گمراہی و بدکاری سے کٹ کر سچائی اور پاک بازی پر قائم ہو جائے۔ کیونکہ کثرت ذکر پر بہرحال یہ ثمرہ ضرور مرتب ہوتا ہے۔ انسان پر خدا کی رحمتوں اور فرشتوں کی دعاؤں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ اور وہ تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آ جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کا خود ارشاد ہے۔

> یا ایھا الذین امنوا ذکر اللّٰہ ذکراً کثیراً و سبّحوہ بکرۃً وّ اصیلاً
> ھو الذی یصلی علیکم وملئکۃ لیخرجکم مِنَ الظلمات الی النور
> وکان بالمومنین رحیما.
>
> ترجمہ: اے اہل ایمان! کثرت سے خدا کا ذکر کیا کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتے رہو کہ وہ تمہارے اوپر رحمت نازل کرتا ہے۔ اور اس کے فرشتے دعا کرتے ہیں تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ وہ ایمان داروں پر رحیم ہے۔

اسمائے الٰہیہ کی تکرار جسے قرآن پاک کے انداز بیان نے نہایت ہی مقبول اور دلکش بنادیا، اسی کا اہل عرب پر یہ اثر ہوا کہ ان کی عقلیں اوہام وخرافات سے پاک ہوگئیں۔ ان کے دل بت پرستی کی نجاست سے صاف ہوگئے۔ ان کے سینوں سے اعلیٰ اخلاق اور بلند کمالات کے چشمے جاری ہوگئے۔ اسی طرح وہ عربی قومیں جن کی آنکھیں، قرآن کے نور سے روشن ہوئیں اور جنھوں نے قرآن کی آیات میں غور وتدبر کیا، وہ بھی اعمال واخلاق کے بلند درجوں پر جا پہنچیں۔

قرآن کیوں اور کس طرح چھوٹا؟

لیکن جب سے یہ امت مسلمہ قرآنی زبان کے علم سے بے خبر ہونے لگی اور جب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے اللہ کی کتاب پر غور کرنا کم کر دیا اور اپنے عقائد اور اخلاق کی بنیادیں انسانوں کی تصنیف کی ہوئی کتابوں پر رکھ دیں اور جب سے عقائد کے لیے فن کلام کی کتابیں کافی سمجھی جانے لگیں۔ اور عبادات و معاملات کے لیے بعض خشک فقہی کتابوں تک نظریں محدود ہو کر رہ گئیں اور پھر جب سے تزکیہ نفس اور درستگی اخلاق کے لیے بزرگوں کے بتائے ہوئے ورد اور وظیفوں پر قناعت ہونے لگی، بس اسی وقت سے اکثر مسلمانوں میں جذبہ توحید کمزور ہو گیا۔ دلوں پر شرک اصغر اور شرک اکبر کی گھٹائیں چھا گئیں اور قریباً قوم کی قوم اپنے اعتقاد و عمل میں اور تاویلیں اور کج بحثیاں کرنے میں اپنے سے پہلی اقوام یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چل پڑی۔ یہ انتہا ہے کہ عوام تو عوام، اکثر مدعیان علم نے بھی توحید کی صاف اور سیدھی آیات میں اپنے خود ساختہ نظریات، شبہات اور خواہشات کے مطابق تاویلیں شروع کر دیں اور علم قرآن کو نہایت کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنت الٰہی کے مطابق مسلمانوں پر طرح طرح کے عذاب مسلط ہو گئے، جن سے آج ہر شخص واقف اور آگاہ ہے۔

اس کے علاوہ بعض علمائے کرام نے بحثوں اور مناظروں میں پورا اترنے کے لیے صفات خداوندی کی تاویلیں شروع کر دیں، دوسری طرف بعض صوفیاء نے حد سے زیادہ مبالغہ کیا، یہاں تک کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اسباب کی تاثیر سے بھی انکار کر دیا۔ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ انسان مجبور محض ہے، اسے کسی کام پر بھی قدرت اور اختیار نہیں ہے۔ بعض صوفیاء اس کے قائل ہو گئے کہ خدا اور بندوں کا وجود ایک ہی ہے اور اس میں کوئی فرق اور علیحدگی نہیں ہے۔ متقدمین جو کچھ کہتے تھے، اپنی عقل یا مجاہدات یا کشف و وجدان کی رہنمائی میں کہتے تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ قرآن کے سمجھنے کے لیے لغت اور آثار سلف پر بھی اعتماد کرتے تھے لیکن ان کے بعد جو اندھے مقلدوں کا گروہ پیدا ہوا تو نہ انہیں فہم قرآن کا ملکہ تھا نہ دلائل سے ان کا تعلق تھا اور نہ ان کو کشف و وجدان سے کوئی حصہ ملا تھا۔ ان کے سامنے محض یہ تھا کہ عوام کو گرویدہ کر لیں اور ان کے مذاق کی پیروی کرتے جائیں۔ اس جماعت نے قرآن پاک میں ایسی رکیک تاویلیں کیں، جیسے کہ وہ اپنے ہم عصر جاہلوں مصنفوں کی کتابوں سے پڑھا کرتے تھے۔ کاش! یہ لوگ توحید الٰہی کی سب سے مختصر سورت، سورۃ اخلاص ہی کو سمجھ لیتے تو ہرگز اس شرک میں گرفتار نہ ہوتے۔

عقیدۂ توحید کی برکت

قرآن پاک نے جس عقیدہ کی دعوت دی ہے، وہ انسان کے لیے ہر قسم کے کمالات و فضائل اور شرافت و بزرگی کا سرچشمہ ہے۔ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے انسان اپنی عقلی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحانی اور تمدنی ترقیوں تک پہنچ سکتا ہے۔ یورپ کے اکثر محققین لکھتے ہیں کہ اسلام کا عقیدہ توحید ایک سیدھا سادھا عقیدہ ہے جو عقل و فکر کے بالکل مطابق ہے۔ اس لیے تمام قوموں نے اسے قبول کرنا شروع کر دیا اور عیسائیت کو اسلام کے مقابلے میں شکست اٹھانی پڑی، صحابہ کرام کے زمانے میں یہی خدا کی توحید، خدا کی محبت اور خدا کی ذات پر اعتماد و توکل کے جذبات تھے، جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں کو ہر ایک خوف اور طمع کی آلائش سے پاک کر دیا تھا، ان کی ہمتیں بلند کر دی تھیں، ان میں خودداری اور بہادری کا جوہر پیدا کر دیا تھا، ان کے دلوں کو حق و انصاف پر ثابت قدم کر دیا تھا۔ یہ خدا کی ذات اور خدا کے احکام پر قانع ہو جانے ہی کی برکت تھی کہ انہوں نے سینکڑوں سلطنتیں فتح کیں، قوموں پر حکمرانی کی، انسانوں کو کاہنوں، راہبوں، پادریوں اور پروہتوں کی غلامی سے چھڑایا، ظالم بادشاہوں کے جور و ستم کو مٹا ڈالا، تہذیب و تمدن کے ستونوں کو استوار کیا، مردہ علوم و فنون کو زندگی اور ترقی بخشی اور چند ہی سالوں میں اتنی زبردست کامیابی حاصل کی، جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں بھی نہیں مل سکتی۔ مشہور اجتماعی مورخ ڈاکٹر گوستاف لیبان کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ آپ لکھتے ہیں۔

''ہر ترقی کرنے والی قوم کے علوم و فنون کی تکمیل تین نسلوں میں ہوتی ہے، پہلی نسل صرف تقلید کرتی ہے، دوسری نسل میں رائے اور اجتہاد کا آغاز ہوتا ہے، اور تیسری نسل میں رائے اور فکر کی بنیادیں مستقل ہو جاتی ہیں اور وہ قوم مجتہد مطلق کا درجہ حاصل کر لیتی ہے، لیکن اس دنیا کی صرف ایک قوم ''عرب'' اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کی جس نسل میں علوم و فنون کا آغاز ہوا ہے، اسی نسل میں ان علوم و فنون کی تکمیل بھی ہو گئی ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ اس انقلاب کا واحد سبب قرآن تھا، جس نے عربوں میں عقلی خودمختاری اور فکری آزادی پیدا کر دی تھی، اندھی تقلید کو ان کی نظروں میں حقیر بنا دیا تھا اور ان کے دلوں کو اس جذبہ صادق سے لبریز کر دیا تھا کہ وہ دین و دنیا کے تمام معاملات میں انسانوں کی رہنمائی کے لیے پیدا ہوئے ہیں، لیکن اسلامی خلافت اور عربی بیداری کے زائل ہو جانے کے بعد ہی یہ سب کچھ غائب ہو گیا۔ کیونکہ سلطنت اسلامیہ کی باگ عجمیوں کے ہاتھ میں آ گئی اور یہ عجمی وہ تھے جو اسلام کی ظاہری رسموں کے مقلد تھے اور توحید کی روح اور قرآن کی ہدایت سے بہرہ ور نہ تھے۔

دین کی دوسری اصل۔ عقیدہ قیامت

عقیدہ توحید، دین کا پہلا ستون ہے اور دوسرا ستون، عقیدہ قیامت ہے جس کا مفہوم یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ انسان اس امر پر کامل یقین رکھے کہ وہ موت کے بعد پھر زندہ ہوگا اور اپنی اس دنیا کی زندگی کے ایک ایک عمل کا حساب دے گا۔ اچھے کاموں کی جزا پائے گا اور برے کاموں کی سزا بھگتے گا۔ خدا کے تمام رسولوں نے اس عقیدہ کو بڑی قوت کے ساتھ پیش کیا ہے، اولاً اس لیے کہ یہ عقیدہ ایک حقیقت ہے۔ دوم اس لیے کہ اس سے انسانی زندگی میں اپنے اعمال کے متعلق ذمہ داری کی حس پیدا ہوتی ہے اور انسانوں کے عزم و ایمان میں کمال مضبوطی رونما ہوتی ہے۔ سوم اس لیے کہ اس سے نیک کاموں کی رغبت بڑھتی ہے اور ہر طرح کی بدکاریوں، بے حیائیوں، حق تلفیوں، بے انصافیوں اور ظلم و ستم کی جراتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

اقوام عالم کی پوزیشن

بت پرست عرب، سرے سے اس عقیدہ کے منکر تھے، لیکن اہل کتاب و دیگر قومیں جن کے پاس کوئی مذہبی یا تمدنی کتاب تھی، انہیں اصل قیامت سے انکار نہ تھا، وہ اس بات کی قائل تھیں کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے جس میں اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ لیکن اس ایمان کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس آئندہ زندگی کے متعلق ایسے ایسے خیالات گھڑ لیے، جن کی وجہ سے اس عقیدہ کا اصلاحی نفع بالکل مفقود ہو گیا تھا۔ مثلاً عیسائیوں نے ''فدیہ کے ذریعے نجات'' کا اعتقاد پیدا کیا اور کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بندوں کے گناہوں کے کفارہ میں خود سولی پر چڑھ گئے ہیں اور انہوں نے خود سولی پا کر انسانوں کو عذاب سے بچا دیا ہے۔ اس کے ساتھ عیسائیوں نے باپ، بیٹا اور روح القدس کے متعلق یہ بھی کہا کہ نجات دینے والا (بیٹا) بعینہ باپ اور روح القدس بھی ہے اور پھر یہ تینوں مل کر ایک بھی ہیں۔ عیسائیوں کے یہ قول قریباً ایسے ہی ہیں، جیسے ہندوؤں کے اقوال اپنے دیوتاؤں کے متعلق ہیں۔ صرف ناموں کا فرق ہے۔ ورنہ الفاظ و معانی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہندو بھی (تری ورتی) تثلیث کے قائل ہیں۔

اب باقی رہے یہودی تو ان کا پورا دین صرف قوم بنی اسرائیل ہی کے لیے مخصوص تھا، ان کا دعویٰ تھا کہ خدا تعالیٰ تمام قوموں سے زیادہ بنی اسرائیل سے محبت رکھتا ہے اور وہ دنیا و آخرت میں بنی اسرائیل ہی کی طرف داری بھی کرے گا۔ چنانچہ اپنے اس عقیدہ کے مطابق وہ خدا کو بنی اسرائیل کا خدا کہا کرتے تھے، گویا خدا صرف ان ہی کا پروردگار ہے، رب العالمین نہیں ہے۔ ان مختصر اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان باللہ کی طرح عقیدہ قیامت بھی بالکل فاسد ہو چکا تھا اور قریباً تمام قوموں نے اعمال کی جوابدہی اور ذمہ داری سے بچنے کے لیے کئی قسم کے عقیدے پیدا کر رکھے تھے اور اس طرح عقیدہ قیامت کی حقیقت اور غرض و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غایت بالکل فنا ہو چکی تھی اور انسانی زندگی پر اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا۔

قرآن نے کیا اصلاح کی؟

قرآن عزیز نے ان غلطیوں کی اصلاح کی اور خدا کے سچے نبیوں کی صحیح تعلیم کو واضح کر دیا ہے۔ قرآن پاک نے بتلایا کہ خداوند تعالیٰ نے ہر انسان کی شرافت و بزرگی اور سعادت و بدبختی کا مدار، اس کے ایمان پر رکھا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ایک انسان کے ایمان و عمل یا فدیہ و قربانی کی وجہ سے کسی دوسرے انسان کی نجات ہو۔ قرآن نے یہ بھی فرمایا کہ انسانوں کے ظلم و فساد اور کفر و گمراہی کی سزا عدل الٰہی کے مطابق ہوگی اور خداوند تعالیٰ اس بارے میں کسی جماعت کی رعایت یا کسی قوم کی طرف داری ہرگز نہیں فرمائے گا۔ لیکن اس کے ساتھ قرآن نے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو بھی، جو وہ انسانوں کے حق میں رکھتا ہے، نمایاں کیا اور فرمایا کہ انسان کے ایمان اور نیک اعمال کا ثواب فضل الٰہی کے مطابق دیا جائے گا۔ یعنی وہ کاموں کا بدلہ عدل سے دے گا اور نیک کاموں کا ثواب فضل سے دس گنا، بلکہ اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔

قرآن مجید نے اس کا بھی اعلان فرما دیا کہ جزا اور سزا کے متعلق جو اصول اس نے پیش کیا ہے، یہ بالکل وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیش کیا تھا جن کی پیغمبری پر عیسائی اور یہودی سب قومیں متفق ہیں اور یہ بھی کہا کہ یہ اصول وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں نے پیش کیا تھا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى. اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى. وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى. وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى. ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى.

ترجمہ: کیا انکار کرنے والے کے پاس کوئی غیب کی خبر ہے، جس سے وہ دیکھتا ہے؟ کیا انکار کرنے والے کو اس قانون کی خبر نہیں پہنچی، جو موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں میں ہے ابراہیم علیہ السلام کی کتابوں میں ہے، جس نے اپنا قول پورا کر دکھایا؟ وہ قانون یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا اور ہر انسان کو اس کی اپنی کمائی عنقریب دکھائی جائے گی اور اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔

ان آیات سے یہ حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ خدائی دین کی اور تمام رسولوں کے پیغام کی بنیاد یہ تھی کہ کوئی انسان کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ نہ بطور فدیہ کے اور نہ کسی اور طریقہ پر نیز یہ کہ ہر انسان کو اپنی ذاتی کوشش و عمل ہی کا ثواب ملے گا۔ ہاں اگر اس نے کوئی ایسا عمل کیا ہے جس کا اثر بعد تک باقی رہے گا مثلاً اس نے اپنے لڑکے یا شاگرد کو اچھی تعلیم و تربیت دی ہے یا دنیا میں کوئی ایسا کام ہے جس سے لوگ برابر فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں تو وہ اس کا اجر ضرور پاتا رہے گا۔ لیکن اس وجہ سے نہیں کہ یہ دوسرے کا عمل ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ یہ خود اس کا اپنا کیا ہوا عمل ہے۔ چنانچہ اس آیت میں اسی قانون کی طرف رہبری ہے۔

ونفسٍ و ما سوّاها. فَالهَمَها فجورها و تقوٰها قد افلح مَنْ زکّٰها و قد خابَ مَنْ دسّٰها.

ترجمہ: نفس انسان کی قسم اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا، پس اسے برے اور بھلے کی سمجھ دی۔ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے نفس کو سنوارا اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے بگاڑا۔

آیت کی تشریح یہ ہے کہ خدا نے نفس انسان کو پیدا کر کے اسے فہم و ادراک اور عقل و شعور سے مکمل کر دیا ہے اور اس کی فطرت میں یہ قابلیت رکھ دی ہے کہ خواہ تو وہ بدی اور گناہ کے راستے پر چل کر اپنے آپ کو ناپاک اور تباہ کرے اور خواہ تقویٰ حاصل کر کے نجات اور بلندی حاصل کر لے۔ خدا نے انسان کو عزم اور ارادہ کے لحاظ سے آزاد بنایا ہے کہ وہ جس خیال و خواہش کو چاہے، اختیار کر سکتا ہے اور جسے چاہے چھوڑ سکتا ہے۔ خدا کی طرف سے انسان کو عقل و دین کا بیش بہا عطیہ بخشا گیا ہے جو ہمیشہ شر و باطل کے مقابلے میں بھلائی اور سچائی کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔ اب کوئی انسان جس قدر اپنے نفس کو ایمان کامل، اخلاق عالیہ اور اعمال حسنہ سے پاک و صاف کرے گا۔ اسی قدر دنیا و آخرت میں اسے ترقی ملے گی اور جس قدر وہ زیادہ بد خلقی اور بد اعمالی میں آلودہ ہوگا، اس قدر زیادہ سزا و عذاب میں گرفتار ہوگا۔ قرآن کی ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ جزا و سزا، نفس و بدن (جسم اور روح) کے اعمال کا قدرتی نتیجہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اصول، ایک ایسا واضح اصول ہے کہ جو شخص انسان کی حقیقت اور فطرت سے ذرا بھی آگاہ ہو وہ ضرور اسے بلا تکلف تسلیم کرے گا۔ دیکھو! سزائے اعمال کے متعلق مذہبوں کی تعلیمات میں یہ کتنی بڑی اصلاح ہے جو قرآن نے کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ دیکھ چکے ہیں کہ اہل عرب، قیامت کے نہایت سخت منکر تھے اور اہل کتاب اور دوسری قوموں کا ایمان بھی اس عقیدہ کے بارے میں بالکل بگڑ چکا تھا، حالانکہ اسی عقیدہ پر خود ایمان باللہ کی اور عقیدہ توحید کی تکمیل منحصر ہے اور اسی کو پیش نظر رکھنے سے انسان ہر قسم کی شرارت اور جور وستم سے بچ سکتا ہے اور اصلاح وتقویٰ اور بھلائی اور نیکی کی طرف قدم اٹھا سکتا ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اگر ہم ایسے ضروری عقیدہ کو ایک قوم کی قوم میں پختہ واستوار اور کارفرما وحکمران کر دینا چاہیں تو یہ بار بار دہرانے کے بغیر ناممکن ہوگا، اس کے علاوہ انداز بیان بھی دلکش ہونا چاہیے ایسا دلکش جو اس مسئلہ کو بڑی سہولت سے ذہن نشین کر دینے والا ہو، چنانچہ قرآن نے یہی کیا ہے۔ قرآن نے قیامت کے تصور کو انسانی زندگی پر مسلط کر دینے کے لیے کہیں عقلی دلائل دیئے ہیں، کہیں نہایت ہی صاف اور واضح مثالوں سے کام لیا ہے، کہیں تاریخی واقعات سے اس کا ثبوت بہم پہنچایا ہے، کہیں خود فطرت اور نظام کائنات کے عجائبات سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ الغرض جن آیات میں قیامت کا بیان ہے، ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور انداز بیان ایسا معجزانہ ہے کہ یہ تکرار طبیعت پر ذرا بھی گراں نہیں گزرتی اور بڑا کمال یہ ہے کہ پڑھنے والے کو مضامین کی اس تکرار کا کچھ پتہ تک نہیں چلتا۔ حالانکہ قرآن میں قیامت کی آیتیں اور سورتیں پے در پے چلی جاتی ہیں، مثلاً سورۃ مرسلات، بناء، نازعات، عبس، تکویر، مطففین اور انشقاق وغیرہ۔

ہم یہ بتا چکے ہیں کہ تمام مذاہب میں توحید کے بعد جزا وسزا کے اعتقاد کا نمبر ہے کیونکہ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ جو شخص خدا کو مانے، وہ قیامت کو بھی مانے، اس لیے خدا کا صحیح صورت میں ماننا یہی ہے کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ تمام کمالات سے متصف ہے، اس میں کوئی عیب نہیں اور اس کا کوئی بھی کام یا حکم، حکمت سے خالی، عبث اور بے نتیجہ نہیں۔ اس اعتقاد کے بعد ہمیں سب سے پہلے اپنے وجود کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہوگا کہ ہماری یہ زندگی اور ہمارے یہ اعمال بے نتیجہ نہیں ہیں۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں، اس کا ایک نتیجہ ضرور ہوگا۔ یاد رکھیئے کہ بس، اسی چیز کا نام جزا وسزا ہے چنانچہ قرآن پاک نے قیامت کے بارے میں کافروں کے سامنے جو سب سے کھلی دلیل پیش کی ہے۔ وہ یہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

افحسبتم انّما خلقنکم عبثاً وّانکم الینا لا ترجعون.

ترجمہ: اے انکار کرنے والو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے انسان کو بے کار پیدا کیا ہے؟ اور تمہیں ہمارے ہاں لوٹ کر نہیں آنا ہے۔

پھر سورۃ قیامت کے آخر میں کہا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایحسَبُ الانسانُ اَنْ یُترَکَ سُدیً.

ترجمہ: کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو یوں ہی عبث چھوڑ دیا جائے گا؟

اچھی طرح سمجھ لو کہ قرآن کی اس دلیل کے کیا معنی ہیں؟ قرآن کیا کہتا ہے۔ اگر تم قیامت اور جزا وسزا کے اعتقاد کے منکر ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ انسان جو چاہے کرے، مرنے کے بعد کچھ نہیں، تو تمہارے اس قول کے صاف معنی یہ ہیں کہ تم خدا کے عادل اور حکیم ہونے سے انکار کر رہے ہو، تم خدا کی پیدائش کو محض ایک کھیل قرار دے رہے ہو، اس کے بعد تمہیں اس نعمت الٰہی کا انکار بھی ضروری ہو جائے گا کہ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور بہترین صورت دی ہے اور زمین و آسمان کے تمام منافع اس کے لیے مسخر کر دیئے ہیں کیونکہ جب یہ ساری زندگی ہی بے نتیجہ ہے تو پھر اچھائی اور برائی میں امتیاز کے کیا معنی۔ صرف یہی نہیں بلکہ منکر قیامت کے لیے یہ ماننا بھی لازم آتا ہے کہ وہ اپنے حواس، قویٰ اور عقل کی بزرگی سے بھی انکار کر دے اور کہہ دے کہ یہ جو کچھ کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو غیر محدود علم کی صلاحیت بخشی ہے تاکہ وہ اس کی مدد سے ایک ایسی زندگی حاصل کر سکے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ تو یہ بات بھی غلط ہے۔ اس تمام انکار و جہل سے یہ بھی لازم آئے گا کہ انسان اپنے آپ کو ایک بہت ہی ذلیل ہستی خیال کرے، کیونکہ جب اس کی زندگی بھر کی محنتوں اور نیکیوں کا اس کو پھل ہی نہیں ملے گا اور جب اس کی خلقت بھی بالکل بے کار اور عبث ہے اور جب اس کی زندگی بھی کمزور حقیر اور مختصر ہے اور ہر قسم کے مصائب، درد، دکھ اور رنج و غم سے لبریز بھی ہے تو پھر اس کے متعلق یہی فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد یہ بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ تمام انسانی اعمال کا کوئی نتیجہ نہیں، نہ ظالموں کو سزا ملے گی، نہ عادلوں اور نیکوں کو ثواب و انعام دیا جائے گا۔ حالانکہ اس دنیا میں شائد ایک بھی شخص ایسا نہ ہو جو ان باتوں کو تسلیم کرے۔ اس لیے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص یہ جانتا ہے کہ اس دنیا میں تمام افراد کے لیے جزا وسزا جاری نہیں ہوتی یہاں ہزاروں آدمی ظلم اور گناہ کرتے ہیں مگر سزا نہیں پاتے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ایک دن ایسا مقرر ہو جب کہ جزا وسزا کا اور خدا کے عدل و انصاف کا عام مظاہرہ ہو اور سب کا حساب برابر ہو جائے۔ قرآن کا دعویٰ بھی یہی ہے۔

اِنّما تُوَفّونَ اُجورَکُم یومَ القیٰمَةِ.

ترجمہ: تم لوگ قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیئے جاؤ گے۔

قرآن پاک کے وہ سوال و جواب بھی نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز ہیں جو قیامت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دن گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں، تابعداروں اور سرداروں، بدکاروں اور بہکانے والوں میں ہوں گے۔ وہ باہم ایک دوسرے پر لعنت کریں گے، ایک دوسرے کو قصوروار اور ملزم ٹھہرائیں گے۔ اسی طرح وہ گفتگوئیں بھی بے حد سبق آموز ہیں جو جنتیوں اور دوزخیوں میں ہوں گی۔ قرآن نے یہ سب انداز بیان اس لیے اختیار کیئے تا کہ ہر ایک انسان کے سامنے جزا وسزا کے دن کی تصویر چمکتی رہے اور وہ دوڑ دوڑ کر نیکیاں کر سکے۔

وقوع قیامت کے متعلق قرآن پاک کا بلند نظریہ

وقوع قیامت کے بارے میں قرآن پاک نے جو نظریہ پیش کیا ہے۔ وہ عیسائیوں کے اعتقاد سے بہت مختلف اور بلند ہے۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ آخرت کی زندگی میں بھی انسان ویسا ہی ہوگا، جیسا کہ وہ دنیا کی زندگی میں تھا۔ ہاں، پاک نفسوں اور بلند درجات والوں کے روح وجسم بہت مکمل اور اعلیٰ ہوں گے اور خبیث روحوں اور بدنصیبوں کے جسم و روح بالکل خراب حالت میں ہوں گے کیونکہ انہوں نے دنیا میں اپنے نفسوں کو ناپاک اور نجس رکھا تھا۔

قدیم مصریوں اور دیگر قوموں کی روایات سے ثابت ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ انسان قیامت میں اپنے روح اور جسم کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ لیکن ان کے اس عقیدے میں رفتہ رفتہ فساد آ گیا اور وہ یقین کرنے لگے کہ انسان کا جسم بھی مرنے کے بعد محفوظ رہتا ہے اور قیامت میں بعینہ اسی جسم کے ساتھ حشر ہوگا، لیکن قرآن کا بیان یہ ہے کہ زمین کی ہر شے فنا ہونے والی ہے اور قیامت سے پہلے ہر چیز ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ اسی بناء پر علمائے اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کے فنا اور معدوم ہو جانے کے بعد جسموں کو پھر زندہ کیا جائے گا اور اگر عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق صرف روح ہی کو اٹھایا جائے تو مخلوق خداوندی میں سے ایک ایسی بہترین اور معزز جنس کی کمی ہو جائے گی جو روح اور جسم دونوں سے مرکب ہے اور روحانی اور جسمانی لذتوں سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ اور ان حکمتوں اور رازوں کی جلوہ گاہ ہے جو خدا نے روح اور جسم کے بنانے میں رکھی ہیں۔ موجودہ نظام یہ ہے کہ خدا نے حیوانات اور نباتات کو روحانی لذتوں اور عرفانی مسرتوں سے محروم رکھا ہے اور فرشتوں کو جسمانی لذتوں سے بے بہرہ بنایا ہے اور انسان میں روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے راز جمع کر دیئے ہیں اب اگر انسان جسم اور روح کے ساتھ مرے اور صرف روح اٹھے تو گویا تین کے بجائے صرف دو قسم کی مخلوق باقی رہ گئی۔ حیوانات یا ملائکہ۔ تیسری جنس مٹ گئی۔ حالانکہ اس کا کوئی سبب موجود نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو حضرات اس فلسفیانہ نظریہ کے قائل ہیں کہ صرف روحانی حشر ہوگا اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے جسمانی لذتوں کو ذلیل سمجھا ہے۔ اور انہیں حیوانیت کا لقب دیا ہے، حالانکہ عملی دنیا میں ان میں سے اکثر ان ہی لذتوں پر جان دے رہے ہیں۔ ان کی یہ تحقیر تو اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے جب کہ انسان اپنی نظر کو صرف لذت جسمانی تک محدود کرلے اور عقل و روح کی علمی و عرفانی لذتوں سے بالکل غافل و بے پروا ہو جائے۔

اصل یہ ہے کہ عیسائیوں نے یہ بے اعتدالی، ہندوؤں سے لی ہے۔ جو انسانی جسم کے بے حد حقیر بتاتے ہیں اور نفس کی صفائی اور بلندی کا دارومدار اس پر رکھتے ہیں کہ جسم کو سخت سے سخت ریاضتیں دے کر کچل دیا جائے اور روح کو جسم کے ہر بندھن سے آزاد کردیا جائے۔ مختصر یہ کہ عیسائیوں نے اس معاملہ میں بھی تثلیث، صلیب اور فدیہ ہی کی طرح ہندوؤں کی پیروی کی ہے، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کا بیان تھا کہ انہوں نے عید فسح کے موقع پر اپنے شاگردوں کے ساتھ شراب پی اور ان سے یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ میں آج سے شیرہ انگور ہرگز نہ پیوں گا، یہاں تک کہ تمہارے ساتھ اپنے باپ کی بادشاہت میں نہ پہنچ جاؤ (متی ۲۶۔ ۲۹) اب رہے یہودی تو انہوں نے عیسائیوں کے بالکل الٹ روش اختیار کی ہے، انہوں نے مادی اور جسمانی لذتوں ہی کو سب کچھ قرار دے لیا۔

دنیا کی بڑی بڑی قوموں کی یہ حالت تھی کہ اسلام نے اپنا علم بند کیا، اس نے میانہ روی اور اعتدال کی تعلیم پیش کی اور انسان پر جسمانی و روحانی دونوں قسم کے حقوق کی اہمیت واضح کی۔ اس نے انسان کے لیے ان تمام چیزوں کا مطالبہ کیا جن سے وہ اپنی انسانیت میں کامل ہوسکتا ہے۔ اس نے مادی زندگی کے ساتھ ساتھ روحانی زندگی پر بہت زور دیا ہے۔ اس نے روحانیت کو غالب رکھا اور مادیت کو مغلوب۔ اس نے دنیا کو واسطہ اور ذریعہ ٹھہرایا اور آخرت کو مطلوب۔ چنانچہ آخرت کی زندگی کی تفصیلات جو قرآن کریم اور احادیث میں موجود ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم میں روحانی قوتیں، اجسام پر بالکل غالب اور مختار ہوں گی اور جو بھی شکل چاہیں گی، اختیار کرسکیں گی۔ دور دور کی مسافتیں منٹوں میں طے ہوجایا کریں گی۔ جنتیوں اور دوزخیوں میں باوجود فاصلہ کے باتیں ہوں گی۔ ہاتھ پاؤں اور زمین اپنے اپنے واقعات کی گواہی دیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

نظریہ قرآن کی نئے علوم سے تصدیق

ہمارے زمانے میں انسانی علوم، کیمیا، بجلی اور آلات جدیدہ وغیرہ کے سلسلہ میں جتنی ترقی کرچکے ہیں۔ ان سے ان آیات و احادیث کی پوری پوری تائید ہوجاتی ہے۔ حالانکہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے مادہ پرست اور دہریئے، قرآن کے ان دعووں کا نہایت شدومد سے انکار کیا کرتے تھے۔قرآن پاک نے فرمایا ہے۔

وَ نَادَیٰ اَصحابُ الجنة اَصحابَ النّار اَنْ قدوَجَدْ نا مَا وَعدنا ربنا حقاً فهل وجد تم ماوعد رَبّکم قالو انعم. فَاَذَّ نَ مُوذِّ نٌ بینهم اَنْ لعنةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰالمین.

ترجمہ: اہل جنت نے دوزخیوں سے پکار کر کہا، ہم سے خدا نے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے اسے سچا پایا۔کیا تم نے بھی اپنے پروردگار کا وعدہ سچا پایا۔انہوں نے جواب دیا، ہاں؟ پھران کے درمیان پکارنے والا پکارا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔

اس پر مادہ پرست منکروں نے خوب ٹھٹھا لگایا اوران امور کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تخیلات قرار دیا۔لیکن آج تو ہم اس چیز کا مشاہدہ کررہے ہیں کہ ایک شخص مصر میں بیٹھ کر ٹیلیفون اٹھاتا ہے اور یورپ کے تمام پایہ تختوں سے بات چیت کر لیتا ہے۔اسی طرح انٹر نیٹ، ٹیلی وژن اور ریڈیو کے ذریعے سے غیر ممالک کے لیکچرز، گانے اور باجے وغیرہ سنائے جارہے ہیں اورآواز کے ساتھ ساتھ صورتیں بھی نظر آتی ہیں۔

صوفیا کی طرح بہت سے فرنگی اور غیر فرنگی علماء نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ انسانی روحیں مرنے کے بعد مختلف شکلوں میں ظاہر ہوسکتی ہیں، بالکل فرشتوں اور جنوں کی طرح جن میں یہ قابلیت رکھی گئی ہے کہ وہ طرح طرح کی شکلوں میں نمودار ہوسکیں۔اس واقعہ کو ہم نے تفسیر منار میں بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔یہاں اتنی گنجائش نہیں، البتہ اس مقام پر ہم ان لوگوں کی مختصراً تردید کرنا چاہتے ہیں جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ قرآن یہود ونصاریٰ کی کتابوں سے ماخوذ ہے، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عقل اور سمجھ سے تصنیف کیا ہے۔ہم مثال کے طور پر قرآن کا ایک دعویٰ پیش کرتے ہیں ۔قرآن پاک کا بیان ہے کہ جزاوسزا ملنے سے پہلے موجودہ دنیا بالکل برباد ہوجائے گی۔اوراس کے بعد قیامت ہوگی اور ہر شخص کواس کے عمل کا پھل ملے گا۔قرآن کا یہ دعویٰ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کا وجود ایسے واضح بیان کے ساتھ کہیں نہیں ملتا، نہ اہل کتاب کی کتابوں میں، نہ دوسری قوموں کے ہاں، اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ یہ دعویٰ ایسی چیز نہیں ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذہانت وعقل سے معلوم کرسکتے تھے۔قرآن پاک نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قارعہ (بہ ظاہر یہ کوئی ستارہ ہے) زمین سے ٹکرا جائے گا اور اسے لرزہ دے کر پاش پاش کر ڈالے گا۔زمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریزہ ریزہ ہوکر گرد وغبار کی طرح فضا میں منتشر ہوجائے گی۔ زمین و آسمان کا نظام جاذبیت (یعنی کشش ثقل اور کشش زمین کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ ستارے اپنے اپنے مرکز سے ہٹ جائیں گے، دنیا کی ہر ایک چیز میں ایک عظیم تغیر و انقلاب برپا ہوجائے گا۔ اس کے بعد ایک نئے عالم اور نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔ زندگی کے اس دور جدید کا نام آخرت ہے۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جو پیغمبر اسلام کے زمانہ تک کسی مادہ پرست کے ذہن میں نہیں آئی۔ نہ کسی دینی پیشوا کی یہاں تک رسائی ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ دعویٰ کرنا بالکل بے اصل ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وطن میں یا سفر میں یہ بات کسی سے سن لی تھی۔ پھر یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ آپ نے اس حقیقت کو رائے یا فکر سے دریافت کرلیا ہو۔ قرآن کا یہ دعویٰ قرآن کی ان باتوں میں سے ہے جو کھلے ہوئے لفظوں میں اس اتہام کی تردید کرتی ہیں کہ قرآن کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی عقل سے تصنیف کرلیا ہے۔ موجودہ زمانے کے بڑے بڑے ہیئت دانوں کے بیانات آپ کے سامنے ہیں جو صاف لفظوں میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن پاک نے بربادی عالم کا جو نظریہ پیش کیا ہے۔ وہ تمام عملی نظریات سے زیادہ معقول ہے۔

اخروی عذاب وثواب

اب آخرت کی زندگی کے متعلق قرآنی بحث کا ایک اور پہلو دیکھئے۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن کی جن آیتوں نے اہل عرب کے دلوں کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے اور عقیدہ جزا وسزا کو ان کے دماغوں میں پیوست کردیا ہے۔ اور ان کی زندگیوں کو آخرت کی زندگی کا مشتاق بنادیا ہے، انہیں ہر قسم کی نیکیوں پر ابھارا ہے۔ اور ہر قسم کی بدیوں سے باز رکھا ہے قرآن کی وہی آیات ہیں جن میں نہایت دلکشی اور بلاغت کے ساتھ جنت کی نعمتوں اور جہنم کی تکلیفوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ ان آیات کا مطالعہ کیجئے۔ ان سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوجائے گی کہ آخرت کے عذاب وثواب کو دنیا کی تکلیفوں اور راحتوں سے کوئی نسبت اور تعلق نہیں، ہاں لفظی مشارکت ضرور ہے۔ جو کچھ قرآن نے بتایا ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں عالموں میں جو فرق و تفاوت موجود ہے۔ وہ ایسا ہے جو خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ قرآن جنت کی نعمتوں کے متعلق کہتا ہے۔

فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين.

ترجمہ: کسی شخص کو معلوم نہیں کہ اہل جنت کے لیے کیسی کیسی آنکھوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھنڈک پہنچانے والی نعمتیں موجود ہیں۔

پھر آخر میں یہ بھی ارشاد ہوتا ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ اَكْبَرُ.

ترجمہ: جنت کی نعمتوں میں خدا کی خوشنودی سب سے بڑھ کر ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کی زندگی کے تمام حقائق کو صرف ایک جملے میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

لا اذن سمعت و لا عین رات و لا خطر علیٰ قلب بشر.

ترجمہ: یہ ایسی زندگی ہوگی جسے نہ کبھی کانوں نے سنا، نہ آنکھوں نے دیکھا، بلکہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال بھی نہیں گزرا۔

دین کی تیسری اصل۔عمل صالح

انبیائے کرام کی تشریف آوری کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ مخلوق خدا کو عمل صالح کی راہ بتائیں۔غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اعمال صالح کا وجود، خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کا لازمی نتیجہ ہے، کیونکہ خدا پر جس قدر زیادہ ایمان مضبوط ہوگا، اس قدر زیادہ خدا کے حکموں کی قدر اور پابندی کا جوش پیدا ہوگا۔اسی طرح یوم آخرت پر جس قدر زیادہ یقین ہوگا، اسی قدر زیادہ انسان کے دل میں اپنے اعمال کے متعلق ذمہ داری کی حس پیدا ہوگی ۔مختصراً یہ سمجھئے کہ ایمان کی قوت و برکت ہی سے عمل میں قوت و خوبی پیدا ہوتی ہے اور ایمان کے معدوم یا ضعیف ہوجانے سے اعمال بھی فاسد اور کمزور ہوجاتے ہیں۔اگر کسی شخص کا ایمان بگڑ جائے تو پھر اس کے سارے اعمال یا تو ریاکاری اور نفاق پر مبنی ہوں گے یا ان کی بنیاد صرف رسم و رواج اور ظاہری تقلید پر ہوگی۔ان اعمال میں نہ تو کوئی روح اور حقیقت ہوگی اور نہ کسی مفید نتیجہ کا ظہور ہوگا۔

قرآن پاک نے عمل صالح کے ذکر کو بڑی کثرت سے دہرایا ہے۔کیونکہ انسانوں نے نیکوکاروں کے نظام میں بے شمار خرابیاں پیدا کردی تھیں اور جتنے بھی نیک کام یا عبادتیں تھیں۔لوگوں نے ان تمام کو رسمی اور تقلیدی کام بنادیا تھا، جس کی وجہ سے نہ تو نفس کو صفائی اور پاکیزگی حاصل ہوتی تھی اور نہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کی اصلاح ہوتی تھی، اس لیے قرآن نے ایمان صالح کی طرف بار بار رغبت دلائی ،لیکن پھر یہ بھی یہ تکرار توحید سے کم ہی ہے۔ کیونکہ توحید اصل اور روح ہے اور اعمال حسنہ اس کی شاخیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر دلوں میں اثر پیدا کرنے کے لیے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہ ہوتی تو دنیا کی علمی اور عملی اصلاح کے لیے صرف دو صورتیں تھیں۔ علمی اور عملی اصلاح کے لیے سورۃ والعصر کافی تھی اور توحید کے لیے سورۃ اخلاص کافی تھی۔ یہ دونوں صورتیں اپنے وسیع معانی اور عظیم الشان مضامین کے باوجود صرف دو دو سطروں میں لکھی جاسکتی ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کا کھلا ہوا معجزہ ہے کہ اس نے صرف دو دو سطروں میں عقائد واعمال کی اصلاح کا ضابطہ بالکل مکمل کر دیا ہے۔ اسی طرح سورۃ زلزال، جو بیان قیامت پر مشتمل ہے، صرف تین سطروں میں لکھی جاسکتی ہے، مگر اس کی جامعیت وکاملیت کا یہ عالم یہ ہے کہ جب صعصعہ ابن ماویہ" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَمَنْ يَّعملُ مِثقالَ ذرّةٍ خيراً يرّه وَمَنْ يَّعمل مِثقالَ ذَرَّةٍ شرّا يّره.

ترجمہ: جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا، اس کا بدلہ چکھے گا اور جو شخص ذرہ بھر برائی کرے گا اس کا بدلہ دیکھ لے گا۔

توصعصعہ بے اختیار بول اٹھے، یارسول اللہ! بس کیجئے۔ یہ ایک ہی آیت میری ہدایت کے لیے کافی ہے۔ اگر اس کے علاوہ میں اور کچھ نہ سنوں تو کوئی حرج نہیں۔ اس طرح زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک شخص کے پڑھانے کے لیے مقرر کیا، جب وہ اسی اوپر والی آیت پر پہنچے، تو پڑھنے والے نے کہا، جی! بس کافی ہوگیا۔ معلم نے اس واقعہ کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو حضورؐ نے فرمایا، بس کرو، جو بات تھی اس نے سمجھ لی۔

اس قسم کے واقعات سے بہ آسانی یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اہل عرب کے فہم قرآن کی قابلیت اس قدر بلند تھی کہ انہوں نے قرآن پاک کو سمجھا۔ اس کے مطابق اپنی اصلاح کی اور پھر تمام دنیا پر چھا گئے۔ اس اصول کے سمجھ لینے کے بعد کہ ہر انسان کو اس کے عمل کی جزا وسزا ضرور مل کر رہے گی۔ خواہ وہ عمل ایک ذرہ ہی کے برابر کیوں نہ ہو، انہوں نے ہر نیک کام کو کرنا اور ہر بدی سے بچنا، اپنی زندگی کا مقصد قرار دے دیا۔ اس مقام پر یہ بات ضرور یاد رکھئے کہ عمل صالح، ایمان باللہ اور عقیدہ یوم آخرت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ جس شخص کا خدا پر ایمان ہوگا، اس کا دل یقیناً خدا کی محبت اور عظمت سے لبریز ہوگا، پھر اس کی زبان سے بھی خدا کی حمد کے ترانے بلند ہوں گے، اور اس کا جسم بھی خدا کی عبادت اور اطاعت کے لیے بے اختیار جھک جائے گا۔ اسی طرح قیامت پر عقیدہ رکھنے والا ثواب کی تمنا میں ضرور نیکیوں کی طرف راغب ہوگا اور سزا کے خوف سے بدکاریوں سے پرہیز کرے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال یہ تینوں اصول ایسے ہیں کہ اگر خدا کے نبیوں کی ہدایت کے مطابق کوئی شخص ان پر قائم ہو جائے تو وہ علم وعمل کے ہر گوشہ میں ترقی کرے گا اور اسے زندگی کے ہر شعبہ میں عروج نصیب ہو جائے گا۔ اس کے خلاف بت پرستوں اور کفارہ کے ماننے والوں کے ایسے اصول ہیں کہ نہ ان سے خود داری کی حس اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ نہ انسان کی روحانی ترقی ہوسکتی ہے۔ اور نہ عمل میں کسی قسم کی بھلائی پیدا ہوسکتی ہے کیونکہ اگر وہ بت پرست ہیں تو انسان ہوکر، پتھروں وغیرہ کے سامنے جھکتے ہیں اور اگر کفارہ وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر ان کا بھروسہ اپنے اعمال پر نہیں ہے، دوسروں کی سفارش پر ہے۔

عمل صالح کے حدود

اسلام نے عمل صالح کی جو تفسیر کی ہے، وہ اپنے اندر اتنی وسعت رکھتی ہے کہ انسان کی پوری زندگی اس میں سما سکتی ہے۔ عمل صالح میں وہ تمام اعمال داخل ہیں جن سے مخلوق کی خدمت واصلاح ہوتی ہے۔ مثلاً والدین کے ساتھ اچھا سلوک عزیزوں پر مہربانی، یتیموں اور مسکینوں کی خبر گیری، تعلیم اور پند وعظ کے ذریعے سے خدمت خلق۔ اسی طرح اخلاق حسنہ، راستی، فیاضی، بہادری اور صبر وحلم وغیرہ بھی عمل صالح ہی کی شاخیں ہیں۔

وقضی ربک الّا تعبدُوا الّا ایّاہُ و بالوالدینِ اِحساناً اِمّا یبلغَنَّ عندکَ الکبر احدُہما اوکلا ہما فلا تقُل لهما اُفٍ و لا تنہر هما وقل لهما قولاً کریماً. واخفِض لهما جناحَ الذُّلِّ مِنَ الرحمته و قل ربّ ارحمُهما کما ربّیانی صغیراً ربکم اعلَمُ بمانی نفوسِکُم ان تکونوا صالحینَ فانه کان للاوابینَ غفوراً. واٰتِ ذالقربیٰ حقه والمسکین وابن السبیلِ ولا تبذِّر تبذیراً. انّ المبذرین کانوا اخوانَ الشیاطین و کان الشیطٰنُ لربّه کفوراً. واِمّا تعرضَنَّ عنهُم ابتغاءَ رحمةٍ مّن رّبکَ ترجوها فقل لّهم قولاً مّیسوراً ولا تجعل یدک مغلولةً اِلیٰ عُنقِکَ ولا تبسطها کلَّ البسطِ فتقعد ملوماً مّحسوراً. اِنّ ربک یبسطُ الرزق لمن یشاء ویقدر اِنّه کانا لعبادہٖ خبیراً بصیراً و تقتلوا اولادکم خشیةَ املاق نحنُ نرزقهم و ایاکم انّ قتلهُم کانَ خِطئاً کبیراً. ولا تقربُوا الزّنا کان فاحشةً وّ ساءَ سبیلا. ولا تقتلو النفس التی حرمَ اللّٰهُ الاّ بالحق وَمَن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیّه سلطاناً فلا یُسرِف فی القتل انه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانَ منصُوراً. ولا تقربو امالَ الیتیم اِلّا بالتی ھی احسن حتّٰی یبلغ اَشدّہ' واوفو ابالعھد ان العھد کان مسئولاً. وَاوفُوا الکیلَ اذا کِلتم وَزِنوا بالقسطاسِ المستقیم ذالک خیر''و احسن تاویلاً ولا تقفُ مالیس لک بہٖ علم''اَنّ السمعَ والبَصَرَ والفوادَ کلُّ اولئک کان عنہُ مسئولاً ولا تمشِ فی الارض مَرحاً اِنّک ان تخرقَ الارض ولن تَبلُغَ الجبالَ طُولاً کل ذالک کان سیئہ' عند ربک مکروھا. ذالکَ مما آوحیِ الیک ربک من الحکمۃِ ولا تجعَل مع اللّٰہ الٰھاً اٰخرَ فتلقیٰ فی جھنمَ ملوماً مّدُ حُوراً.

ترجمہ: اور تیرے پروردگار کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور جب ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ جھڑک دو، بلکہ نرمی کی بات کہو اور ان کے سامنے اپنے آپ کو محبت اور نرمی سے جھکا دو اور کہو اے پروردگار! ان پر اسی طرح رحم کر، جس طرح کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا۔ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے۔ کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے؟ اگر تم نیک بنو تو وہ اپنی راہ میں متوجہ ہونے والوں کے لیے بہت کریم ہے، پھر رشتہ دار کا حق ادا کرو، مسکین اور مسافر کی مدد کرو، لیکن بے جا خرچ نہ کرو کہ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرگزار ہے۔ پھر اگر کبھی رحمت الٰہی (فراخ دستی) کے انتظار میں ان سے تغافل کرو تو اس صورت میں بھی ان سے نرم بات کرو اور اپنا ہاتھ بند کر کے نہ تو اپنی گردن سے جکڑ لو اور نہ زیادہ کشادہ اور آزاد رکھو (بخیل اور مصرف نہ بنو) تا کہ ملامت زدہ اور دل شکستہ بن کر نہ بیٹھنا پڑے اور یاد رکھو کہ تمہارا پرورگار جس کے لیے چاہتا ہے، رزق وسیع کرتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے باخبر اور دیکھنے والا ہے، اور اپنی اولاد کو محتاجی کے ڈر سے قتل نہ کرو، کیونکہ ہم تمہیں بھی اور ان کو بھی رزق دیتے ہیں۔ بے شک ان کا قتل بڑا گناہ ہے۔ اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے اور کسی ایسی جان کو نہ مارو جسے مارنا خدا نے حرام قرار دیا ہے۔ ہاں، حق ہو تو ایسا کرو۔ جو شخص ظلم سے قتل کیا گیا ہے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے، پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہ بڑھے۔ بے شک وہ امداد کے لائق ہے اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر بہتر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقہ سے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے۔ پھر وہ ذمہ دار ہے اور عہد پورا کرو، کیونکہ اس کی جواب دہی کرنی پڑے گی اور جب ناپو تو پورا ناپو اور ٹھیک ترازو سے برابر وزن کرو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے اور کسی ایسی بات کے پیچھے نہ لگ جاؤ۔ جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ بے شک کان، آنکھ اور دل سب سے انسان کی بابت پوچھ ہوگی اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو کیونکہ تم نہ زمین کو پھاڑ سکو گے اور نہ اونچے ہو کر پہاڑوں تک پہنچ سکو گے۔ یہ سب چیزیں تمہارے پروردگار کی نظر میں بہت بری باتیں ہیں۔ یہ وہ حکمت ہے جس کی تمہارے پروردگار نے تم پر وحی کی ہے۔ خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ اور نہ ملامتی ہو کر دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔

ان آیات کو پڑھو اسی طرح سورۃ انعام میں پانچویں رکوع اور سورۃ بقر میں آیت بر کی تلاوت کرو۔ تم ان احکام کو تورات کی وصیتوں سے کہیں جامع اور بلند پاؤ گے۔ مختصر یہ کہ قرآن میں اسی قسم کی بے شمار آیتیں ہیں جو انسان کو اخلاق عالی کی طرف اٹھاتی ہیں۔ ذلیل اور پست حرکات سے روکتی ہیں اور ان تمام گناہوں سے منع کرتی ہیں، جن سے جسم یا مال کو نقصان پہنچتا ہے یا آبرو اور شرافت پر حرف آتا ہے۔

تقویٰ کے ذریعہ سے اصلاح اعمال

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ تمام انسانی گناہوں کی جڑ خواہش نفس کی پیروی اور وسوسہ شیطان کی اطاعت ہے۔ قرآن پاک نے اسی جڑ کو پکڑا ہے۔ اور اس سے بچ جانے کی بہت ترغیب دی ہے۔ پھر اس کے مقابل تقویٰ اختیار کرنے پر سارا زور صرف کر دیا ہے۔ اور عبادات، معاملات، حقوق زوجین اور صلح و جنگ کے تمام مواقع پر اس کی اہمیت واضح کی ہے کیونکہ تقویٰ انسانی خصلتوں کا وہ پاک اور بلند مقام ہے کہ جب کوئی نفس اس کو پالیتا ہے تو بدی کی نجاست اور گناہ کی ظلمت سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک علمی ہدایات سے لبریز ہے مگر اس کی دعوت، عمل کی دعوت ہے۔ یہ نہیں کہ وہ چند فلسفیانہ حقائق پیش کر دے اور پھر رک جائے۔ قرآن عزیز اپنے ماننے والوں کے سامنے حق و باطل اور خیر و شر کی تمام راہوں کو ایک ایک کر کے پیش کرتا ہے۔ اور پھر حکم دیتا ہے، دیکھو! یہ بدی ہے۔ اس سے الگ رہو، اپنے ہر عمل کا جائزہ اور حساب لو اور حق کو باطل پر اور خیر کو شر پر غالب کر کے دکھاؤ۔ قرآن کہتا ہے کہ اس تمام اصلاح و درستی کا دارومدار، دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی باتوں پر ہے جن کے سمجھنے کے لیے ارسطو یا ابن سینا کا فلسفہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، وہ دو باتیں یہ ہیں۔ (۱) انسان ناجائز خواہشات کو چھوڑنے کے لیے نفس کے ساتھ جنگ کرے۔ (۲) اپنے آپ کو تقویٰ (خدا ترسی اور پرہیزگاری) کے زیور سے آراستہ کرے۔ چنانچہ قرآن پاک کی تقریباً تیس آیتوں میں خواہش نفس کی پیروی کی مذمت کی گئی ہے اور دو سو سے زیادہ آیتوں میں تقویٰ اور متقین کا ذکر اور ان کی فضیلت کا بیان۔ ہم یہاں نمونہ کے طور پر دونوں مضمونوں کی صرف ایک ایک آیت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ نفس پروری اور خواہش پرستی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

افرائیت مَنِ اتخذ الٰھہٗ ھواہ واضلہ اللّٰہ علیٰ علمٍ وختم علیٰ سمعہٖ و قلبہٖ و جعل علیٰ بَصرہٖ غشاوَۃً فمن یھدیہ مِنْ بعدِ اللّٰہ افلا تذکرون۔

ترجمہ: ذرا اس شخص کو دیکھیے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنایا ہے اور اس غلط طریق عمل کے باعث اللہ نے اس کو صحیح راستہ سے ہٹا دیا۔ حالانکہ اس شخص کو علم بھی ہے اور اس کے کانوں پر مہر لگا دی، دل پر مہر لگا دی، آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ اب خدا کے سوا کون ہے جو اسے سیدھی راہ پر لائے؟ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟

اس آیت سے پہلے کئی عبرت آموز حکیمانہ واقعات و احکام مذکور ہیں۔ مثلاً سب سے پہلے بنی اسرائیل کی سرفرازی اور بادشاہی کا بیان ہے۔ پھر کتاب آجانے کے بعد ان میں خود غرضی کے باعث جو باہمی اختلافات ہوئے، ان کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ نیکوکار اور بدکار ہرگز برابر نہیں ہو سکتے اور ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ ملنا ضروری۔ آگے چل کر یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن نہ تو کوئی کسی کے لیے فدیہ ہوگا نہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی شخص کسی کی شفاعت کر سکے گا۔ ان تمام مضامین کے بعد آیت آتی ہے جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ جو شخص خواہشات نفسانی کا محکوم اور غلام بن جائے۔ اس کو قدرتی طور پر اس کی خود غرضی کا بدلہ یہ ملتا ہے کہ اس سے عمل صالح کی توفیق چھین لی جاتی ہے، خواہ اس میں برائی اور بھلائی کے سمجھنے کی کسی قدر بھی قوت اور علم موجود ہو۔ توفیق الٰہی چھن جانے کے بعد، وہ نیکی اور سچائی سے اس طرح غفلت برتتا ہے کہ گویا اس کے کان کوئی بات سنتے ہی نہیں اور اس کی آنکھیں کسی چیز کو دیکھتی ہی نہیں۔ اس کے پاس علم ہوتا ہے اور پھر بھی اس پر نیکی کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں اور اس کی ہدایت کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ فرمایئے! خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرضوں کے حالات کا اس سے زیادہ صحیح نقشہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ بالکل یہی مضمون دوسرے عنوان سے سورۃ فرقان میں ہے۔

ارء یت من اتخذ الٰھہٗ ھوٰ نہٗ افانت تکون علیہ وکیلاً. ام تحسبُ انَّ اکثر ھم یسمعونَ او یعقِلونَ اَنْ ھم اِلاّ کَا لانعامِ بَلْ ھم اَضَلُّ سَبِیلاً.

ترجمہ: ذرا اس شخص کو دیکھئے، جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے۔ کیا آپ ایسے شخص کا ذمہ لے سکتے ہیں؟ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ایسے لوگ کچھ سن سکتے ہیں یا سمجھ سکتے ہیں؟ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ تو جانوروں کے مثل ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ اصل راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے چند احکام کے بعد تقویٰ کے نتائج کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

یآ ایھاالذین اٰمنوا ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقاناً و یکفر عنکم سئیا تکم و یغفر لکم واللّٰہ ذوالفضل العظیم.

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم خدا کے لیے تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فرقان (قوت امتیازی یا امتیازی شان) بخشے گا اور تمہارے گناہوں کو تم سے دور کرے گا اور تمہاری بخشش کا سامان کرے گا اور اللہ بڑا ہی صاحب فضل ہے۔

یہ آیت کس قدر مختصر ہے۔ مگر اس میں ایسے اعلیٰ اور عمدہ مضامین بھرے پڑے ہیں جن کا اندازہ بھی مشکل ہے۔ اس آیت کے دو لفظ تقویٰ اور فرقان حقائق کا خزانہ ہیں۔ پہلے تقویٰ اور فرقان کا تعلق سمجھئے۔ تقویٰ درخت ہے اور فرقان اس کا میٹھا اور قیمتی پھل ہے۔ آیت کی تشریح یہ ہے۔ اے ایمان والو! اگر تم خدا سے ڈرو گے اور اس سے ڈر کر اس کے دین و شریعت پر چلو گے اور قوانین فطرت کی پیروی کرو گے اور خدا ہی کے خوف سے اعمال صالح کی طرف پیش قدمی کرو گے اور بدکاریوں سے دور رہو گے۔ تو خدا اس تقویٰ کے صلہ میں تمہیں فرقان بخشے گا۔ یعنی تم میں ایسا جوہر پیدا کردے گا جس کی مدد سے تم حق و باطل میں فرق کرسکو گے۔ نفع اور نقصان کی بات کو پرکھ کر الگ کرسکو گے، تم میں ایک ایسا نور پیدا ہوجائے گا جس کی بدولت تم کہہ دیا کرو گے کہ یہ غلط ہے اور یہ صحیح ہے۔ یہاں فرقان کے معنی امتیازی شان بھی کیئے جاسکتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے متقیوں کو نوع انسان میں ایک امتیازی حیثیت عطا فرمائے گا۔ فضیلت علم میں قوت عمل میں بلندی اخلاق میں سیاسی برتری میں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض ہر شرف و مجد اور ہر فضل و کمال میں وہ ایک نمایاں حیثیت رکھیں گے۔ یہ دوسرے معنی پہلے معنوں کے خلاف نہیں ہیں۔ پہلے معنی تو تقویٰ کا علمی ثمرہ ہیں اور دوسرے معنی عملی ثمرہ ہیں۔ ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ جب تم متقی بن جاؤ گے تو تمہارا علم و عمل امتیازی ہو جائے گا۔ قرآن نے ان دونوں معنوں کو ایک جامع لفظ فرقان سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تقویٰ کے دوسرے فضائل اس طرح بیان کئے گئے ہیں۔

ومن یتق اللّٰہ یجعل لہٗ مخرجاً ویرتقہ من حیث لا یحتسب ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ من امرہ یسراً. ومن ایتق اللّٰہ یکفر عنہ سیاتہ و یعظم لہ اجراً.

ترجمہ: اور جو شخص متقی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے محفوظ رہنے اور بچ نکلنے کا موقع پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایسے طریقوں سے اسے رزق دیتا ہے۔ جن کا اسے تصور تک نہیں ہوتا۔ پھر جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ تو اللہ اس کے گناہ کو اس سے دور کر دیتا ہے اور اس کا اجر و ثواب بڑھا دیتا ہے۔

چونکہ نفس پروری اور نفس پرستی کے خلاف کسی شخص کا متقی ہونا، ہر اصلاح اور نیکی کی بنیاد ہے، اس واسطے آپ دیکھیں گے کہ قرآن نے بار بار اور مختلف طریقوں سے احتیاط کرنے اور بچے رہنے (تقویٰ) کی ترغیب دی ہے۔ کہیں یہ فرمایا کہ خدا کے عذاب اور دوزخ کی آگ سے بچو۔ کہیں یہ حکم دیا ہے کہ اپنے آپ کو شرک سے اور تمام گناہوں سے بچاؤ۔ کہیں اس کی ہدایت فرمائی ہے کہ حکومتوں اور قوموں کے عام فتنوں سے الگ رہو، کہیں یہ حکم ہے کہ جہاد میں سستی کرنے سے بچو اور عورتوں پر ظلم کرنے سے پرہیز کرو۔ ان تمام احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کا مقصد اصلی صرف یہ ہے کہ انسان ہر اس عمل سے دور رہے جو خود اس کو یا دیگر انسانوں کو نقصان پہنچانے والا ہو اور ہر اس چیز سے احتراز کرے جو انسانی زندگی کے شریفانہ مقاصد، عمدہ اغراض اور حصول فضل و کمال کے لیے روک ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے حق نے تقویٰ کی یہ تعریف کی ہے کہ انسان تمام گناہوں سے پرہیز کرے۔ اور نہایت ہی قوت و اہتمام کے ساتھ خدا کی فرمانبرداری میں لگ جائے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس تقویٰ میں کمال حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان ان تمام امور سے پرہیز کرے جن سے اعدائے اسلام کو کچھ بھی مدد مل سکے۔ اور ہر اس کام میں حصہ لے جو حکم اسلام کو بلند کرنے کے لیے کیا جا رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ تقویٰ کی یہ بلندی صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جب کہ کسی شخص کو کتاب و سنت کا، قوانین فطرت کا اور قوموں کے انفرادی اور اجتماعی حالات کا نہایت وسیع اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گہرا علم بھی حاصل ہو۔ قرآن پاک نے تقویٰ کا سب سے بڑا ثمرہ یہ بیان فرمایا ہے کہ متقی کو محض توفیق الٰہی سے فرقان یعنی علم وحکمت کا ایک ایسا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے جس کی مدد سے وہ ہر معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے، ہر دھوکے اور مغالطے کو بھانپ لیتا ہے، خود اس کی طبیعت ہی اس کو راہ دے دیتی ہے کہ یہ کرے اور یہ نہ کرے۔ واقعہ اور معاملہ خواہ کوئی ہو، دینی ہو، دنیوی ہو، تمدنی اور معاشرتی ہو، سیاسی اور حربی ہو، متقی کے دل کی افتاد ہی اس کو صائب راہ پر چلاتی ہے۔ یہی فرقان اور تقویٰ کا ثمرہ ہے۔

تاریخ اسلام بتا رہی ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام نے اپنے حق و عدل اور تدبر و انتظام کی بے مثال نظیریں چھوڑی ہیں، حالانکہ انہیں مروجہ علوم سے کوئی آگاہی نہ تھی۔ یہ سب کچھ ان کے تقویٰ کی برکات ہیں، یہاں تک کہ آج ہمارے زمانے کے محققین مذہب نے بھی ان کے متعلق یہ صاف کہہ دیا ہے کہ صفحات تاریخ پر دنیا کی کوئی بھی قوم اہل عرب کے عدل و اخلاق اور فتوحات کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ درجہ انہیں تقویٰ کی بدولت حاصل ہوا تھا۔ لیکن جب اہل عرب متقی نہ رہے جب اہل عرب طرح طرح کے سیاسی اور غیر سیاسی فتنوں میں مبتلا ہو گئے۔ جن سے قرآن نے روکا تھا تو ان کے فیصلے اور ان کی تدبیریں بھی صائب نہ رہیں ان کی قوتیں ضعیف ہو گئیں۔ ان کی سلطنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں، بلکہ آج تو ساری امت ہی کا یہ حال ہے کہ وہ ہر نوع کے طبقہ سے جاہل ہے اور قوت فرقان سے محروم ہے لیکن پھر بھی ان کا دعویٰ ہے کہ ہم عزت و بلندی کے وارث ہونے والے ہیں۔ اس سے زیادہ یہ کہ مسلمان میں کئی ایسے بے وقوف بھی موجود ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ جب اہل یورپ نے اپنے موجودہ فسق و فجور کے باوجود اس قدر ترقی کر لی ہے تو مسلمان کا فسق و فجور کس طرح مانع ترقی ہو سکتا ہے؟ یہ لوگ گناہ اور بدکرداری کو ترقی کی راہ میں روک نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کی عقل و دانش قابل افسوس ہے۔ دنیا میں کبھی گناہ اور بدکرداری کے ساتھ ترقی اور کمال حاصل نہیں ہوا اس معاملے میں یورپ کی مثال بھی کوئی اثر نہیں رکھتی، اس لیے کہ یورپ ایک طرف اپنے علم وحکمت کی وجہ سے بلند ہوتا ہے تو دوسری طرف اپنی بدکاریوں کے متناسب گر جاتا ہے۔ چونکہ دوسری قوموں میں علم وحکمت کا سخت قحط ہے اس واسطے ان میں عروج کم ہے اور زوال زیادہ ہے۔ بہر حال اہل عرب کی ترقی کا راز یہی تھا کہ انہوں نے تقویٰ سے اپنے نفس کو پاک کیا اور پھر زمین کی وارثت پائی۔ عدل و انصاف کے جھنڈے اٹھائے اور بسیط عالم کو رحم و کرم کے نور سے لبریز کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادات کے ذریعے اعمال کی اصلاح

آپ ہر جگہ قرآن میں دیکھیں گے کہ وہ انسان میں نیک عملی پیدا کرنے کے لیے اعمال صالحہ کے اصولوں اور بنیادوں کو بیان کرے گا اور پھر انہیں بار بار یاد دلائے گا تا کہ نقش پختہ ہو جائے اور دل اس طرف مائل ہو جائے۔

قرآن نے عبادات میں سب سے زیادہ زور نماز اور زکوۃ پر دیا ہے، کیونکہ نماز، انسان کے نفس کو پاک کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ نماز سے خدا کے سامنے عاجزانہ زندگی بسر کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ نماز سے اجتماعی طاقت اور اتحاد عمل کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور زکوۃ سے بخل و طمع کے جذبات دبتے ہیں، غرباء کی مصیبتیں گھٹتی ہیں۔ حاجت مندوں، مجبوروں اور معذوروں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، امیر غریبوں کے ہمدرد بن جاتے ہیں اور قوم میں مساوات اور برابری پیدا ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی فوائد ہیں۔ مثلاً نماز کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

اتل ما اوحی الیک من الکتاب و اقیم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ من الفحشاء والمنکر.

ترجمہ: جس کتاب کو بھیجا گیا ہے، اس کی تلاوت کیجئے اور نماز قائم کیجئے، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

اس طرح سورۃ معارج میں ہے۔

ان الانسان خلق ھلوعاً اذمسہ الشر جزوعاً و اذا مسہ الخیر منوعاً الا المصلین الذین ھم علیٰ صلاتھم دائمون، والذین فی امرالھم حق" معلوم " للسائل و المحروم.

ترجمہ: انسان بہت کم ہمت پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف ہوتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب بھلائی حاصل ہو تو بخل کرنے لگ جاتا ہے۔ بجز نمازیوں کے جو اپنی نماز کے پابند ہیں اور جو اپنی دولت سے سائلوں اور محروموں کا حق نکالتے ہیں۔

زکوۃ کے متعلق ارشاد باری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خذ من اموالهم صدقة تطهر هم و تزاكيهم بها.

ترجمہ: اے رسول! مسلمانوں کے مالوں میں سے صدقہ وصول کر کے ان کے ظاہری حالات اور ان کی باطنی کیفیات کو پاک بنا دیں۔

آپ قرآن میں دیکھیں گے کہ وہ نماز اور زکوۃ کا ذکر تو بار بار کرتا ہے مگر نماز اور زکوۃ کے شرائط اور احکام کی تفصیل بیان نہیں کرتا۔ وہ نہ نماز کی رکعتیں بتاتا ہے، نہ رکوع و سجود کی تعداد بیان کرتا ہے، نہ جنس و مال کی شرح و زکوۃ بتلاتا ہے، کیونکہ یہ چیزیں محض عددی اور حسابی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے روح میں صفائی اور ایمان میں قوت پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے بجائے آپ یہ دیکھیں گے کہ قرآن ہر عبادت کا فائدہ بتائے گا۔ حکمت بتائے گا، روح، حقیقت اور اصول بیان کرے گا۔ کیونکہ عبادت کی روح و حقیقت ہی دراصل اعمال کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

اعمال صالحہ کے بیان میں انجیل پر قرآن کی برتری

شہادت قرآن کے مطابق ہمارا یقین ہے کہ انجیل ہدایت و نور ہے۔ لیکن ہم اس امر کے بھی قائل ہیں کہ انجیل کی ہدایت ایک خاص زمانہ تک محدود تھی، عالمگیر اور دائمی نہ تھی۔ اس کے خلاف قرآن کی تعلیم واقعی ہے، تمام تعلیمات سے زیادہ کامل، جامع اور وسیع ہے۔ ہم اس جگہ دو امور میں انجیل کا قرآن پاک سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔

عیسائیوں کو انجیل کی جس آیت پر ناز ہے، وہ یہ ہے کہ "اپنے دشمنوں سے پیار کرو، جو شخص تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے بایاں گال بھی کر دے۔" لیکن ہمارا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت پر سوائے غلام اور ذلیل لوگوں کے کوئی عمل نہیں کر سکتا۔ یہ تعلیم زبردستوں اور ظالموں پر کمزوروں کے مقابلے میں ظلم و ستم کی ایک شاہراہ کھولتی ہے اور ایک عجیب تماشہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے کو مسیحی کہتے ہیں، وہ اس حکم کے سب سے زیادہ نافرمان ہیں پھر کون کہہ سکتا ہے کہ اس حکم پر تمام دنیا عمل پیرا ہو سکتی ہے؟ اس کے مقابلے میں قرآن پاک کی جو تعلیم ہے وہ یہ ہے۔

وجزاء سيئة سيئة" مثلها فمن عفىٰ و اصلح فاجره' على الله ان الله لايحب الظالمين. ولمن تنصر بعدظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل. انما السبيل على الذين يظلمون الناس و يبغون فى الارض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

-- بغیر الحق اولئک لھم عذاب" الیم ولمن صبر و غفر ان ذالک لمن عزم الامور.

ترجمہ: برائی کا بدلہ برابر برائی ہے، مگر جس شخص نے معاف کر دیا اور آئندہ کے لیے اصلاح کا راستہ بھی صاف کر دیا تو خدا اس کو اجر دے گا۔ خدا ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔ ظلم ہونے کے بعد اگر کوئی شخص اپنا بدلہ لے تو اس پر بھی کوئی الزام نہیں۔ الزام تو صرف ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور حق کے بغیر زیادتی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ زیادتی کرنے والے سے عفو و درگذر وہی شخص کر سکتا ہے جو انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہو۔ پھر اگر ایسا شخص معاف کر دے تو گویا وہ زیادتی کرنے والے پر اپنی برتری ظاہر کرے گا اور اس اخلاقی فتح کا نتیجہ یہ ہوگا کہ زیادتی کرنے والا از خود جھک جائے گا۔ اور آخر کار ان کی عداوتیں، محبت سے بدل جائیں گی۔ اس لیے خدا نے یہ فرمایا ہے۔

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ الدفع بالتی ھی احسن. فاذ الّذی بینک و بینہ عداوۃ" کانہ' ولی" حمیم.

ترجمہ: جواب بہترین طریقہ سے دو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دشمن بھی ایسا ہو جائے گا۔ جیسے کہ ایک مخلص دوست ہے۔

دیکھو! قرآن پاک نے کس خوبی سے عفو و رحم کو بھی قائم کیا ہے اور کس طرح انسان کی مصلحتوں اور عقل و دانش کی حکمتوں کو بھی باقی رکھا ہے؟ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بے مثال اسلامی تعلیم اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ قرآن خدا کی طرف سے ہے؟ کوئی شخص جو سمجھ رکھتا ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

دوسری بات جس پر عیسائیوں کو بڑا فخر و ناز ہے یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے دنیا کے ترک کی اور دولت کی بے رغبتی کی بے حد تاکید فرمائی ہے۔ اور سرمایہ داری کو اتنا مذموم ٹھہرایا ہے کہ اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے نکل جانا آسان، مگر ایک امیر کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تعلیم ایک وقتی اصلاح تھی، کیونکہ اس زمانے کے یہودی مال و دولت کی محبت میں حد سے تجاوز کر گئے تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ان کے اخلاق بالکل برباد ہو چکے تھے انہوں نے دنیا کو پکڑ لیا تھا اور دین کو بالکل چھوڑ دیا تھا، لیکن اسلام تمام انسانوں کا عالمگیر اور دائمی دین ہے اور اس کے تمام احکام، انسانوں کے دینی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دنیوی مصالح کے ضامن ہیں۔ لہٰذا اس نے مال کی مذمت تو ضرور کی ہے مگر اس وقت جب کہ اس کے کمانے میں یا خرچ کرنے میں ظلم کی راہ اختیار کی جائے۔ مال اگر ظلم سے، مکرو فریب اور ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے اور پھر اسے گناہ میں اور شہوت پرستیوں میں صرف کیا جائے تو بے شک ایسا مال اسلام کے نزدیک ایک لعنت ہے۔ لیکن اگر مال جائز طریقہ سے کمایا جائے اور غریبوں پر، قوم کی فلاح و ترقی پر اور خدا کی راہ میں صرف کیا جائے تو پھر قرآن کہتا ہے کہ ایسا مال ایک نعمت ہے بلکہ تقرب خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

یہی باتیں ہیں، جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ قرآن، اللہ کی طرف سے ہے، کیونکہ قرآن کی تعلیم کامل ہے اور پہلی تعلیموں سے وسیع۔ قرآن کی یہ تعلیم ایک ایسی وحی ہے جس نے دین کے تمام گوشوں کو مکمل کر دیا ہے۔ اس تعلیم کی بلندی اور برتری کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک ان پڑھ آدمی نے یہ تمام باتیں اپنے دل سے گھڑ کر دنیا کے سامنے پیش کر دی ہیں۔

میں ایک آخری بات کہنی چاہتا ہوں۔ یہ بات ایسی ہے کہ میں اپنی زندگی کے تمام واقعات کو بھول سکتا ہوں، لیکن فضائل اسلام کے سلسلے میں اس ایک بات کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ یہ بات میرے کسی استاد کا قول ہے، نہیں یہ طرابلس شام کے ایک مقتدر عیسائی کا قول ہے۔ یہ شخص جرمنی کا سفیر تھا۔ میں اس زمانے میں بالکل نوعمر تھا اور سفیر مذکور کے پاس اپنی ایک مالی ضرورت کے لیے گیا تھا۔ ضروری باتوں سے فارغ ہو جانے کے بعد سفیر مذکور نے قومی، وطنی اور ترقیات حاضرہ کے مسائل پر گفتگو شروع کر دی۔ جب میں نے یہ بتایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا سبب یہ ہے کہ وہ اسلام کے اصولوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں تو سفیر نے میرے خیال کی تصدیق کی اور کہنے لگا۔

> ''بے شک! اسلام کے فضائل پہاڑوں کی طرح مستحکم اور بلند ہیں، لیکن تم لوگوں نے انہیں اس طرح زمین کے اندر دفن کر دیا ہے کہ آج ان کا پتہ تک نہیں چلتا۔ اس کے خلاف ہم عیسائیوں کے پاس کچھ بھی شے موجود نہیں ہے لیکن پھر بھی ہم اس کی اشاعت و تبلیغ میں اس قدر مصروف اور سرگرم رہتے ہیں کہ آج وہ تمام دنیا پر چھا گئی ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت قرآن کی روشنی میں

اہل عرب عموماً نبوت ورسالت کے قائل نہ تھے بلکہ اس عقیدہ کا بہت سختی سے انکار کرتے تھے۔ البتہ جو لوگ اس کو مانتے تھے وہ دین ابراہیمی کے پیرو تھے یا یہودیوں اور عیسائیوں کی صحبت میں پڑ کر عیسائی یا موسائی ہو چکے تھے۔ مگر ایسے لوگ بہت کم تھے۔ زیادہ تعداد انہیں کی تھی جو منکر تھے۔ ان لوگوں کے انکار کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کی عقل میں یہ بات نہیں سماتی تھی کہ جب تمام آدمی انسانی حاجات وضروریات میں برابر ہیں تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا کسی کو رسالت کے لیے منتخب کرے اور کسی کو چھوڑ دے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی گمراہی

اس بارے میں یہود کی گمراہی بھی کچھ کم نہ تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدا بنی اسرائیل کے سوا کسی قوم کو نبوت نہیں بخشتا۔ اس نے یہ دولت محض بنی اسرائیل کے گھرانے میں محدود کردی ہے۔ ان کے خیال میں بقیہ انسان خدا کی اس رحمت اور نعمت کے مستحق نہ تھے۔ اس بے بنیاد اور فاسد عقیدہ کے علاوہ انہوں نے انبیاء کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کی تھیں جو معمولی انسانوں کے لیے بھی نازیبا ہیں۔ انہوں نے کسی نبی کو مکار قرار دیا، کسی کو حیلہ گر قرار دیا، کسی کو جھوٹا کہا۔ کسی کے متعلق یہ کہا کہ اس نے خدا سے کشتی لڑی تھی وغیرہ وغیرہ۔

عیسائی بھی نبوت کے متعلق نہایت باطل خیالات اور گمراہ کن عقائد رکھتے تھے یہودیوں کی طرح یہ بھی کسی غیر اسرائیلی شخص کا نبی ہونا ناممکن خیال کرتے تھے۔ اگرچہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہونا صرف انبیاء کی شان ہے مگر عیسائی، اس وصف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں، شاگردوں، ولیوں اور راہبوں کو شامل کر لیتے تھے۔ ان کی عبادت بھی کرتے تھے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ بعض خاص حواریوں نے مصیبت کے وقت مسیح علیہ السلام کا انکار کر دیا تھا۔ اور بعض نے ان کو دشمنوں کے حوالے کر دیا تھا۔ یہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کا فرمان بھی نقل کرتے تھے کہ خود انہوں نے اپنے حواریوں سے کہہ دیا تھا کہ تم سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج کی رات مجھ سے انکار کر جاؤ گے۔

ان مخصوص باطل خیالات کے علاوہ یہ دونوں گروہ اس بنیادی گمراہی میں متفق تھے کہ خدا کے سواء مذہبی عالموں، درویشوں اور پادریوں کو بھی یہ اختیارات حاصل ہیں کہ دین کے قوانین بنائیں، عبادتیں مقرر کریں، جس چیز کو چاہیں، حلال کر دیں اور جس چیز کو چاہیں حرام قرار دے دیں، اس طرح یہ لوگ خدا سے ہٹ رہے تھے اور انسانوں کو اپنا رب قرار دے رہے تھے۔ ان تصریحات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ عقائد ایک طرف تو خدا سے انکار، اس کے عدل سے انکار اور اس کی رحمت عامہ سے انکار کو لازم ہیں اور دوسری طرف یہی عقائد انسانوں کے اعمال، اخلاق اور افکار کو پستی کی طرف لے جانے والے ہیں اور تمام انسانوں کو خدا کی غلامی سے نکال کر چند غیر معصوم انسانوں کی غلامی میں مقید کر دینے والے ہیں۔ دنیا انہیں گمراہیوں کا شکار تھی کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل فرما کر ان تمام ضلالتوں کا قلع قمع کر دیا۔

ہر ہر قوم میں انبیاء کی آمد

پیغمبر اسلام نے فرمایا، نبوت کسی ایک قوم اور خاندان سے مخصوص نہیں بلکہ خدا کا قانون تو یہ ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُ واللّٰہ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ.

ترجمہ: بے شک، ہم نے ہر ایک قوم میں رسول بھیجے جن کا پیغام یہ تھا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔

دوسری آیت ملاحظہ ہو۔

اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ بِالْحَقِّ بَشِیراً وَ نَذِیراً وَّاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر.

ترجمہ: اے نبی! ہم نے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر حق کے ساتھ بھیجا ہے اور کوئی بھی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ بھیجا گیا ہو۔

یہودی اور عیسائی اور دیگر اقوام کے مذہبی پیشوا، خدا بنے ہوئے تھے اور لوگوں پر حکم چلاتے تھے مگر اسلام نے ایک ایسا قانون بنایا جس سے تمام انسانوں کی عزت کا درجہ بلند ہو گیا۔ اسلام نے کہا، شریعت کے بنانے اور مقرر کرنے کا حق صرف خدا کے لیے مخصوص ہے۔ خدا نے انسانوں کی گردنیں چند مخصوص آدمیوں کے قبضہ میں نہیں دے دیں کہ وہ جس طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیں ان پر حکمرانی کرتے رہیں۔ اسلام نے رسولوں کی شان صرف یہ بتائی کہ وہ صرف خدا کے حکموں کو پہنچانے والے اور پھیلانے والے ہیں۔ ان کے احکام خود ان کے ذاتی احکام نہیں ہوتے ہیں اس لیے نبیوں کی اطاعت کسی شخص واحد کی غلامی کا سوال نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف اللہ کے حکموں کی غلامی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نہایت ہی صاف الفاظ میں یہ حکم بھی دے دیا گیا کہ کسی بھی نبی یا بزرگ کی عبادت جائز نہیں ہے۔ اور اس طرح تمام عقلی و روحانی غلامیوں کا خاتمہ کر دیا گیا جن میں تمام مذہبی قومیں گرفتار تھیں۔

چونکہ شخصیت پرستی کی گمراہی دنیا میں بہت عام تھی۔ چند لوگ خدا بنے ہوئے تھے اور باقی ساری مخلوق سے حیوانات کی طرح اطاعت کرائی جاتی تھی۔ انتہا یہ ہے کہ اگر چہ خدا کے نبی، خدا کی مخلوق کو اس مخلوق پرستی سے نجات دلانے کے لیے آئے تھے مگر مخلوق نے خود ان نجات دلانے والوں کو بھی پوجنا شروع کر رکھا تھا۔ اس واسطے قرآن نے اپنے صفحات میں بار بار اس گمراہی کا ذکر کیا ہے۔ اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو اس گمراہی سے روکا ہے اور پیغمبروں کی صحیح حیثیت کو ظاہر کیا ہے۔ کہیں یہ لکھا ہے کہ رسول بھی انسان ہوتے ہیں۔ کہیں یہ لکھا ہے کہ خود رسول بھی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اور اس کی اطاعت کرتے ہیں کہیں یہ لکھا ہے کہ رسول کا کام صرف پہنچا دینا ہے۔ قرآن میں اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں جن میں رسولوں کی صحیح حیثیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی آخری صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحىٰ اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا.

ترجمہ: اے نبی! آپ لوگوں کو کہہ دیں کہ میں تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں۔ ہاں مجھ پر وحی ضرور آتی ہے تمہارا خدا تو دراصل ایک ہی خدا ہے، پس جو شخص اپنے پروردگار سے ملنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اسی طرح تمام نبیوں کے بابت سورۃ کہف کے وسط میں بیان فرمایا:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ.

ترجمہ: ہم رسولوں کو اس مقصد کے لیے بھیجتے ہیں کہ وہ لوگوں کو نیک اعمال کے نتائج کی خوشخبری دیں اور برے اعمال کے انجام سے ڈرائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں صراحت ہے کہ انبیاء خدا کی رحمتوں کی بشارت دینے والے اور خدا کے عذاب سے ڈرانے والے ہوتے ہیں، یہ نہیں کہ تمام عالم کا ان کو مختار بنادیا جاتا ہے کہ جس کو چاہیں نفع پہنچائیں اور جس کو چاہیں نقصان دیں یہ بھی نہیں کہ خدا کے ارادہ میں ان کا کوئی دخل ہو کہ جو کچھ یہ چاہیں، خداوند تعالیٰ وہی کرے۔ اس حقیقت کو آخری طور پر نمایاں کرنے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ الفاظ ذیل میں اپنی صحیح حیثیت کا اعلان کردیں:۔

قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعاً وَّلَا ضَرّاً اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ . اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ.

ترجمہ: اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں تو اپنی ذات کے لیے بھی نہ نفع کی قدرت رکھتا ہوں نہ نقصان کی، سوائے اس کے کہ جو کچھ خدا چاہے۔ اگر میں غیب کی خبریں جانتا تو بہت سا نفع حاصل کرلیتا اور مجھے (کبھی گزند یا نقصان نہ پہنچتا) خلق خدا کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ میری حیثیت صرف یہ ہے کہ میں ایمان والوں کو (نیکی اور برائی کے نتائج کی) بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

واقعات سیرت میں آپ دیکھیں گے کہ اس مضمون کو حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے اپنے عمل سے، اپنے اخلاق سے، اپنی عاجزی و بندگی سے بے شمار موقعوں پر ظاہر فرمایا ہے اور اسے اتنا واضح کردیا ہے کہ کسی کے لیے ان آیتوں کے خلاف کسی قسم کی تاویل کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی اور یہی سبب ہے کہ بعض روشن خیال آزاد دماغ فرنگی علماء نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھ دیا ہے کہ "جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ عیسائیوں کی کل گمراہی اور رسوائی اس پر ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا قرار دے دیا تو انہوں نے صرف اس پر بس نہیں کیا کہ اپنے کو محمد رسول اللہ کہلائیں، بلکہ یہ حکم بھی دے دیا کہ لوگ انہیں خدا کا بندہ بھی کہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

عیسائی مذہب میں وقتاً فوقتاً جو تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ نہایت عجیب وغریب ہیں اور یہی تبدیلیاں مذہب عیسوی کی کمزوری اور بے بسی پر بھی پوری پوری روشنی ڈالتی ہیں۔ عیسائیوں میں سب سے پہلی کمزوری جو ہوئی یہ تھی کہ ان میں فرقہ بندی کی وبا پھیلی اور ان کا کوئی متحدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعتی نظام باقی نہ رہا۔ اب قسطنطین بادشاہ نے یہ منصوبہ باندھا کہ ان کو کسی نہ کسی طرح متحد کیا جائے اور ان کی حالت کو سنورا جائے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ دین کی اصل بنیادوں کو قائم کرتا مگر اس کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اصلاح اور اتحاد کی بجائے قوم پر گمراہی کے کئی نئے دروازے کھل گئے، یہاں تک کہ عیسائی قوم عقیدہ توحید سے بھی جو تمام مذہبوں کی روح تھی، بیگانہ ہوگئی اور ان کے گرجے بت پرستوں کی طرح مجسموں اور تصویروں سے بھر دیئے گئے۔ عیسائی مذہب میں کئی رومی قوانین جاری ہوگئے۔ پھر اس واقعہ کے بعد رومی اور یونانی پادریوں اور راہبوں نے ایسے ایسے عقائد تراشے اور ایسی عبادتیں اور رسمیں ایجاد کیں، جن کا کتاب موسیٰ (تورات) میں کہیں وجود تک نہ تھا اور یہ تمام من گھڑت چیزیں اصلاح کے بہانہ سے دین عیسوی کا جز بن گئیں۔ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کا کچھ خیال نہ کیا کہ ''میں کتاب موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس کو پورا کرنے کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔'' عیسائیوں نے اس کی پوری مخالفت کی اور حضرت مسیح علیہ السلام نے زہد، ترک مال، نفس کشی اور عدل و انصاف کی جو جو کچھ تعلیم دی تھی اس کو بالکل پس پشت ڈال دیا اور بدعملی کے میدان میں یہودیوں سے بھی بازی لے گئے۔

جب حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور سارے عالم کے سامنے سچا مذہب رکھا تو انصاف پسند یہودی اور عیسائی آپ کے امتی بننے لگے کیونکہ وہ جان گئے کہ سچا مذہب اور وہ دین جو تمام انبیاء کا تھا، حضرت اسی کو پیش فرما رہے ہیں۔ دین اسلام کے اس غلبہ کو دیکھ کر اہل یورپ کے دل میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے اسلام اور تعلیمات محمدی صلی اللہ علیہ سلم کی خوب خوب مخالفت کی لیکن اس سے خود عیسائیت کی بنیادیں ہل گئیں اور اسلام کے اثر سے پروٹسٹنٹ طبقہ پیدا ہوگیا جس نے عیسائیوں کی تمام تاریک خیالیوں اور وہم پرستیوں کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ چنانچہ بے شمار لوگ اس فرقہ کے پیرو ہوگئے۔ یہ لوگ نہ تو مسیح علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں نہ عہد نامہ قدیم و جدید کے محفوظ ہونے کے قائل ہیں۔ یہ فرقہ رومن کیتھولک لوگوں سے اکثر اس مسئلہ پر مناظرہ کیا کرتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا نہیں تھے۔

موجودہ زمانہ میں دین عیسوی دو طرفہ مصائب میں مبتلا ہے۔ ایک طرف تو اس پر بالشویک اور لامذہبوں کا حملہ ہے جو اس کو فضول سمجھ کر مٹا دینا چاہتے ہیں جیسا کہ روس میں ہو رہا ہے۔ دوسری طرف جرمنی کی نئی تحریک ہے جو شخصیت پرستی اور قدیم بت پرستی کو رواج دے رہی ہے اور اس طرح عیسائیت کو جلاوطن کرنے میں سرگرم ہے۔ یہ دونوں چیزیں اس امر کی دلیل ہیں کہ اب عیسائیت میں اتنی قوت باقی نہیں ہے کہ وہ دنیا کے فتنوں اور مخالف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریکوں کا مقابلہ کر سکے۔ ہاں! ان تمام مخالفتوں کا مقابلہ صرف ایک ہی دین کر سکتا ہے۔ اور وہ اسلام ہے۔

مسئلہ شفاعت

نزول قرآن سے پہلے مسئلہ شفاعت بھی شرک و گمراہی کا ایک بڑا سبب تھا۔ مشرکین، یہود و نصاریٰ عام طور پر اپنے معبوں اور پیغمبروں کو خدا کے ارادہ میں دخیل سمجھتے تھے اور یہ یقین رکھتے تھے کہ یہ بت یا پیغمبر خدا سے جیسی شفاعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ویسا ہی کام کر دیتا ہے۔ اس عقیدہ کی وجہ سے ان اقوام میں بتوں اور پیغمبروں کی کھلے بندوں پوجا کی جاتی تھی۔ قرآن پاک نے اس عقیدہ باطل کی تردید کی اور صاف صاف کہہ دیا کہ شفاعت کا معاملہ سراسر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور بلا خدا کی اجازت کے کوئی شخص کسی شفاعت کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ فرمایا:۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ اِلَّا مَنِ ارْتَضىٰ وَهُمْ مِنْ خَشْيَةِ مُشْفِقُونَ.

ترجمہ: خدا ان کے آگے اور پیچھے سب کا علم رکھتا ہے۔ وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر جس کے لیے وہ راضی ہو اور وہ لوگ خدا کے ڈر سے ڈرتے ہوں گے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآن کی شفاعت (منشائے الٰہی کے مطابق کسی کی شفاعت کرنا) شفاعت کے اس عقیدہ سے بالکل الگ ہے جو مشرکین اور نصاریٰ اپنے معبودوں کے لیے ثابت کرتے تھے۔

تمام پیغمبروں پر ایمان

رسولوں اور پیغمبروں پر ایمان لانے کے بارے میں قرآن پاک کا جو حکم ہے، وہ اتنا عالمگیر اور صلح کل ہے جس کی نظیر کسی مذہب میں بھی نہیں مل سکتی۔ قرآن پاک کا یہ حکم نہیں ہے کہ تم بعض رسولوں پر ایمان لاؤ اور بعض کو چھوڑ دو، بلکہ اس کا حکم ہے کہ تم تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور سب کی تعظیم کرو۔ کیونکہ یہ نبیوں کی ساری جماعت خدا کی طرف سے بندوں کی اصلاح کے لیے آتی ہے اور یہ سب خدا ہی کے حکموں کی تبلیغ کرتے ہیں۔ لہٰذا ان میں کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کا انکار کرو گے یا کسی ایک کی توہین کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ سورۃ بقر کے آخر میں ہے:۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ.

ترجمہ: جو کچھ پروردگار نے اتارا ہے۔ خود رسول بھی اس پر ایمان لایا ہے اور مومن لوگ بھی ایمان لائے ہیں، خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اور وہ سب یہی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔

پھر سورۃ نساء میں صاف طور پر یہ فرمادیا گیا ہے کہ رسولوں پر ایمان لانے میں تفریق کرنی صریح کفر ہے اور اصل اور سچا ایمان یہی ہے کہ بلا کسی تفریق کے سب پر ایمان لایا جائے۔

تمام رسولوں پر بلا تفریق ایمان لانے کے عقیدہ کی بنیاد یہ ہے کہ خدا کا دین، جس کی تمام نبیوں نے تبلیغ کی دراصل ایک ہی دین ہے۔ اس دین کے بنیادی اصولوں میں کوئی فرق نہیں، مقصد میں کوئی اختلاف نہیں سب کے سب خدا کی توحید، عمل صالح اور عقیدہ قیامت پر متفق ہیں اور انہی امور کی خلق خدا کو دعوت دیتے ہیں۔ ہاں اگر فرق ہے تو محض فروع میں فرق ہے مثلاً عبادتوں کے طور طریقے میں، ظاہری اعمال میں، قربانی وغیرہ کی رسوم میں سزا کی صورتوں میں، اور یہ اختلاف بھی یوں ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے رفتار زمانہ کے مطابق اور لوگوں کی استعداد کے موافق عبادت کے طریقے اور ظاہری زندگی کے رسوم مقرر فرمائے اور لوگوں کی اصلاح جس طرح ہو سکتی تھی، ویسی ہی شریعت مقرر کی گئی اور یہ سب کچھ بالکل اسی طرح ہوا جس طرح کہ ایک مرکزی حکومت کے ہوتے ہوئے بھی مختلف صوبوں میں مختلف قانون جاری رہتے ہیں پھر خدا تعالیٰ نے سب کے آخر میں اپنے اس آخری مکمل قانون کو بھیجا جو تمام دنیا کے لیے تھا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کافی تھا اور جو ہر زمانہ میں تمام انسانی ضروریات کو پورا کر سکتا تھا۔ اور ہر مزاج اور ہر طبیعت کے لیے یکساں طور پر مفید تھا۔ اسی قانون کا نام اسلام ہے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔

اس حقیقت کو معلوم کر لینے کے بعد یہ سمجھ لینا بالکل آسان ہے کہ اگر کوئی شخص بعض رسولوں پر ایمان لاتا ہے اور بعض کا انکار کرتا ہے تو وہ دراصل اپنی خواہش کا بندہ ہے۔ اصلی ایمان سے بیگانہ ہے اور دین کی حقیقت سے بے خبر ہے کیونکہ وہ خدا کے قانون مساوات میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خادمان قانون الٰہی کی صفتوں میں تفریق پیدا کرتا ہے۔ قرآن کے ہاں اس چیز کا نام ایمان نہیں بلکہ کفر ہے۔

آج سارے عالم میں اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو تمام رسولوں کی تصدیق کرتا ہے اور سب پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔ برخلاف اس کے ہندوؤں اور مجوسیوں کی تنگ نظری دیکھئے کہ وہ سوائے اپنے مخصوص دیوتاؤں کے اور کسی کو ماننے کے لیے تیار نہیں یہودیوں اور عیسائیوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور خاندان میں رسالت کا آنا تسلیم نہیں کرتے۔ البتہ مسلمان، قرآنی تعلیم کے مطابق اس کا یقین رکھتے ہیں کہ خدائے رب العالمین نے تمام قوموں میں انبیاء کو مبعوث فرمایا ہے ان میں بہتوں کا ذکر قرآن میں ہے اور بہتوں کا نہیں ہے۔ اپنی اس مخصوص تعلیم سے اسلام نے تمام انسانوں کی گردنوں کو بلند کر دیا ہے۔ کیونکہ اس نے خدا کی رحمت خاصہ (نبوت) کا مستحق تمام قوموں اور جماعتوں کو بتایا اور کہا کہ خدا کی یہ رحمت تمام دنیا پر برس چکی ہے۔ تنگ نظروں کی طرح اس نے خدا کی اس مہربانی کو خاندان بنی اسرائیل یا ہندوستان کی چار دیواری تک محدود نہیں کیا۔

اسلام نے اس وسیع اور غیر متعصبانہ ہدایت کی وجہ سے تمام انسانوں میں باہمی خلوص و محبت، الفت و ہمدردی اور بھائی چارگی کا راستہ کھول دیا ہے۔ اس بیان کے بعد یہ حقیقت بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ ایک سچا مسلمان تمام رسولوں کا اور تمام مذہبی فرقوں کا دین و دنیا میں نہایت ہی سچا دوست ہے۔

امت محمدیہ کی یہی وہ اعلیٰ فضیلت ہے جس کی بنا پر وہ تمام امتوں کے لیے گواہ بنائی گئی اور تمام اقوام عالم میں درجہ امامت کی مستحق قرار پائی چنانچہ خدا کا ارشاد ہے۔

وَكَذَالِكَ جَعَلْنَا كُمْ اُمَّةً وَّ سطاً لِتَكُو نُو اشُهَدَاءَ عَلى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا.

ترجمہ: اور ایسے ہی ہم نے تم کو ایک معتدل جماعت بنایا تا کہ تم تمام لوگوں پر گواہ ہو اور رسول اللہ تم پر گواہ ہوں۔

مسلمانوں کا جماعت عادلہ ہونا اس طرح ظاہر ہے کہ وہ تمام نبیوں پر ایمان لائے ہیں اور تمام نبیوں کی جو بنیادی تعلیم توحید، عمل صالح، عقیدہ قیامت کو اپنے مذہب کی حقیقی روح جانتے ہیں۔ مسلمانوں کے تمام اقوام عالم کے لیے گواہ بنائے جانے کا مفہوم بھی یہی ہے کہ وہ تمام دنیا کو اس دین کی طرف بلاتے جو تمام نبیوں کا دین ہے۔ لہٰذا وہ سب پر گواہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام قوموں سے اتحاد کا ایک اہم سبق

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے جس کی گواہی قرآن پاک بھی دے رہا ہے کہ انبیا کے رتبے آپس میں مختلف ہیں۔ بعض انبیاء بہت اونچے مرتبہ تک پہنچے جہاں تک کہ بعض دوسرے انبیاء نہیں پہنچ سکے اور اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ جو پیغمبر، بندوں کے لیے جتنا زیادہ مفید ثابت ہوا ہے اور جس کی ہدایت کا حلقہ جتنا زیادہ وسیع تھا اور جس نے راہ حق میں جتنی زیادہ تکلیف اٹھائی، اسی قدر اس کا درجہ و رتبہ بلند ہوا ہے، نبیوں کے اس فرق مراتب کے بارے میں قرآن پاک کا بیان حسب ذیل ہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ و. اٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ.

ترجمہ: بعض پیغمبروں کو ہم نے بعض پر فضیلت دے دی ہے، بعض سے خدا نے کلام کیا، بعض کے درجے بلند کر دیئے ہیں اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے نشانیاں دیں اور روح القدس سے ان کی تائید کی ہے۔

پھر اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی ہر طرح کے عقلی و نقلی دلائل سے واضح ہو چکی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں، رحمتہ العالمین ہیں اور دین کامل کے لانے والے ہیں، مگر باوجود ان تمام فضیلتوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیا ہے۔ ''لاتفضلوا بین الانبیاء۔ یعنی تم نبیوں میں بعض کو بعض پر فضیلت نہ دو۔'' آپ کا یہ فرمان ایک خاص واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک یہودی نے ایک مسلمان کے سامنے یہ کہا ''قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت بخشی۔'' یہ جملہ سن کر اس مسلمان کو تاب نہ رہی اس نے یہودی کو طمانچہ لگا دیا۔ یہودی پیغمبر اسلام کے پاس فریادی ہوا تو آپ مسلمان پر بہت خفا ہوئے اور آپ نے حضرت موسیٰ کی بہت سی فضیلتیں بیان فرمائیں اور اسی سلسلے میں یہ بھی فرمایا کہ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ کوئی نبی حضرت یونسؑ سے زیادہ افضل ہے۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ۔ پیغمبروں کو آپس میں ایک دوسرے پر ترجیح نہ دو۔ بعض جگہ حضور ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یہ ارشاد مروی ہے۔ لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَىٰ۔ مجھ کو موسیٰ علیہ السلام پر فوقیت نہ دو۔ حضور ﷺ نے یہ جو کچھ بھی ارشاد فرمایا، ظاہر ہے کہ اس کی اصل غرض یہ تھی کہ مسلمان کسی نبی کی کسی قسم کی تنقیص نہ کریں، کسی کی شان کو نہ گھٹائیں، کسی کی شان میں بے ادبی نہ کریں، بلکہ اپنے پیغمبر کی تعریف میں بھی زیادہ مبالغہ وغلو سے کام نہ لیں تاکہ یہ امر مختلف فرقوں اور امتوں میں پھوٹ ڈالنے کا سبب نہ بن جائے۔ کیونکہ جب بھی کوئی فرقہ اپنے نبی کی تنقیص کو سنے گا تو یقیناً اس کے دل میں دشمنی پیدا ہوگی، قوموں کے بین الاقوامی تعلقات بگڑ جائیں گے۔ اور امن واتحاد کا دامن پارہ پارہ ہو جائے گا۔

پیغمبروں کے تائیدی نشان (معجزات)

وہ خاص نشانیاں جو رسولوں کو خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہیں عیسائی انہیں عجائب سے تعبیر کرتے ہیں اور ہمارے علماء انہیں معجزات کہتے ہیں اور قرآن میں ان کا نام آیات (نشانیاں) ہے، اس بارے میں اسلام کا خاص امتیاز یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کی مادی نشانیوں کے مقابلہ میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عقلی معجزہ، زندہ اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ، قرآن کریم ہے۔ یہاں ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ انسانوں کو معجزات کے بارے میں جس قدر گمراہیاں لاحق ہوگئی تھیں، اسلام نے ان کو کس کس طرح اصلاح کی اور کس طرح انسانوں کو ایمان کے اس بلند رتبہ تک پہنچایا جو صحیح عقل اور یقینی علم کے موافق اور قوانین قدرت کے مطابق ہے۔ اس بحث سے پہلے ہم خدائی نشانیوں کی تقسیم اور تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں۔

آیات الٰہی کے دو اقسام

دنیا کے تمام کاموں میں قدرت خداوندی کا نظام دو طرح سے ہے ایک وہ نظام قدرت ہے جو عام طریقہ سے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً دن کے بعد رات کا آنا، سورج کا نکلنا، ستاروں کا چمکنا، زمین سے پودوں اور درختوں کا اگنا، ماں باپ کے ذریعہ بچوں کا پیدا ہونا اور اسی قسم کا تمام نظام عالم جو بہت عام اور وسیع ہے۔ یہ نظام خدا کی عظیم الشان قدرت وارادہ، اس کے غیر محدود علم وحکمت اور اس کے وسیع فضل ورحمت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ نظام خدا کی معرفت کی عام نشانی ہے۔

دوسرا نظام قدرت وہ ہے جو عام طریقوں اور عادتوں سے ہٹا ہوا ہوتا ہے لیکن اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہور بہت کم اور خدا کے خاص خاص بندوں کے واسطے سے ہوتا ہے۔ اس خاص نظام کے ذریعہ دنیا میں جو حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوتے ہیں، انہی کو معجزات کہا جاتا ہے۔ یہ نظام خدا کے پہچاننے اور اس کی قدرت کو جاننے کی خاص نشانی ہے۔ اکثر لوگوں کے دماغوں پر خدا کی خاص نشانیاں بہت زیادہ اثر ڈالتی ہیں۔ کیونکہ انہیں دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ خدا کے اختیار میں سب کچھ ہے اور یہ کہ اس کارخانہ عالم میں جو طریقے رائج ہیں، خداوند تعالیٰ ان کا مقید نہیں ہے بلکہ یہ سارا عالم اور اس کا نظام خدا ہی کے ہاتھ میں ہے، اسی کے اشارہ پر چل رہا ہے اور جب خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنی قدرت کا کوئی بڑا کرشمہ دکھلائے تو ایسی ایسی نشانیاں ظاہر کرتا ہے جو روز مرہ کے طریقوں اور عادتوں سے ہٹی ہوئی ہوتی ہیں اور جنہیں دیکھ کر سرکش لوگوں کے سر بھی خدا کی بارگاہ میں جھک جاتے ہیں اور منکروں کے دلوں میں بھی ایمان کی کرنیں جلوہ گر ہو جاتی ہیں۔

اگر خدا کے لیے یہ اختیار نہ مانا جائے تو اس دنیا کی مثال بالکل اس بے جان مشین جیسی ہوگی، جو اپنے ان کل پرزوں پر گھومتی رہتی ہے جن کا نہ کوئی ارادہ ہے اور نہ کوئی علم ہے۔ حالانکہ یہ وسیع عالم اور اس کا حیرت انگیز نظام، کھلے ہوئے طور پر اس کی شہادت دے رہا ہے کہ سب کا سب نظام کسی قادر مطلق، مختار مطلق، علیم وخبیر ذات کے قبضہ میں ہے۔ ان قوتوں اور مادوں کے تابع ہرگز نہیں جن میں نہ احساس ہے نہ ارادہ، نہ علم ہے نہ قدرت۔

ملحدوں، دہریوں اور فلسفیوں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ اس عالم کا پیدا کرنے والا اور اس نظام کو برقرار رکھنے والا کوئی نہیں ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے سب مادہ کی قوت کا نتیجہ ہے، وہ اس کو علت فاعلی کہتے ہیں اور اس نظام کو (نظریہ میکانیک) سے تعبیر کرتے ہیں اور جب انہیں دنیا میں کوئی حیرت انگیز اور خلاف عادت واقعہ نظر آتا ہے تو وہ محض عقل سے اس کا کوئی نہ کوئی مادی سبب بتا دیتے ہیں اور جب اس کی کوئی وجہ ان کے قیاس میں نہیں آتی تو اسے فلتات طبیعہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے عام طور پر ظاہر ہونے والے واقعات کی جو فلسفی یا وہمی علتیں تراش لی ہیں انہیں پر وہ غیر معمولی واقعات کی بنیادیں بھی رکھ دیتے ہیں۔ اور جہاں ان کے دماغ عاجز رہ جاتے ہیں وہاں عموماً یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس حیرت انگیز واقعہ کی مادی علت ضرور ہے۔ اگر آج ہم اس سے واقف نہیں تو کل ضرور ہو جائیں گے۔ آپ اس نظریہ کو سامنے رکھ کر ایک دہریہ اور ایک مومن صادق کی ذہنیتوں میں جو فرق ہے، اس کا اندازہ لگائیں۔ ایک دہریہ کا منتہائے نظر ہمیشہ مادہ ہی مادہ ہے۔ وہ عاجز ہو کر بھی ہمیشہ اپنی عقل وفہم کی تمام قوتوں کو مادہ کے سامنے جھکا دیتا ہے۔ اور اسی کو اپنا معبود وقرار دیتا ہے، حالانکہ اس مادہ میں نہ روح ہے نہ حس، نہ علم نہ عقل ہے، نہ ارادہ واختیار، بخلاف اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مومن صادق اس نظام عالم کی آخری علت خدا کو قرار دیتا ہے۔ وہ دنیا کے ہر انقلاب اور ہر عجیب واقعہ کا سبب خدا کی مشیت و ارادہ کو بتاتا ہے اور اس طرح وہ اپنی شریف عقل اور معزز پیشانی۔ اس ذات کی چوکھٹ پر جھکاتا ہے۔ جو قادر مطلق ہے ''حی لایموت'' ہے اور عالم الغیب والشہادہ ہے۔

عالم مادی و عالم روحانی

مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ہماری اس مادی دنیا کے علاوہ ایک روحانی دنیا بھی ہے، جس سے فرشتوں کا خاص تعلق ہوتا ہے۔ یہ فرشتے حکم الٰہی کے مطابق بہت سے دنیاوی کاموں کو انجام دیتے رہتے ہیں۔ اگر چہ اس عالم روحانی یا عالم ملائکہ کا نظام ہمارے مادی نظام سے بالکل جداگانہ ہے مگر انسان کی ذات ان دونوں عالموں کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ کیوں کہ انسان کے بدن اور اس کی ضروریات زندگی کا تعلق مادی عالم سے ہوتا ہے اور اس کی روح کا تعلق عالم الغیب و روح سے ہوتا ہے۔ جب تک انسان اس مادی زندگی میں گرفتار ہے۔ اس وقت تک عالم غیب اور اس کا نظام اس سے پوشیدہ رہتا ہے۔ لیکن جب اس کی روح اس خاکی بدن سے آزاد ہو جائے گی۔ اس وقت عالم غیب کا نظام اس کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔ یہ قاعدہ عام انسانوں کے متعلق ہے۔ لیکن خدا کے بعض بندے مخصوص بندے مثلاً انبیاء و مرسلین اسی عالم مادی میں رہ کر عالم ارواح ملائکہ سے متصل رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام و اسرار کو فرشتوں کے واسطہ سے اور کبھی بلاواسطہ حاصل کر کے انہیں خدا کے بندوں میں پھیلاتے ہیں۔ اسی عالم غیب کے تعلق کی بنا پر ان کے متبرک ہاتھوں سے خدا کی ایسی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جو اس عالم مادی کے عام طریقوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ لیکن سنت الٰہی و رغبت کے قوانین کے عین مطابق ہوتی ہیں۔ ان نشانیوں سے انبیاء کا تقرب اور ان کا بلند درجہ بارگاہ خداوندی میں سمجھا جاتا ہے۔

یہ واضح رہے کہ عالم الغیب کی بعض باتیں اولیاء اللہ اور اصحاب کمال پر بھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس میں یہ کمال ان کی روحانی ریاضتوں اور طرح طرح کے مجاہدات سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر انبیاء کرام پر جو اسرار کھلتے ہیں۔ اور روحانی حالات وارد ہوتے ہیں وہ محض عطیہ الٰہی ہیں۔ ان کی اپنی ریاضت اور روحانی مجاہدوں کو ان میں دخل نہیں ہوتا۔

خوارق عادات

عام عادتوں کے خلاف جو واقعات رونما ہوتے ہیں، انہیں علمی اصطلاح میں ''خوارق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادات'' کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے واقعات کا وجود کم وبیش ہر ہر قوم کی تاریخ میں مسلم ہے اور ہر ایک قوم اپنے اپنے بزرگوں اور رہبروں کے متعلق بہت سی ایسی باتیں منسوب کرتی ہیں جو بظاہر خلاف عادت ہونے کی وجہ سے حیرت کے ساتھ سنی جاتی ہیں۔ لیکن ان میں ایسی باتیں بہت ہی کم ہیں جو واقعی خوارق عادات میں داخل ہوں۔ ان مشہور عام باتوں میں اکثر ایسی ہوتی ہیں کہ جب عوام کی سمجھ میں نہیں آتیں تو وہ انہیں خارق عادت یا معجزہ یا کرامت کے نام سے مشہور کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھی اس قسم کی باتیں ان لوگوں سے بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں جو قوت نظر یا قوت ارادہ کو اپنی مشق کے ذریعہ بہت زیادہ بڑھا لیتے ہیں۔ جیسا کہ مسمریزم ہوتا ہے۔ یہ لوگ حیرت انگیز طریقے پر کمزور ارادے والوں کو بے اختیار کر دیتے ہیں۔ بعض بعض بیماریوں کو بھی فوراً رفع کر دیتے ہیں۔ خصوصاً ایسی بیماریاں جن میں مریض کے ضعفِ ارادہ اور ضعفِ اعصاب کو زیادہ دخل ہو۔

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بعض ترکیبوں سے ناظرین کی آنکھوں کو دھوکے میں ڈال دیتے ہیں۔ جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انہوں نے جو لکڑیاں یا رسیاں پھینکی تھیں وہ چھوٹے اور بڑے سانپوں کی شکل میں نمودار ہو گئیں۔ یہی شعبدہ باز لوگ کبھی کبھی طرح طرح کی آوازیں بھی سنا دیتے ہیں۔ اور عوام کو یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہیں کہ ہم جنات کو تابع کئے ہوئے ہیں اور یہ جنات کی آوازیں ہیں۔ ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کے شعبدے انصراف اور تماشے، خرق عادت نہیں ہیں بلکہ بازی گروں کے نظری دھوکے ہیں اور اگر ان میں حقیقت ہوتی تو بڑے بڑے بادشاہ اور بڑے بڑے علماء ان کے معتقد ہو جاتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے۔ مگر یہ لوگ تو صرف عوام ہی کو جو قوموں کی تاریخوں سے ناواقف اور ان شعبدہ بازوں کی چالوں سے بے خبر ہوتے ہیں، اپنا گرویدہ کر لیتے ہیں اور یہ سادہ لوح لوگ ان کے جال میں پھنس کر عام طور پر اپنی عزت و آبرو اور مال و دولت کو برباد کر بیٹھتے ہیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں تو وہ بہت ہی تباہ ہو جاتے ہیں۔ جب کہ وہ ایسے لوگوں کو بزرگ اور ولی سمجھ بیٹھیں۔ اور ان کے شعبدوں، وظیفوں اور دعاؤں کے متعلق یہ اعتقاد رکھ لیں یہ سب کرامت ہے۔

خدا کی نشانیاں جنہیں ہم معجزات کہتے ہیں، ان خرافات سے بہت بلند و برتر ہیں۔ کیونکہ یہ معجزات کوئی خاص فن نہیں ہے جسے سعی و کوشش سے حاصل کر لیا جائے اور وقتاً فوقتاً حسب مرضی اسے ظاہر کیا جائے۔ بلکہ یہ انسان کی کوشش و تاثیر سے بالکل باہر ہے، یہ سراسر اللہ تعالیٰ کی تائید پر موقوف ہوتا ہے۔ وہ جب چاہتا ہے۔ اپنے کسی نبی کے ہاتھ پر اسے ظاہر کر دیتا ہے۔ بسا اوقات نبی کو خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ کیا ہونے والا ہے؟ چنانچہ دیکھو کہ حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰؑ کا عصا جب اژدھا بن گیا تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کا خوف نہیں دور کر دیا، اس وقت تک آگے نہیں بڑھے۔ اسی طرح بعض معجزات جن کا ظہور ہمارے نبی کے ہاتھوں ہوا اللہ تعالیٰ نے صراحت سے اسے اپنا کام بتایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى.

ترجمہ: اور آپ نے نہیں پھینکا۔ جب آپ نے پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔

پھر جب کفار نے معجزات طلب کیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا گیا۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا.

ترجمہ: اے رسول! کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار ہر نقصان سے پاک ہے اور میں تو پیامبر انسان ہوں۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ کہہ دیجئے کہ یہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہی ہیں، یعنی یہ میرا ذاتی فعل نہیں ہے۔ اسی قسم کی اور بھی آیتیں ہیں جو صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ معجزہ درحقیقت خدا ہی کا فعل ہے اور اس کا ظاہر کرنا خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

ایک عام گمراہی

برا ہو قرآنی تعلیمات سے جہالت اور اسلامی اصولوں سے غفلت کا کہ اس کی بدولت آج بہت سے قبروں کے پجاری اور مدعیان علم، اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ معجزے اور کرامتیں بھی ان فنون کی طرح ہیں۔ جنہیں کوشش سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور انبیائے کرام اور صالحین عظام اپنی حیات ظاہری میں بلکہ رحلت کے بعد بھی جب چاہیں، انہیں دکھا سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی گمراہی کی بنا پر وہ جہلا جو بہلا پھسلا کر اپنے بزرگوں کی قبروں پر دعا اور مدد حاصل کرنے کے بعد بلاتے ہیں۔ اور جب کبھی لوگوں پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ قبر پرست لوگ انہیں فوراً نذر نیاز اور منت ماننے کی دعوت دیتے ہیں اور انہیں یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ تمہاری نذر و نیاز کی وجہ سے یہ بزرگ تمہاری مصیبت دور کریں گے اور تمہاری حاجت پوری کر دیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ مال و دولت اور دین و ایمان کے ڈاکو ہیں۔ کیونکہ اس ترکیب سے نہ صرف جاہلوں کا مال ہی نہیں ہضم کرتے بلکہ اپنی اس مکاری یا وہم پرستی کو قرآن کا حکم بتا کر ان کے ایمان اور صحیح عقیدہ کو بھی برباد کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گمراہی تو اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ وہ اپنی کتابوں اور تقریروں میں بھی اس کی تصریح کرتے ہیں کہ فلاں قطب زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ غریب کرتا ہے اور امیر بناتا ہے، خوش قسمتی بخشتا ہے اور بدبختی نازل کرتا ہے۔ استغفراللہ۔

حالانکہ یہ وہ خرافات ہیں جن کو مٹانے کے لیے قرآن نازل ہوا۔ قرن اول میں تو اس قسم کے خیالات کا سایہ بھی کسی مسلمان کے دل پر نہیں پڑتا تھا۔ لیکن آج جہالت نفس پرستی اور خوشنودی عوام کی خاطر انہیں خیالات کو عین اسلام بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب کرے۔

معجزے اور کرامت میں فرق

نبیوں کو معجزے صرف اس لیے دیئے جاتے ہیں کہ ان کی نبوت و رسالت خوب روشن ہوجائے۔ اور ان کی قوم پر حجت خداوندی پوری ہوجائے۔ تاکہ جن کے دلوں میں صلاحیت ہے، وہ تو ایمان قبول کرلیں اور جو ضدی اور سرکش لوگ ہیں انہیں عذر کا موقعہ باقی نہ رہے۔ اس لیے معجزات میں اصل یہ ہے کہ انہیں خوب ظاہر کیا جائے۔ دوست و دشمن کے مجمع میں انہیں نمایاں کیا جائے اور جن احکام الٰہیہ کی تبلیغ کرنی ہے، ان کی تبلیغ کو معجزات کے ذریعہ سے زیادہ موثر اور اہم بنایا جائے۔ انبیاء کرام معجزات کی دعا اسی وقت فرماتے جب رسالت کی تصدیق کی ضرورت ہوتی، یا کوئی سخت حاجت پیش آجاتی جس کا تعلق مخلوق سے ہوتا جیسے باران رحمت کی طلب، قحط سالی کے دفع کی دعا، ورنہ خود بھوک، پیاس، مرض اور ہر قسم کی تکلیفیں سہتے۔ اور ان پر صبر فرماتے۔ اگر گھر والے یا دوسرے اہل! ان، ان تکلیفوں میں مبتلا ہوتے تو انہیں بھی صبر کرنے کی تلقین فرماتے۔ کبھی شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا کہ خدا کے نبی ایسی تکلیفوں کے دفعہ کے لیے دعا فرمائیں۔ پیغمبر اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ "ایک عورت جسے مرگی کا دورہ ہوا کرتا تھا۔ حاضر خدمت ہوئی اور دعا کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصیبت میں صبر کرنا تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ دورہ کے وقت میں ننگی ہوجایا کرتی ہوں۔ دعا کیجئے کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور یہ دعا مقبول ہوگئی۔ کفار کی یہ عادت تھی کہ وہ علمی اور عقلی دلائل اور صاف و روشن آیات کو چھوڑ کر، مادی معجزات زیادہ طلب کرتے تھے اور انہیں پر بہت زیادہ اصرار بھی کرتے تھے۔ لیکن اس قسم کے سوالات پر انبیاء کرام عموماً یہ فرما دیا کرتے کہ یہ سب کچھ خدا ہی کے قبضہ میں ہے، وہ ایسا نہیں کرتے تھے کہ ان کی ہر جائز و ناجائز خواہش اور سوال پر خدا سے دعا شروع کردیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَا اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ.

ترجمہ: ان سے ان کے رسولوں نے کہا کہ ہم تو تمہارے جیسے انسان ہیں۔ لیکن خدا اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور ہمیں یہ قدرت نہیں کہ بلاحکم خدا کوئی نشان یا معجزہ پیش کریں۔

یہ تو ہے معجزات کی حقیقت اور اصل، یعنی اسے زیادہ سے زیادہ نمایاں کیا جاتا ہے۔ اب رہی کرامت تو کرامت کے معاملہ میں اصل یہ ہے کہ اسے جہاں تک ہو سکے چھپایا جائے۔ کیونکہ اس کے ظاہر ہونے سے اکثر لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جاہلوں اور عوام کے خیال کے بالکل برخلاف، علماء اور حقیقی صوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل کرامات مجبوراً اپنے کرامات کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ گلی گلی اور کوچہ کوچہ اپنے کمال کی نمائش کرتے پھریں۔ چنانچہ علامہ تاج سبکی مقامات شافعیہ میں منکرین کرامت کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "کرامت کے منکرین کہتے ہیں کہ اگر کرامت کو مان لیا جائے تو پھر اس میں اور معجزہ میں فرق بہت ہی دشوار ہو جائے گا اور پھر معجزہ دلیل نبوت نہ رہے گا۔ ہمارا یہ جواب ہے کہ معجزہ نبوت کے دعویٰ کے ساتھ پیش آتا ہے اور کرامت نبی کی کامل پیروی سے ظاہر ہوا کرتی ہے۔ نیز یہ معجزہ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اظہار و اعلان ہو لیکن کرامت ہمیشہ پوشیدہ ہوتی ہے اور شاذ و نادر کسی مجبوری کے باعث ہی ظاہر کی جاتی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ معجزہ میں ہر طرح اور ہر قسم کی خلاف عادت بات ظاہر ہو سکتی ہے۔ مگر کرامت میں بعض محدود خارق عادت ہی کی باتیں پیش آتی ہیں۔" اس کے علاوہ صوفیاء نے یہ امر صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ کرامت لگاتار نہیں ظاہر ہوتی۔ نہ اس کو شہرت دی جاتی ہے۔ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں جو بات لگاتار ظاہر ہو وہ کرامت نہیں ہے کیونکہ کرامت کے لیے خلاف عادت ہونا لازمی ہے اور جب ایک بات بار بار ظاہر ہو چکی تو وہ عادت میں داخل ہو گئی۔ شیخ احمد رفاعی فرماتے ہیں کہ اولیاء اپنی کرامتوں کو اس طرح چھپاتے ہیں جیسے کہ کوئی عورت ماہواری خون کو چھپاتی ہے۔

معجزات کے منکر

دنیا میں خدا کی نشانیوں کے منکر دو قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو تمام معجزات سے کھلم کھلا انکار کر جاتے ہیں اور کسی کو نہیں مانتے۔ دوسرے وہ لوگ جو خدا کی نشانیوں میں دوسروں کو بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک کر دیتے ہیں اور جو کام کہ صرف خداوند تعالیٰ کا ہے اسے غیروں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قدرت دی ہے کہ وہ اس عالم میں جو چاہیں کریں اور جس قسم کا تصرف چاہیں کرتے رہیں۔ خدا نے ان کی بزرگی کی وجہ سے انتظام عالم میں انہیں اختیار دے دیا ہے۔ ان لوگوں کا یہ خیال ایسا ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ مشرکین عرب کا تھا۔ وہ حج کے موقع پر کہا کرتے تھے۔" لبیک لا شریک لک الا شریکا ھولک تملکہ وما ملک ۔یعنی اے خدا! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ سوائے ان کے جن کو خود تو نے اپنا شریک بنالیا ہے۔ اگر چہ تو ان کا بھی مالک ہے اور جو چیزیں ان کی ملکیت ہیں ان کا بھی تو ہی مالک ہے۔" اس قسم کے لوگ اگر چہ زبان سے یہ نہیں کہتے کہ ہم بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں یا ان کو خدا کا شریک بناتے ہیں، لیکن جو کچھ وہ کرتے ہیں، قرآنی تصریحات کے مطابق یہی کہا جائے گا کہ وہ غیر اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں۔ اور شرک میں گرفتار۔ یہ لوگ اپنی کج فہمی کی وجہ سے بعض آیات قرآنی کو اپنی دلیل بناتے ہیں۔ حالانکہ ان کے معانی قطعاً وہ نہیں ہیں جو وہ سمجھتے ہیں یا گھڑ لیتے ہیں۔ مثلاً یہ آیت۔

لَهُمْ مَا يَشَاءُ وْنَ عِنْدَرَبِّهِمْ.

ترجمہ: ان نیک بندوں کے لیے خدا کے پاس ہر وہ چیز ہے جس کی یہ خواہش کریں۔

وہ اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے بندے کو ہر قسم کا اختیار دے دیا ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔ ان جہلا کو اتنی بھی خبر نہیں ہے کہ یہ آیت آخرت کے متعلق ہے کہ اللہ کے نیک بندے، جنت میں جس چیز کی خواہش کریں گے۔ خداوند تعالیٰ مہیا فرمائے گا۔ اسی طرح حضرت مریمؑ کو رزق ملنا، حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا حضرت موسیٰؑ کو دودھ پلانا، حضرت سلیمانؑ کے سامنے ملکہ سبا کے تخت کا آجانا۔ ان تمام واقعات کو یہ بدعقیدہ لوگ اس امر کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ اپنے اختیارات اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ حالانکہ ہر معمولی پڑھا لکھا شخص یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس قسم کے جتنے واقعات قرآن پاک میں موجود ہیں، ان میں خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کرشمے دکھلائے ہیں۔ اور اپنے اختیار و تصرف کی نشانیاں فرمائی ہیں۔ نہ کہ ان بزرگوں اور انبیاء کی قوتوں اور تصرفات کو ظاہر کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس آخری جماعت کے خیالات عام مسلمانوں کے لیے پہلی جماعت سے بھی زیادہ مہلک ہیں۔ کیونکہ صاف صاف انکار کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کی باتوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بہت کم لوگ سنتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا کی نشانیوں کو زبان سے مان کر لوگوں کو شرک کی دعوت دیتے ہیں، ان کے دام میں بہت سے جاہل پھنس جاتے ہیں۔ اعذ نا اللہ منھا۔

ان خرافات کا علاج

جو لوگ آیات خداوندی سے بے خبر ہونے کے سبب سے شرک میں مبتلا ہیں، یا اپنے ہی جیسے جاہلوں کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں، ان کا علاج محض اس طرح ہوسکتا ہے کہ انہیں قرآن پاک سے براہ راست توحید خالص کی تعلیم دی جائے۔ انسانی تصنیفات سے ان کے عقائد درست نہ کئے جائیں۔ بلکہ قرآن مجید کی آیات سے ان کے سامنے عقیدے پیش کیئے جائیں۔ خدا کی عظیم الشان قدرت اور اس کی شان پروردگاری کو خوب سمجھا جائے۔ اسی طرح قرآن مجید سے رسولوں کی حیثیت، ان کے فرائض اور ان کے بشیر و نذیر ہونے کو بتلایا جائے۔ اور اس حقیقت کو خوب واضح کیا جائے کہ انبیاء کرام کا کام خدا کے احکام کو پہنچانا، دنیا میں امن و عدل کو پھیلانا اور اخوت و مساوات کو قائم کرنا ہے۔ زمین و آسمان کو برقرار رکھنا، زندگی اور موت کا دینا، رزق تقسیم کرنا اور امراض سے صحت بخشنا یہ ان کا کام نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ خدا کے اختیار اور قبضہ میں ہے۔

چونکہ بہت سے جہلا صاف اور صریح آیتیں بھی نہیں سمجھتے ہیں۔ اس لیے ان کے سامنے وہ قرآنی واقعات بیان کرنے ضروری ہیں جو انبیاء کرام کے منشا کے خلاف ظاہر ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد زندگی بھر کافر رہے اور فکر ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمنا تھی کہ وہ کسی طرح خدا پر ایمان لائیں۔ اور دیکھئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کتنی نصیحت کی کہ خدا سے اس کی نجات کے لیے دعا بھی مانگی مگر وہ کشتی میں نہیں آیا اور وہ کافر ہی ہوکر مرا۔ خود ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا واقعہ بھی ہر عقل مند انسان کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری تک سعی فرمائی کہ ابو طالب مسلمان ہوجائیں مگر انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ جب حضورؐ کو اس کا بہت غم ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّکَ لَا یَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔

ترجمہ: بے شک! آپ جس کو چاہیں۔ ہدایت نہیں دے سکتے۔

ان واقعات سے ایک ادنیٰ سمجھ کا انسان بھی سمجھ جائے گا کہ ہر طرح کا تصرف و اختیار صرف خدا ہی کو ہے۔ بنیاد جو تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ وہ بھی خدا ہی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار میں ہیں۔ پس ان تصریحات سے یہ حقیقت صاف ظاہر ہے کہ انبیاء کو عالم میں تصرف کی قدرت نہیں دی گئی تو اولیاء کو یہ کیونکر قدرت حاصل ہوسکتی ہے اور جب زندگی میں انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کے تصرف کا یہ حال ہے تو وہ اپنے انتقال کے بعد نظام کائنات میں کس طرح تصرف کرسکتے ہیں۔ ہاں! اسباب کا معاملہ بالکل الگ ہے! خدا کے پیدا ہوئے اسباب سے کام لے کر اپنی اپنی حدود کے اندر ہر شخص تصرف کرسکتا ہے۔ مگر قوانین الٰہی کے ماتحت یہ نہیں کہ کسی شخص کو اپنی ذات سے بلا اسباب کسی دوسرے کا نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار ہو۔

معجزات اور کسبی خوارق

جو لوگ سرے سے معجزات کے منکر ہیں اور ہر مادی معجزہ کی کوئی نہ کوئی علت بیان کرتے ہیں ان کے سامنے دنیا کے سب سے بڑا علمی و عقلی معجزہ یعنی قرآن پاک کو پیش کرنا چاہیے۔ بس یہی ان کی زبان بندی یا تسلی و تشفی کا آخری ذریعہ ہے۔ ورنہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہ السلام کے کسی معجزہ کو بھی نہیں مانتے اور کسی حجت کو تسلیم نہیں کرتے، وہ انہیں اسی طرح کے افسانے خیال کرتے ہیں جیسے کہ ہر زمانہ میں عوام الناس اپنے بزرگوں کے متعلق مشہور کردیا کرتے ہیں اور جن کی بنیاد دوسراسر وہم اور دھوکے پر ہوتی ہے۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی تردید میں یہ کہتے ہیں کہ یوسفوس مورخ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم عصر ہے۔ لیکن وہ ان معجزوں میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں کرتا جو انجیلوں میں مذکور ہیں۔ حالانکہ یہ انجیلیں مسیح علیہ السلام کے بہت بعد لکھی گئی ہیں۔ لیکن اگر کوئی معجزہ نقل صحیح سے ثابت ہوجائے تو پھر یہ لوگ کوئی نہ کوئی اس کا عام سبب ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ اور اگر اس میں ناکامی ہوتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ اس کا سبب کبھی معلوم ہو ہی جائے گا، یا جو شخص اسے دکھلا رہا ہے وہ خود بیان کردے گا۔ مثلاً ہندو سادھوؤں سے جو عجیب عجیب باتیں ظہور ہوتی ہیں وہ خود ان کے وجوہ حبس دم اور جسمانی ریاضیت کو بتلاتے ہیں۔

ایک ہندو سادھو کا حیرت انگیز واقعہ

مثال کے طور پر ہم یہاں کے ایک ہندوستانی سادھو کا واقعہ درج کرتے ہیں جو بہت ہی عجیب ہے اور جسے ایک مصری اخبار نے حال ہی میں ایک مغربی سیاح کی شہادت کے مطابق شائع کیا ہے۔ سیاح مذکور کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب کے دربار میں ۱۸۳۸ء میں پیش آیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ یوں ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک سادھو حاضر ہوا، اور اپنی بعض کرامتیں دکھانے کی اجازت طلب کی۔ مہاراجہ سادھوؤں کی کرامت وغیرہ کا قائل نہ تھا۔ لیکن اس سادھو کے کمال دیکھنے پر رضامند ہوگیا۔ اوراس سے پوچھا کہ کیا کرامت دکھائے گا؟ سادھو نہ کہا۔ مجھے ۴۰ دن تک زمین میں دفن کردیجئے۔ لیکن اس کے بعد بھی میں زندہ رہوں گا۔ مہاراجہ نے کئی ایک یورپین ڈاکٹروں اور بہت سے پنجابی معززین کو جمع کیا۔ سادھو سب کے سامنے اکڑوں بیٹھ گیا، اس کے کہنے کے مطابق روئی اور موم، اس کی ناک اور کانوں میں بھر دیا گیا اور دونوں سوراخوں کو بالکل بند کردیا گیا۔ پھر اسے کفن پہنچایا گیا، کفن کو ہر طرف سے سیا گیا اور سادھو کے جسم کو لکڑی کے ایک مضبوط صندوق میں بند کردیا گیا۔ پھر صندوق کے باہر ہر چہار طرف لوہے کی کیلیں جڑی گئیں۔ پھر مہاراجہ نے اپنے ہاتھ سے صندوق پر مہر لگائی۔ پھر صندوق کو باغ کی ایک کوٹھڑی میں رکھا گیا اور کوٹھڑی کا دروازہ مہاراجہ نے خود مقفل کرکے قفل پر پھر اپنی مہر لگوادی اور اپنے دو نہایت قابل اعتماد سپاہی پہرے کے لیے مقرر کردیئے۔ یہی نہیں بلکہ مزید فوج بھی حفاظت کے لیے متعین کی گئی۔ یہ کل کاروائی متعدد یورپین ڈاکٹروں اور پنجابی معززوں کے سامنے لائی گئی۔

۴۰ دن کے بعد پھر یہ لوگ مہاراجہ کے محل میں جمع ہوئے، دیکھا کہ قفل کی مہر ٹھیک ہے۔ یہ بھی دیکھا کہ کوٹھڑی کے سامنے کی گھاس پر کسی آنے جانے والے کے قدموں کے نشان تو نہیں ہیں۔ کوٹھڑی کھولی گئی، صندوق کی مہر دیکھی گئی، وہ درست تھی۔ اب سادھو کی ہدایات کے مطابق اسے باہر نکالا گیا۔ ایک انگریز کا چشم دید بیان ہے کہ اس کی حالت حسب ذیل تھی۔

''میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور پیر اکڑے ہوئے تھے، اس کا سر ایک طرف جھکا ہوا تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ مردہ ہے اور اس کی روح عرصہ ہوا اس کے جسم سے نکل چکی ہے۔ میں نے ڈاکٹر سے معائنہ کے لیے کہا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد کہا کہ بازوؤں، کنپٹیوں اور دل میں کہیں نبض کی حرکت نہیں ہے، ہاں دماغ میں کچھ کچھ گرمی کا پتہ چلتا ہے۔''

اب سادھو کی ہدایت کے مطابق اس کا بدن گرم پانی سے دھویا گیا جس سے اس کے اعضاء اور جوڑ، رفتہ رفتہ نرم ہونے لگے، روئی اور موم کو کان اور ناک سے نکال لیا گیا، سر پر گرم پانی میں تر کئے ہوئے پھاہے رکھے گئے جس کے تھوڑی ہی دیر بعد اس مردہ لاش میں زندگی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اس کے رگ اور پٹھے سکڑ گئے اور حرکت شروع ہوگئی۔ پھر پسینہ آکر اعضاء اپنی اصل حالت آگئے اور چند ہی منٹ کے بعد سادھو نے آنکھیں کھولیں۔ جب اس نے دیکھا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اسے بڑے تعجب سے دیکھ رہا ہے تو وہ کہنے لگا۔ حضور!

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے میری سچائی دیکھ لی۔ آدھ گھنٹہ کے بعد وہ صندوق سے نکل آیا اور حاضرین سے ایسی ایسی باتیں کرنے لگا۔ جو حیرت میں ڈالنے والی تھی۔''

سادھو کا یہ واقعہ بظاہر بہت عجیب ہے بلکہ انجیل کے اس واقعہ سے زیادہ حیرت انگیز ہے جس میں ایک شخص کا مرنا، پھر چار دن کے بعد حضرت مسیحؑ کی دعا سے زندہ ہونا بتایا گیا ہے۔ اور اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے کیونکہ اصحاب کہف ایک کشادہ غار میں تھے جس میں صبح و شام دھوپ بھی آتی تھی، ٹھنڈی اور لطیف ہوا کا بھی وہاں گزر تھا اور ان کے کان و ناک سب کھلے تھے۔ برخلاف اس سادھو کے کہ اس کی ناک بھی بند کر دی گئی جس کے بعد کوئی شخص بھی عادۃً دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔

اس واقعہ کو پڑھ کر منکرین معجزہ و کرامت یہ کہیں گے کہ یہ واقعہ عادت اور قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ مختلف روحانی ریاضتوں اور حبس دم کی مشقوں کی وجہ سے انسان اپنے طویل سانس کو مدت تک روک سکتا ہے لیکن اس سے معترضین کو ہرگز ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ تمام ایسے واقعات کے متعلق جو انسانی طاقت سے خارج ہیں، یہ دعوے کرنے لگیں کہ ان میں سے ہر ایک کی کوئی نہ کوئی مادی علت ضرور ہے، علاوہ بریں انبیاء سے جتنے بھی معجزات صادر ہوئے ہیں، ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مدتوں کی ریاضت اور مشق کا نتیجہ تھا۔ لہٰذا معجزات کی بحث میں یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے۔ خدا کے حکم سے اور اس کی قدرت و اختیار سے ہوتا ہے۔ عالم کے موجودہ نظام اور سلسلہ اسباب میں بے شک ہر جگہ خدا کی حکمتیں جلوہ گر ہیں، لیکن کبھی اس کی حکمت اس کی بھی مقتضی ہوتی ہے کہ عام عادت اور قانون کے برخلاف کوئی واقعہ ظاہر ہو۔ اگر کوئی ایسا واقعہ انبیاء کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتا ہے تو وہی معجزہ کہلاتا ہے۔

اقسام معجزات، حضرت عیسیٰؑ و حضرت موسیٰؑ کے معجزات کا فرق

معجزات کے مظاہر کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں، ایک قسم ان معجزات کی ہے جن کی نظیر سنت خداوندی میں نہیں ملتی اور ان کی حیثیت بالکل ان قوانین جیسی ہے جو حکومت کی طرف سے مستثنیٰ کر دیئے جاتے ہیں یا جنہیں خود بادشاہ اپنے خاص اختیارات سے خاص مصلحتوں کی بنا پر جاری کرتا ہے۔ دوسری قسم ان معجزات کی ہے جو اگرچہ مادی قوانین کے مطابق جاری نہیں ہوتے۔ لیکن وہ روحانی سنت الٰہی کے ماتحت ضرور ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جتنے معجزے قرآن کریم سے ثابت ہیں۔ مثلاً وہ نو معجزے جو مصر میں ہوئے تھے۔ یہ تمام پہلی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ نشانیاں جو بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے وقت یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحرا ایشیاء میں ظاہر ہوئیں، یہ بھی اس قسم میں داخل ہیں۔ یہ تمام نشانیاں خدا کی طرف سے تھیں، ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارادہ اور محنت کا کوئی دخل نہ تھا۔ ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام صرف اتنا تھا کہ انہوں نے بحکم خداوندی سمندر اور پتھر پر لاٹھی ماری تھی جس کی وجہ سے بارہ راستے بن گئے تھے اور پتھر سے چشمے بہنے لگے تھے۔ ان نشانیوں میں سے کسی کے متعلق یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ان کے اسباب و ذرائع کو روحانی یا جسمانی ریاضت سے کوئی شخص حاصل کرسکتا ہے۔

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات جن کے ذریعے سے خدا نے آپؑ کی تائید کی تھی، اگرچہ وہ تمام تر عادت اور معروف طریقہ قدرت کے خلاف تھے۔ مگر ان کے متعلق ضرور یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ روحانی سنتوں کے بالکل مطابق تھے چنانچہ آپؑ کی ولادت بھی روحانی طریقہ سے ہوئی، یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پھونک کی وجہ سے حضرت مریمؑ کے شکم میں وہ حالت پیدا ہوگئی جو مرد کے وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے۔ چونکہ آپؑ کی پیدائش بالکل روحانی طریقہ پر ہوئی تھی۔ اس لیے آپؑ کے روحانی معجزات بھی اکثر انبیاء اور تمام اولیاء سے زیادہ حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً مادر زاد اندھوں کو اچھا کردینا، کوڑھیوں کو چنگا کردینا، گھر میں رکھی ہوئی چیزوں کو بتلادینا اور چونکہ یہ سب نشانیاں خدا کی طرف سے تھیں، ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کے کسب کو دخل نہ تھا، اس لیے کسی کو یہ مغالطہ نہ ہونا چاہیے کہ اس قسم کے بعض واقعات تو سادھوؤں اور صوفیوں سے بھی ظاہر ہوئے ہیں، اس لیے کہ سادھوؤں اور صوفیوں کا ہر کمال ان کی محنت اور ریاضت کی وجہ سے ہوتا ہے اور پھر ان کی روحانیت بالکل معمولی ہوتی ہے اور انبیاء کرام کی روحانیت نہایت قوی، اکمل، اعلیٰ اور افضل ہوتی ہے۔

حضرت مسیحؑ کی پیدائش

قرآن پاک پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش خود خدا کی ایک مستقل نشانی ہے۔

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ.

ترجمہ: اور مریم جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور مریم اور اس کے بیٹے کو اہل جہان کے لیے اپنی قدرت کا ایک نشان بنادیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے مقام پر ہے۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً۔ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی ماں کو ایک نشانی بنایا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں صرف اسی لیے خدا کی نشانی ہوئے کہ حضرت مریمؑ کو کسی نے چھوا تک نہیں تھا، مگر روحانی طریقہ پر انہیں حمل ہوگیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں آ گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کا سب سے بڑا معجزہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ مٹی لے کر چڑیا کی صورت بناتے، پھر جب اس میں پھونک مارتے تو یہ چڑیا بحکم خداوندی اڑنے لگتی تھی، بعض لوگ اس کی یہ توجیہہ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک میں برقی اثر موجود تھا۔ جب ہوائی جہازوں کا اڑنا مسلم ہے تو کسی روحانی اثر سے ایک پرندے کا اڑنا کسی طرح ناممکن کہا جاسکتا ہے، ایمان، اور بعض روایات میں ہے کہ یہ تھوڑی دیر تک زندہ رہتی تھی، پھر مرجاتی تھی۔ یہ معجزہ قرآن پاک میں موجود ہے، اگرچہ موجودہ چاروں انجیلوں میں اس کا ذکر نہیں ہے، مگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصلی انجیل کے باب پیدائش میں اس کا ذکر تھا۔ اب اصلی انجیل نہیں ملتی، کیونکہ بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اسے مٹا دیا تھا۔

غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ معجزہ ان کے تمام معجزوں سے بڑھا ہوا ہے۔ مثلاً کسی مردہ کو زندہ کرنا تعجب خیز نہیں ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنی روح کی پوری توجہ، مردہ کے جسم پر ڈالی ہو اور اس میں حرکت پیدا ہوگئی ہو اور یہ بات ٹھیک اس طرح ہے جس طرح ایک بجھا ہوا چراغ آگ کے قریب ہونے کی وجہ سے جل اٹھتا ہے یا بجلی کا تار ایک دوسرے تار کے ساتھ ملنے سے روشن ہوجاتا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں بھی بعض بیانات ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کو تھوڑی دیر کے لیے لوٹایا جاسکتا ہے۔ اور خود ہمارے زمانہ میں بعض ڈاکٹر مردہ کی نعش میں عمل جراحی کرکے یا علاج قلب کے ذریعہ سے ان میں تھوڑی زندگی پیدا کردیتے ہیں۔

اس سے بھی کم حیرت انگیز وہ معجزات ہیں جن کا تعلق بعض امراض کے شفا دینے سے ہے، خصوصاً عصبی مرض کا شفا دینا۔ اب خواہ اس کا سبب کوئی شیطانی اثر ہو جیسا کہ انجیلوں میں درج ہے یا کوئی اور سبب ہو۔ کیونکہ عصبی مرض کی حقیقت صرف اسی قدر ہے کہ اعصاب میں روح اور زندگی کا مادہ کمزور ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی صحیح اور قوی روح کا اثر ان پر ڈال دے تو یہ کمزوری دور ہوسکتی ہے۔ اور مریض کی اصلی تندرستی واپس لوٹ سکتی ہے۔ اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسیب میں یہ ہوتا ہے کہ بعض خبیث روحیں اپنا اثر ڈال کر انسانی قوتوں کو بیکار کر دیتی ہیں ایسی صورت میں اگر کوئی پاک روح اپنی قوت مریض کی طرف متوجہ کر دے تو ہرگز خبیث روح کا اثر باقی نہیں رہ سکتا۔ اس قسم کے واقعات بعض بزرگوں کے بھی منقول ہیں کہ صرف ان کے کہہ دینے سے شیطانی اثر زائل ہو گیا اور مریض تندرست ہو کر اٹھ بیٹھا۔

اس سے بھی گھٹ کر وہ معجزات ہیں جو مکاشفہ اور خبر دینے سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا قرآن پاک میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ۔ میں تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیا کھاتے ہو اور گھروں میں کیا جمع کرتے ہو؟

پھر اسرائیلی پیغمبروں کے متعلق بھی یہ ثابت ہے کہ وہ اس سے کہیں زیادہ مہتم بالشان خبریں بتا دیا کرتے تھے۔ پیغمبروں کے علاوہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے امتیوں نے بھی ایسا کیا ہے لیکن یہ خوب واضح رہے کہ انبیاء اور غیر انبیاء کے مکاشفات میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ انبیاء کا مکاشفہ یقینی اور قطعی ہوتا ہے اور غیر انبیاء کا ایک بڑی حد تک ظنی اور غیر یقینی۔ کیونکہ نبی جس بات کی خبر دیتا ہے وہ درحقیقت خدا کی جانب سے دی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ خود غور و فکر سے اور مراقبہ سے کوئی بات دریافت کریں اور اس کی پیشین گوئی کر دیں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو نشانیاں ملی تھیں وہ محض قدرت خدا سے تھیں اور وہ ظاہری سنت کے مطابق پیش نہیں آئی تھیں بخلاف حضرت عیسیٰ ؑ کی نشانیوں کے کہ وہ عموماً ظاہری اور روحانی سنتوں کے مطابق ظاہر ہوئی تھیں۔

حضرت مسیح ؑ اور ولیوں کی پرستش کا سبب

دنیا میں حضرت مسیح ؑ کی پرستش ہوئی، انہیں خدا بنایا گیا۔ لیکن حضرت موسیٰ ؑ کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں ہوا حالانکہ ان کی نشانیاں بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ اس کی وجہ یہ کہ لوگوں کی سمجھ میں اصل حقیقت نہیں آئی۔ انہوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنی قدرت سے ایسا کر رہے ہیں اور یہ کہ ان کی قدرت خدا کی قدرت ہے کیونکہ ان احمقوں کے عقیدہ کے مطابق خدا مسیح علیہ السلام میں حلول کر گیا تھا اور خدا تعالیٰ اور مسیح علیہ السلام دونوں ایک بن گئے تھے۔ لہٰذا ان کی پوجا شروع کر دی گئی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کا یہ خیال رہا کہ ان کے ہاتھوں جو کچھ ظاہر ہوا وہ قدرت خداوندی کا کرشمہ تھا لہٰذا وہ ان کی پرستش میں مبتلا نہ ہوئے۔ لیکن ان لوگوں کو اتنا خیال نہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شریعت موسوی (توریت) کے پیرو تھے اور وہ صرف چند ہی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے منسوخ کرائیں۔

مسلم جہلاء عیسائیوں کے طریقہ پر

عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ اوران کے ولیوں کے ساتھ جو معاملہ کیا، افسوس کہ بہت سے مسلم جہال نے بھی وہی معاملہ اپنے بزرگوں کے ساتھ شروع کر دیا۔ جس طرح عیسائیوں نے مصیبتوں میں حضرت مریم ،حضرت عیسیٰؑ اوران کے ولیوں کی دہائی دی، ان کو اپنا حاجت روا قرار دیا ، ان کی عبادت کی ، اسی طرح بہت سے مسلمان بھی انہی شرکیہ اعمال میں مبتلا ہوگئے۔ عموماً آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک جاہل مسلمان نماز سے، روزہ سے، زکوۃ سے اور تمام فرائض سے غافل رہتا ہے۔ اوراس کا کوئی عمل اس کے اسلام کی شہادت نہیں دیتا ہے۔ لیکن یہاں اس پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ دوڑتا ہوا کسی بزرگ کے مزار پر چلا جاتا ہے۔ وہاں سجدے کرتا ہے، چڑھاوے چڑھاتا ہے، روتا اور گڑگڑاتا ہے کہ حضرت میری مصیبت دور کیجئے۔ بتلایئے ،کیا ایسے لوگوں کی گمراہی ،عیسائیوں سے کچھ جدا ہے؟ اگر کچھ فرق ہے تو محض اتنا ہے کہ یہ مسلمان جہلاء اپنے بزرگوں کو اپنی زبان سے معبود، خالق، رازق اور پروردگار نہیں کہتے ہیں۔ لیکن خوب واضح رہے کہ محض ناموں کے اختلاف سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص گناہ کرے اوراس کا کوئی اچھا سا نام رکھ لے۔ تو محض نام کی وجہ سے یہ گناہ نیکی نہیں بن جائے گا۔ یہ جہلاء، اپنے بزرگوں اور قبروں کو خدا نہ کہیں لیکن معاملہ وہ ان سے ایسا ہی کرتے ہیں۔

اس حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ خالق اور مخلوق ، پروردگار اور بندے میں فرق یہ ہے کہ خدا جسے چاہے نفع پہنچائے اور جسے چاہے نقصان پہنچائے۔ وہ کسی کو نوازنا چاہے تو کوئی منع نہیں کرسکتا۔ وہ کسی کو بگاڑنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ دنیا میں جو کچھ کرتا ہے، اگر چہ اسباب کے ذریعہ سے کرتا ہے مگر وہ اسباب کا پابند نہیں ہے، وہ جب چاہے، اپنے پیدا کئے ہوئے اسباب سے کام لے اور جب چاہے، ان کے بغیر کام کرے۔ لیکن مخلوقات اور بندے سلسلہ اسباب میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ ان اسباب سے باہر نہیں جاسکتے ،خواہ کچھ بھی ہو۔ انسان بہرحال اسباب کے تابع رہتا ہے۔ آپ دنیا کے مختلف کاموں پر نظر ڈالئے تو یہ حقیقت خوب واضح ہوجائے گی ۔ مثلاً توالد وتناسل ، اس کا سبب مرد وعورت کا اجتماع ہے۔ بھوک و پیاس دور کرنے کا سبب ، کھانے اور پانی کا استعمال ہے ۔ مختلف بیماریوں کے دور کرنے کا ذریعہ، دوائیں ہیں۔ پھر غلہ اور دواؤں کے پیدا کرنے کے بھی ذرائع اور اسباب ہیں، انہیں اسباب کو ہر شخص کام میں لاتا ہے۔ اوران سے یکساں نفع اٹھاتا ہے، کوئی شخص مومن ہو یا کافر، اسباب میں لحاظ کسی کا نہیں ہے۔ کوئی زہر کھائے، موت سے قریب ہوجائے گا، جو محنت کرتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، پھل پانا ہے، جو انتظام کرتا ہے، قوی ہو جاتا، ہاں ان اسباب سے استفادہ کرنے میں ضرور فرق ہے اور یہ فرق ایسا ہی فرق ہے جیسا انسانوں کے اعضاء، عقل و حواس اور قوت و استعداد میں فرق ہوا کرتا ہے۔ ہر انسان اپنے علم و عقل اور کوشش و ہمت ہی کے مطابق خدا کے پیدا کردہ اسباب سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ آپ موجودہ زمانے کو دیکھ لیجئے کہ مادی حیثیت سے دنیا کتنی ترقی کر چکی ہے؟ کیا کیا چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں۔ آج مادی ترقیاں جس حد تک پہنچ چکی ہیں، تاریخ نہیں بتاتی ہے کہ کسی نبی کے زمانہ میں بھی اتنی ترقی ہوئی ہو، حالانکہ زمین کی استعداد اور مادہ کی قوت جو آج ہے، وہی قدیم ایام میں بھی تھی۔ یہ ترقیاں اسی بنا پر ہیں کہ انسان مادی اسباب سے فائدہ اٹھانے کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اپنے علم و عقل کی تمام قوت اسی میں صرف کر رہا ہے اور انبیاء کرام کے زمانے میں اس قسم کی ترقیاں نہیں ہوئیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کی بعثت کی غرض یہ نہیں تھی کہ مادی تحقیقات کریں اور مخلوق کو اس میں مبتلا کر دیں بلکہ ان کی تشریف آوری کا مقصد حقیقی یہ تھا کہ خدا اور بندوں کے تعلقات درست کریں۔ خدا کی معرفت کی رہنمائی کریں۔ انسانوں کے معاملات و اخلاق کو ہر طرح کی برائیوں سے پاک کریں۔ مظلوموں کی دستگیری کریں، کمزوروں کے حقوق کا تحفظ کریں، ظالموں کے جور و ستم سے مخلوق کو نجات بخشیں۔ اور فتنہ و فساد کا عالم سے خاتمہ کر دیں۔ تاکہ انسان فطری زندگی پر قائم ہو جائے۔ اور محبت، راحت، سادگی، امن، ہمدردی، نیکی اور عدل کی لذتوں سے فائدہ اٹھائے۔

پس مادی، فانی اور دنیاوی نفع کی چیزیں انبیاء سے نہ مانگنی چاہیے، نہ ان کی زندگی میں اور نہ وفات کے بعد۔ بلکہ دنیاوی منافع کو ان ذریعوں اور اسباب سے حاصل کرنا چاہیے جن سے وہ حاصل کئے جا سکتے ہیں اور اگر اسباب سے علیحدہ ہو کر کسی چیز کی طلب ہے تو بس خدا ہی سے مانگنا چاہیے۔ کیونکہ یہ خدا ہی کی قدرت ہے کہ وہ بلا اسباب کے جو چاہے کرے یا جس چیز کا سبب چاہے پیدا کر دے۔ انبیاء کو یہ قدرت نہیں دی گئی ہے کہ وہ خود کچھ پیدا کر سکیں یا خود بیماریوں کو دور کر دیں۔ یا خود کسی مصیبت کو ٹال دیں، دیکھو اسی مسئلہ عظیم کو واضح کرنے کے لیے قرآن پاک کیا فرماتا ہے۔

قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَاللّٰه. وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ" وَ بَشِيْرٌ" لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ.

ترجمہ: اے محمد ﷺ! کہہ دیجئے کہ نہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدرت رکھتا ہوں، نہ کسی نقصان کی مگر جو کچھ خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا تو اپنے لیے بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں اور کچھ نہیں ہوں بجز اس کے کہ اہل ایمان کو برے اعمال سے ڈرانے والا ہوں اور نیک اعمال کے نتائج کی خوشخبری دینے والا ہوں۔

اسی طرح فرمایا۔ قُلْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۔ اے محمد ﷺ! کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لیے نہ کسی نقصان کی قدرت رکھتا ہوں یا ہدایت کی۔

اسی مضمون کی تائید دوسرے انبیاء کے واقعات سے بھی ہوسکتی ہے۔ حضرت نوحؑ کو کفار نے کتنا ستایا؟ حضرت ابراہیمؑ پر کس کس طرح حملے کئے گئے؟ حضرت موسیٰؑ کو کتنا دکھ دیا گیا؟ حضرت ذکریا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ مگر یہ حضرات اپنے آپ کو دکھ اور اذیت، تکلیف اور مصیبت سے نہ بچا سکے ہاں، جب ظلم حد سے گزر گیا تو پھر قانون الٰہی کے مطابق بستی الٹ دی گئی۔ کسی کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ کسی کو دریا میں غرق کیا گیا۔ کسی پر پتھروں کی بارش ہوئی، اس مسئلہ کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر ایک چیز کو خاص خاص صورت میں پیدا کیا ہے، اس کے علاوہ ہر ایک چیز اپنی جگہ پر کامل پیدا کی ہے۔ پھر اس نے ان تمام چیزوں کو ایک ایسے نظام سے جوڑ دیا ہے جس سے یہ تمام مجموعہ ایک جسم واحد کی طرح منظم ہوگیا ہے۔ اس کائنات میں خدا نے ہر ایک چیز کی پیدائش، ترقی اور فنا کے لیے اسباب مقرر فرما دیے ہیں کہ انہیں اسباب کے ماتحت ایک چیز اپنے وقت پر پیدا ہوتی ہے، بڑھتی اور گھٹتی ہے، اور فنا ہو جاتی ہے۔ دنیا کا یہ عجیب نظام ہم اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ رہے ہیں اور قرآن کی آیات بھی اس کی شہادت دے رہی ہیں۔ قرآن پاک نے نظام کائنات کی اسی وحدت کو خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل میں پیش کیا ہے۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. یعنی اگر زمین و آسمان میں چند خدا ہوتے تو یہ سارا کارخانہ عالم تباہ و برباد ہو جاتا۔

۲۔ دنیا کس طرح پیدا ہوئی؟ کب پیدا ہوئی؟ دنیا کی تمام چیزیں کس کس مادے سے مرکب ہیں؟ آسمان و زمین کس نظام کے تحت چکر کر رہے ہیں؟ یہ تمام امور ایسے ہیں جن کا صحیح علم خدا ہی کے پاس ہے۔ لیکن انسان جتنا زیادہ غور و فکر سے کام لیتا ہے اتنا ہی فطرت کے اسرار اس پر بے نقاب ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ منافع اور وہ عجائب جن کا کسی شخص کو وہم و گمان بھی نہ تھا، اب ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، تجارتی اور جنگی جہاز فضا میں اڑ رہے ہیں، کشتیاں سمندروں کے نیچے چل رہی ہیں، ایک ملک کے آدمی دوسرے ملک کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمیوں سے باوجود بعد مسافت کے باتیں کر رہے ہیں، مشرق کے باشندے اہل مغرب کے گانے اور تقریریں سن اور دیکھ رہے ہیں۔ ایک ملک میں ایک شخص ایک بٹن دباتا ہے۔ اور دوسرے ملک میں فوراً بڑی بڑی مشینیں چلنے لگتی ہیں حالانکہ دونوں ملکوں کے بیچ میں بڑے بڑے سمندر، اونچے اونچے پہاڑ اور ریگستان وبیابان حائل ہیں۔ الغرض جو جو باتیں آج ظاہر ہو رہی ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انہیں بے جان چیزوں میں اور بے حس و حرکت مادوں میں کیسی کیسی تاثیریں مخفی کر رکھی ہیں۔ اب جو بھی شخص ان مادی قوتوں سے آگاہ ہو کر ان سے کام لے گا، وہ نفع اٹھائے گا۔ لیکن وہ شخص جو جاہل ہے۔ اور نفع و نقصان کے اسباب کو چھوڑ کر بزرگوں کی قبروں پر دوڑ دوڑ کر جاتا ہے اور ان سے اپنی حاجت اور مراد طلب کرتا ہے۔ کبھی بیماری میں صحت کی درخواست کرتا ہے، کبھی دشمنوں پر غلبہ کی دعا کرتا ہے، کسی سے رزق مانگتا ہے، کسی سے مقدمات کی فتح اور امتحان کی کامیابی چاہتا ہے، وہ محروم رہتا ہے، اور اپنے دینی اور دینوی فوائد کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس خدا کے بندے کو اتنا خیال بھی نہیں آتا کہ اگر ان بزرگوں کو اس کا اختیار ہوتا کہ وہ دشمنوں کو مغلوب کر دیا کریں۔ تو آج مسلمانوں کے ممالک میں ان دشمنان اسلام کی حکومت قائم نہ ہوتیں، جنہوں نے مسلمانوں کو غلام بنالیا ہے اور ان کے مال و دولت اور دین و ایمان کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اگر ان بزرگوں میں طاقت ہوتی تو وہ ضرور اپنی قوت اور تصرف سے دشمنان اسلام کی طاقتوں کا خاتمہ کر دیتے اور مسلمانوں کو حکومت کا وارث بنا دیتے۔

۳۔ دنیا میں جو کچھ بھی پیش آتا ہے، اس میں اصل یہی ہے کہ اسباب و ذرائع کے نظام کے مطابق پیش آئے۔ خدا کا مقرر کردہ نظام جو وحی یا مشاہدہ یا تجزیہ کے ذریعہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے، اس میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے۔ اگر کوئی واقعہ ایسا بیان کیا جائے جو سنت الٰہی کے برخلاف ہو تو سمجھ لو کہ یا تو بیان کرنے والا خود اپنی طرف سے گھڑ کر بیان کر رہا ہے یا اس کے مشاہدہ میں دھوکا ہوا ہے کسی نے اسے فریب دیا ہے لیکن اگر ایسے واقعہ کی تصدیق ہو جائے تو یہ قطعاً ماننا پڑے گا۔ کہ اس کا کوئی پوشیدہ سبب تھا، جو معلوم نہیں ہو سکا۔

۴۔ اس کے علاوہ اللہ کے وہ نشانات اور معجزات جو خدا کی حکیمانہ سنتوں سے ہٹ کر پیش آتے ہیں ان کا علم محض قطعی دلیلوں سے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے بموجب اپنے پیغمبروں کو اس طرح کی بھی نشانیاں بخشی ہیں۔ کہ منکرین پر حجت قائم ہو اور خدائی قدرت دیکھ کر، لوگ عذاب الٰہی سے خوف کھائیں لیکن یہ خوب یاد رہے کہ اس قسم کی نشانیاں یعنی معجزات، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ختم ہو چکی ہیں۔ کیونکہ نبوت و رسالت بھی آپ پر ختم ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی دائمی ہدایت کے لیے آخری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معجزہ یعنی قرآن مجید نازل فرمادیا ہے۔اس کے بعد نہ اب کسی وحی کی ضرورت باقی ہے نہ کسی جدید نبی کی، نہ کسی نئی نشانی کی۔

اور جو لوگ کہ نئی نئی نشانیوں کے مدعی ہیں، جیسے باب، بہاء اور غلام احمد قادیانی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے سے بھی انکار کرتے ہیں۔کیونکہ ختم نبوت ماننے کے بعد ان کی گمراہی کی دکان ایک دن بھی نہیں چل سکتی۔

ختم نبوت پر ایک محققانہ بیان

ہمارے استاد اور امام شیخ محمد عبدہ نے اپنے رسالہ توحید میں ختم نبوت کے مضمون کو نہایت ہی خوبی سے بیان فرمایا ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ انسانی عقل وفہم کی ترقی کے ساتھ ساتھ مذہبی نظریات بھی ترقی پذیر ہوتے جاتے ہیں۔جس طرح انسان بچپن کی منزلیں طے کرکے، شباب کے میدان میں قدم رکھتا ہے، پھر ادھیڑ ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کی عقل پکی ہوجاتی ہے اور وہ اونچی اونچی باتوں کو سمجھنے لگتا ہے، اسی طرح قومیں بھی بتدریج عقل وفہم میں ترقی کرتی رہیں، یہاں تک کہ ان کی ترقی اس حد تک جا پہنچی کہ وہ سب سے بلند ہدایت وحی خداوندی یعنی خدا کے آخری قانون قرآن حکیم کے حدود سے واصل ہوگئیں۔حالانکہ پہلے انہیں کی یہ حالت تھی کہ وحی کا یقین دلانے اور نبوت کو باور کرانے کے لئے کوئی اور ذریعہ نہ تھا سوائے اس کے کہ ایسی نشانیاں ظاہر کی جائیں جو عقل کو ششدر بنادیں اور انسان کو حیرت و تعجب میں ڈال دیں تاکہ وہ نبوت کے ماننے پر تیار ہوجائے، بالکل اسی طرح جس طرح ایک ناسمجھ بچہ کسی خوف یا کسی کے پھسلانے سے کوئی کام کرنے لگتا ہے۔

یہ خداوند تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت تھی کہ اس نے انسان کی ہدایت میں انسان کی فطرت کی ہمیشہ رعایت کی۔اس نے انسانوں ہی کے گروہ میں سے پیغمبروں کو اٹھایا اور ان میں ایسی خصوصیتیں رکھ دیں جن میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے، پھر لوگوں کو مزید یقین دلانے کے لیے ان انبیاء کو ایسی نشانیاں دیں جو دلوں پر قبضہ کرنے والی اور عقلوں پر چھا جانے والی تھیں، ان کے سامنے سرکش جھک گئے۔ہٹ دھرم باز آگئے، جاہلوں کی نگاہیں انہیں دیکھ کر خیرہ ہوگئیں اور ان کے سامنے سچائی چمکنے لگی۔

جب عقلیں کمال کو پہنچ گئیں تو سب سے کامل نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔جنہوں نے اپنی رسالت کے منوانے کے لیے نہ آنکھوں کو خیرہ کیا، نہ حواس کو حیرت زدہ کیا، بلکہ عقلوں ہی کو دعوت دی، سوچنے اور سمجھنے کے لیے پکارا اور عقل ہی کو فیصلہ کے لیے حکم قرار دیا اور اس طرح خداوند تعالیٰ نے عقلی دلیل، گویائی کی قوت اور بلاغت کی قدرت ہی کو حق کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشانی اور نبوت کا معجزہ قرار دے دیا۔

اس امر کے سمجھنے کے بعد ہر شخص باآسانی فیصلہ کرسکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی وحی اور کسی نبی کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی اور اگر کوئی شخص اپنی جہالت و ضلالت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی مانتا ہے تو وہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال نبوت و معجزہ عقلی کا منکر ہے۔

معجزات انبیاء صرف قرآن سے ثابت ہو سکتے ہیں

اس زمانہ میں صرف قرآن پاک کے ذریعہ سے تمام پیغمبروں کے معجزے ثابت ہو سکتے ہیں اور اگر قرآن پاک کو چھوڑ دیا جائے تو پھر کوئی ایسی یقینی دلیل نہیں جس سے لوگ انکار نہ کرسکیں اور وہ معجزوں کو ثابت کرتی ہو۔ اسلام سے پہلے مذاہب کی کتابوں میں جتنے معجزے ہیں۔ خود ان کتابوں کے ماننے والے علماء نے اس بنا پر ان کا انکار کر دیا ہے کہ ان معجزات کی صحت میں بہت شبہ ہے۔ انکار کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ کسی خارق عادت واقعہ کے ثبوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے نسلاً بعد نسلٍ اتنے آدمی بیان کریں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو اور پھر یہ کہ جس واقعہ کو وہ بیان کر رہے ہوں وہ حواس کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہو۔ اس میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس واقعہ کا مضمون ایسا نہ ہو جس میں طرفداری کا شک کیا جائے یا ایک دوسرے کی تقلید کا گمان ہو۔ واقعہ کا ثبوت جب ان شرطوں کے ساتھ ہوگا تو بے شک اس کا علم قطعی حاصل ہو جائے گا۔ طبیعت اس پر مطمئن ہو جائے گی، عقل اس کو رد نہ کر سکے گی۔ اس معیار کو سامنے رکھئے تو ماننا پڑے گا کہ قرآن سے پہلے کے جو معجزات ہیں، ان کی صحت بالکل مشتبہ ہے کیونکہ قرآن سے الگ ہو کر کسی طرح ان کا تواتر ثابت نہیں ہے۔ ان کا متواتر ثابت ہونا تو بڑی چیز ہے، وہ تو تاریخی حیثیت سے بھی اس قدر تاریکی میں ہیں کہ بعض یورپین تو سرے سے ان کے وجود ہی کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

رہ گیا قرآن کا معجزہ، یہ اس وقت بھی موجود ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اس کے متعلق ہر تاریخ دان جانتا ہے کہ اس وقت دنیا میں صرف یہی ایک کتاب ہے جو نسلاً بعد نسلٍ کسی تحریف تبدیلی کے منتقل ہوتی چلی آئی ہے اور اس کو نقل کرنے والوں کی جماعت اتنی بڑی ہے کہ عقلاً کسی طرح بھی اسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ لہٰذا اس کتاب کے متواتر ہونے پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں اہل یورپ کو اگر شبہ ہوا ہے تو محض اس امر میں کہ آیا یہ کتاب واقعی خدا کی طرف سے وحی تھی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک سینے سے خود بخود پیدا ہوئی تھی۔ ہم نے اپنی اس کتاب میں ہر طرح کے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ حضرت محمد صلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہ وسلم نے خود ایسی حیرت انگیز اور بے مثال کتاب پیش کی ہو۔ لہٰذا اس کتاب کے وحی خداوندی ثابت ہونے کے بعد اس کی ہر ایک آیت پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کے ہر ایک مضمون کی تصدیق لازمی ہے، اور اس میں چونکہ اور انبیاء حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بھی مذکور ہیں لہٰذا ان تمام کی تصدیق کرنی فرض ہے۔

یہاں ایک نہایت اہم مسئلہ کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ قرآن سے جو معجزے نہایت واضح طریقے سے ثابت ہیں، ان کی ایسی تاویل کرنی جو عربی زبان کے خلاف ہو یا معجزہ کے اعجاز کو باطل کرنے والی ہو، سخت گمراہی ہے، آج بہت سے روشن خیال کے مدعی اپنی کمزوری کی وجہ سے غیر مسلموں کے سامنے مرعوب ہو کر قرآنی معجزات میں ایسی تاویلیں کرنے لگتے ہیں جو قرآن کے منشاء کے بالکل خلاف ہوتی ہیں اور ان کی وجہ سے وہ معجزہ ایک معمولی واقعہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا ایسی تاویلوں سے بچنا بے حد ضروری ہے۔ (اور پھر ان مدعیان روشن خیالی نے جن معجزات کے ناممکن ہونے کا فتویٰ دیا تھا، اب تحقیق جدید کی روشنی نے ان کے اس فتویٰ کو بالکل ہی رد کر کے رکھ دیا ہے)۔ وہ جن معجزات کے تصور سے ہی شرم کھاتے تھے، آج ان کی عملی مثالیں سب کے سامنے موجود ہیں۔

تمام مباحث کا خلاصہ

۱۔ ہمارا ایمان ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنی قدرت و حکمت اپنے ارادہ و اختیار سے ہر چیز کا خالق ہے اور اس نے ہر چیز کو کمال احسن سے پیدا کیا ہے۔ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ۔ اس کی کاریگری کا کمال تمام مخلوقات میں ظاہر ہے۔ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْ تَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ. اس کی پیدائش میں کوئی خرابی یا فتور نہیں ہے۔ ارشاد ہے۔

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ.

ترجمہ: خدا کی خلق میں تم تفاوت نہ پاؤ گے۔ پھر دوبارہ نگاہ ڈالو۔ کیا کوئی شگاف (نقصان) نظر آتا ہے۔

خدا نے ہر چیز کو بہترین نظام اور پورے اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ سورۃ قمر میں ارشاد ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ہم نے ہر ایک چیز کو اندازہ سے پیدا کیا ہے۔

سورۃ حجر میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرَازِقِيْنَ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ.

ترجمہ: اور ہم نے اس میں ہر موزوں چیز اگائی اور اس میں تمہارے لیے بھی زندگی کی صورت بنادی ہے اور ان لوگوں کے لیے بھی جن کو تم رزق دینے والے نہیں ہو اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔ اور ہم ہر ایک چیز کو ایک خاص اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں۔

۲۔ ہمارا ایمان ہے کہ عالم کے پیدا کرنے اور اس کا نظم قائم رکھنے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسباب اور مسببات کو دخیل بنایا ہے اور یہ سنت الٰہیہ ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ اجتماعی قوانین بھی جو عالم میں مقرر ہیں، ناقابل تبدیل ہیں۔ اس مضمون کی تفصیل سورۃ مائدہ، انفال، حجر اسراء، کہف، احزاب، فاطر، مومن اور فتح میں موجود ہے، یہی آیات اس بات کو بھی بتاتی ہیں کہ قدر اور تقدیر اس عالم نظام کا نام ہے جو عالم میں قائم ہے اور جس نظام کے ماتحت، چیزیں اپنے اپنے اسباب وقوانین اور خدا کی ظاہر یا پوشیدہ حکمتوں کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ تقدیر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بلا سبب یا عام نظام کے خلاف یا مشہور عادتوں کے برعکس کسی واقعہ کو ظاہر کیا جائے۔ حالانکہ عوام عموماً تقدیر سے یہی مراد لیتے ہیں۔

۳۔ ہمیں اللہ نے جو عقل اور شریعت بخشی ہے، ان دونوں کا حکم یہی ہے کہ ہم نظام عالم اور خدائی قوانین کے خلاف کسی واقعہ کو پیش آنا قبول نہ کریں مگر ہاں اس وقت جب کہ کوئی قطعی دلیل جس پر عقل اور حواس دونوں متفق ہوں، شہادت دے رہی ہو ایسے واقعات میں یہ ضروری ہوگا کہ خدا کی کوئی بڑی حکمت کام کر رہی ہو اگرچہ ہم بہت سے اسرار خداوندی کی طرح اسے جان نہ سکیں لیکن اسے نہ جاننے کی صورت میں ہمارا یہ طریقہ کار نہ ہونا چاہیے کہ اس کا انکار کر دیں اور اس کے انکار کی وجہ سے اپنی بدبختی میں اضافہ کریں، بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس میں غور کریں اور اپنے علم کو زیادہ کر کے اپنے نفس کو درجہ کمال تک پہنچائیں۔ دیکھو مادی امور میں غور کر کے موجودہ زمانے کے علماء نے کتنی ترقیاں کی ہیں اور کیسی کیسی مفید اور نادر ایجادیں دنیا کے سامنے رکھ دیں۔ لہٰذا بتلاؤ کہ اگر تم روحانی امور اور خدا کی غیبی نشانیوں پر غور کرو گے تو اس وقت کیسے کیسے معارف اور علوم کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔

۴۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیج کر بڑا احسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے۔ ان مقدس ہستیوں نے اللہ کی نشانیوں کے ذریعہ سے ہماری رہنمائی کی اور انہیں کی رہنمائی کی بدولت ہم اپنے ابتدائی علوم کے تنگ دائرہ سے نکل کر عالم غیب و ارواح تک پہنچ گئے۔ اگر پیغمبروں کی رہنمائی نہ ہوتی تو انسان لاکھوں برس تک جہالت کی تاریکیوں میں پڑا رہتا اور ہر اس امر کا انکار کرتا جو عالم محسوسات کے آگے ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر انبیاء کی نشانیوں پر، قیامت پر اور اعمال کی جزا و سزا پر ایمان ہی نے انسانی عقلوں کو متوجہ کیا ہے کہ وہ عالم کے بھیدوں کو ڈھونڈے اور یہ اسی جستجو اور تلاش کا ثمرہ ہے کہ انسانوں نے علوم فنون اور صنعتوں میں اس حد تک ترقی کی کہ غیب پر ایمان نہ لانے والے لوگ ہرگز ہرگز وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے، یہ غیب کے تینوں امور پر ایمان لانے ہی کا طفیل ہے کہ انسان کے ہاتھ ان معارف تک پہنچ گئے جن کا حاصل ہونا ناممکن خیال کیا جاتا تھا۔

معجزات کے بارے میں جو تفصیل کی گئی ہے اس سے یہ خوب ظاہر ہو گیا ہے کہ انبیاء کی نشانیوں اور معجزوں سے انسانوں کو تین فائدے حاصل ہوئے ہیں۔

۱۔ ان معجزوں نے اس امر کو محسوس کرا دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے تمام کاموں میں مختار ہے اور مخلوق کا نظام اس کے قبضہ میں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نظام کے سامنے مجبور ہو اور یہ دنیاوی نظام اس پر حکمران اور اس کے ارادہ کو بلند کرنے والا ہو۔

۲۔ ان معجزوں نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ پیغمبروں نے خدا کے حکموں کے متعلق اور اس کی وحی کی بابت جو کچھ فرمایا ہے، سچ ہے اور یہ پیغمبر بھی سچے ہیں اور اگر یہ نشانیاں ایسی ہوتیں کہ کوئی شخص اپنی ریاضت یا روحانی استعداد کی وجہ سے پیش کر سکتا تو پھر یہ پیغمبر کی سچائی کی دلیل نہ بن سکتیں۔

۳۔ انہیں معجزات نے اس امر کو بتایا کہ ممکنات کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے اور یہ کہ محض کسی واقعہ کو عام عادت سے ہٹا ہوا سن کر نہ جھٹلانا چاہیے۔ جب تک کہ یہ نہ ثابت ہو جائے کہ یہ واقعہ عقلاً ناممکن ہے یا اس کی خبر دینے والا جھوٹا ہے۔

مادہ پرستوں کی الٹی ترقی

علم جتنا ترقی کرتا جا رہا ہے۔ اتنا ہی انبیاء کی سچائی کا ظہور زیادہ ہوتا جا رہا ہے مگر ان مادہ پرستوں کی معکوس ترقی دیکھئے کہ ان علوم کو پڑھ کر جو انبیاء کے معجزوں اور ان کی دعوتوں کو عقل سے قریب کرنے والے ہیں۔ یہ گمراہ ہو رہے ہیں۔ بجائے اس کے پیغمبروں کی نشانیوں کو یہ لوگ تسلیم کرتے الٹے ان سے انکار کر رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ مادہ کی وجہ سے اگر کوئی عجیب چیز ظہور میں آ جاتی ہے تو اسے بے تامل مان لیتے ہیں، لیکن انبیاء کے ہاتھوں روحانی طریقہ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم غیب سے معجزہ کے ظہور کا انکار کر دیتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ اپنی کسی نشانی کو ان کے سامنے پیش کرتا ہے تو یہ قیاس دائکل سے اس کا کوئی نہ کوئی سبب بیان کرتے ہیں۔ اور بدستور شک و شبہ میں پڑے رہتے ہیں، ان کا حال ٹھیک ان عرب جاہلوں کی طرح ہے جو مطالبہ کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ پیغمبر بنایا جائے۔ خدا تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنَا هُ مَلَكاً لَجَعَلْنَا هُ رَجَلاً وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُوْن.

ترجمہ: اگر ہم اپنے رسول کو فرشتہ بناتے۔ تو پھر بھی اسے آدمی ہی کی صورت میں بھیجتے اور یہ لوگ پھر بھی بدستور شک میں پڑے رہتے۔

کیونکہ آدمی فرشتہ کو دیکھ نہیں سکتا اور نہ اس سے تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ جب تک کہ فرشتہ آدمی کی شکل میں نہ ہو۔ اور جب خدا اسے آدمی کی صورت میں بنا دیتا تو کفار پھر اسی شک میں رہتے کہ بھلا اللہ تعالیٰ آدمی کو پیغمبر بنا سکتا ہے۔ بالکل یہی حالت ہمارے زمانہ کے عقلاء کی ہے کہ اگر چہ بہت سی روحانی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ جن کے اسباب ان مادہ پرستوں کو معلوم نہیں ہیں۔ لیکن وہ ان کو بجلی وغیرہ سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ تا کہ خدا کی اعلیٰ نشانیوں کا قائل نہ ہونا پڑے۔

موجودہ علوم کی ترقی اور انسانیت کی موت

آج یورپ میں علوم کی بے شک ترقی ہو رہی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ انسانوں کی مصیبتوں میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یورپ کے علوم، خود اہل یورپ کے لیے سامان موت بن چکے ہیں۔ ان کے مصلحین و مدبرین اور حکماء و علماء حیران و پریشان ہیں۔ کہ ان بلاؤں کو کس طرح دفع کریں۔ اور اپنے کو موجودہ اور آنے والی ہلاکتوں سے کیونکر بچائیں۔ مگر کوئی صورت نجات نظر نہیں آتی۔ ان کی بدبختیوں کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے علوم کو دین سے الگ حاصل کیا ہے۔ وہ لوگ خدا کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے۔ لہٰذا جب تک وہ علم اور دین کو جمع نہ کریں گے اس وقت تک انہیں نجات نہیں مل سکتی۔ امن و سلامتی کا یہی وہ نکتہ ہے جسے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا۔ لہٰذا یورپ کو اگر امن و نجات کی طلب ہے تو اس کے لیے یہ ضروری ہو گا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے اس نکتہ کو اپنی سعی و کوشش کا مرکز بنالیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ---

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیمیؑ اسلام کی حقیقت

بردران اسلام! اللہ تعالیٰ نے اپنے دو نبیوں کو اسلام کا نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسلام کا پہلا نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسلام کا آخری نمونہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آیئے ان کے باہمی تعلق کو ایک مثال سے واضح کریں آپ لوگ جب مکان بنانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اس کا نقشہ کھینچتے ہیں، اس کے بعد اس کی بنیادیں قائم کرتے ہیں اور سب سے آخر نقشے کے مطابق دالان، بیٹھک، ڈیوڑھی اور چوبارہ بنا کر تمام عمارات کو مکمل کر دیتے ہیں۔ اسلام کی مثال بھی یہی ہے۔ اسلام ایک عظیم الشان محل ہے اس محل کا نقشہ کھینچنے والا خدا ہے اور نقشہ الٰہی کے مطابق محل کی بنیاد رکھنے والے حضرت ابراہیمؑ ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر محل کو مکمل کر دینے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پس اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ خدا کے نقشے کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عمارت کھڑی کرے تو اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی قائم کی ہوئی بنیادوں کو تلاش کر لے۔ عید قربان کا سالانہ اجتماع اسی لیے ہے کہ تم ابراہیمیؑ کی بنیادوں کو تلاش کر کے ان پر اپنے دین کی عمارت قائم کرو اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری عید، کپڑوں میں نہیں ہے، زیور میں نہیں ہے، تمہاری عید تمہارا اسلام ہے، اگر تم نے اسلام کو پالیا تو مبارک ہو اور تمہاری عید بھی کامیاب ہے۔ لیکن اگر تم اسلام ہی سے بے نصیب رہ گئے تو پھر یہ عید، خوشیوں کی عید نہیں بلکہ تمہاری غفلتوں کا ماتم ہے، پس آؤ، آج ایک سال کے بعد یہ راز قرآن کریم سے پوچھیں اور اللہ کے مقبول بندے بن جائیں۔

اسلام کی حقیقت

برادران ملت! حضرت ابرہیمؑ کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا پیغام اسلام ہے، میں ایک لفظ میں اسلام کی حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں، اسلام یہ ہے کہ تم ''حکم کے بندے بن جاؤ۔ اللہ کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کر دو، اپنی محبتوں کو قربان کر دو، اپنی عداوتوں کو قربان کر دو اور ایک اللہ کے حکم میں تھ جاؤ، اسلام یہ ہے کہ تم ایک مردہ لاش کی طرح اپنی زندگی، احکام الٰہی کے حوالے کر دو، اسلام یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ اور پاؤں، تمہاری آنکھیں اور زبان تمہارا دل و دماغ، تمہارے جسم کا ایک ایک ذرہ اور تمہارے لہو کی ایک ایک بوند، احکام خداوندی میں بندھ جائے، اس طرح بندھ جائے کہ حکم الٰہی کے خلاف تمہارا نہ قدم اٹھے، نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لب کھلے، نہ آنکھ جھپکے، نہ سانس چلے اور نہ دل دھڑکے۔ مسلمانو! اچھی طرح سمجھ لو کہ مسلمان وہ ہے جو حکم قرآن کا قیدی ہو۔ مسلمان وہ ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم سے بندھا ہو، تم مسواک کرنے اور سرمہ لگانے کو کس قدر چھوٹی اور معمولی چیز خیال کرتے ہو؟ لیکن اگر اللہ اور رسول انہی پر جزم کرلیں اور حکم فرمائیں تو پھر مسواک کرنا اور سرمہ لگانا بھی تم پر اسی طرح فرض ہوگا جس طرح خود نماز فرض ہے اس لیے کہ صرف نماز یا روزہ اسلام کی جڑ اور بنیاد نہیں ہے۔ اسلام کی جڑ حکم ہے، اسلام کی بنیاد "تعمیل حکم" ہے اگر اولاد کی پرورش حکم ہو تو ایک مسلمان کا فرض یہ ہے کہ اپنے بچوں کو ناز سے پالے۔ لیکن اگر قتل کا حکم آجائے تو پھر اولاد کی پرورش ہی کی طرح ایک مسلمان کا فرض یہ ہوگا کہ وہ اپنی سب سے پہلی فرصت میں انہیں قتل کردے، دیکھو، اسلام کے صدق و کمال کی ایک کسوٹی پیش کرتا ہوں، تم میں ہزار ہا مسلمان ایسے ہوں گے جو صرف نام کے مسلمان ہیں، احکام الٰہی کے پابند نہیں ہیں، صرف اپنے فائدوں کے پابند ہیں اور اپنی خواہشات کے غلام ہیں شریعت کا جو حکم بظاہر مشکل ہو، ان کی تن آسانی کے خلاف ہو، فائدوں کے خلاف ہو، وہ بالکل اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ تم میں دوسرے وہ لوگ ہیں جو نماز اور روزہ کے پابند ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ کلمہ شہادت پڑھ لیا، درود شریف پڑھ لیا، نماز پڑھ لی اور روزے رکھ لیے، اب ہم فارغ ہیں، دین کا حق ادا ہوگیا۔ اے برادران عزیز! آپ اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ اسلام دس یا بیس ہزار اعمال کا نام نہیں ہے، اسلام صرف حکم کی تعمیل کا نام ہے۔ ایک فوجی سپاہی دس ہزار مرتبہ دشمنوں سے لڑے لیکن اگر صرف ایک مرتبہ گولی چلانے سے انکار کردے تو وہ کبھی وفادار نہیں کہلاسکتا تم جانتے ہو کہ ابلیس کے ہزارہا سال رکوع و سجود میں گزر گئے، لیکن صرف ایک حکم کے انکار نے اس کی ساری عبادتیں برباد کردیں۔ تم نے بنی اسرائیل کا حال پڑھا ہوگا، ستر ہزار اسرائیلوں نے اپنے بادشاہ طالوت کے ساتھ مل کر جالوت پر فوج کشی کی تھی، راستے میں ایک نہر آگئی طالوت نے کہا، میرا رفیق وہ ہے جو ایک چلو سے زیادہ پانی نہ پیئے، نتیجہ یہ ہوا کہ تین سو ستر ہ کے سوا تمام لشکری مقدار سے زیادہ پانی پی گئے اور اسی وقت رد کردیئے گئے۔ تم عذر لاسکتے ہو کہ وہ توحید کے منکر نہیں تھے، وہ حضرت موسیٰؑ اور شمعون کی نبوت کے منکر نہیں تھے، نماز اور روزہ کے منکر نہیں تھے، لیکن میں کہتا ہوں اور اس پر قرآن کا فتویٰ گواہ ہے کہ پھر بھی ایمان کے رجسٹر سے ان کا نام کٹ گیا، اس لیے کٹ گیا کہ انہوں نے حکم کے خلاف پانی پیا تھا، یہ پانی کے چند گھونٹ کا سوال نہیں تھا بلکہ عدول حکمی کا سوال تھا۔ یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ بھر بھی راہ خدا سے انکار کرتا ہے تو اس کا اسلام خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اے برادران اسلام! اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ اسلام کی بنیاد یہ ہے کہ تم اللہ کے حکموں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ایک بال تعمیل کرو اور اس امر کو ہرگز نہ بھولو کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک حکم بھی چھوٹا اور حقیر نہیں ہے اگر تم کو خدا حکم دیتا ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور تم یہ کہہ دو کہ ہم اونچی رکھیں گے، خدا کی قسم صرف اتنا کہہ دینے سے تم کبھی مسلمان نہیں رہ سکتے۔

اطاعت حکم کا نمونہ

برادران ملت! آیئے اب تاریخ سے پوچھیں، مسلمان کس طرح اللہ کی اطاعت کر گئے؟ حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا، اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو لے جاؤ اور کسی اجاڑ میں بسادو، حکم ملتے ہی آپ دونوں کو لے جاتے ہیں اور کنکروں کے ایک ایسے ڈھیر پر چھوڑ آتے ہیں جہاں گھاس کی ایک پتی اور پانی کی ایک بوند تک موجود نہ تھی۔

جب حضرت اسمٰعیلؑ جوان ہوئے تو خواب میں ارشاد ہوا، اے ابراہیمؑ! اپنے لخت جگر کو قربان کردو، آپ اپنے جوان بیٹے کو گھٹنوں میں دبا کر بیٹھ گئے اور آنکھیں بند کر کے چھری چلادی۔

مدینہ منورہ میں کچھ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہت خطرے میں تھی، ایک رات حضور ﷺ کے دروازے پر پہرے کھڑے تھے کہ جبرائیلؑ نے پیغام دیا۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس۔ اے پیغمبر! اللہ تمہارا نگہبان ہے۔ آپ نے اسی وقت خیمے سے سر نکال کر ارشاد فرمایا پہرے واپس کردو، میری حفاظت کا بہتر انتظام ہوگیا ہے۔ مسلمان تیرہ چودہ سال سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، عصر کے وقت یہ حکم آیا کہ نماز میں بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف منہ کیا جائے، مسجد نبوی میں عصر کے وقت اس حکم کی تعمیل ہوگئی مگر مدینہ کی دوسری مسجدوں کو یہ اطلاع نہ ہوئی۔ مدینہ کی ایک مسجد میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی جارہی تھی کہ مسجد نبوی کا ایک نمازی بھی وہاں پہنچ گیا اور پکار کر کہنے لگا، خدا کی قسم! رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہے۔ اس آواز کے ساتھ ہی مسجد کے تمام نمازی گھوم گئے اور ساری جماعت کا منہ قبلے کی طرف پھر گیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کے لیے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی، صحابہ کرام نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی دیکھی تو خود بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، ایک دن حضور ﷺ ممبر پر کھڑے ہوئے اور اپنی انگوٹھی اتار کر فرمایا۔ مسلمانو! اب میں یہ انگوٹھی نہیں پہنوں گا، یہ سنتے ہی تمام صحابہ نے اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔

جنگ احد میں ایک مسلمان کھجوریں کھا رہا تھا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور پوچھا، یا رسولؐ اللہ! اگر میں مارا گیا تو کہاں ہوں گا؟ فرمایا ''جنت میں'' یہ سنتے ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے کھجوریں پھینک دیں کہ اتنی دیر کون انتظار کرے، پھر بے خودی کے ساتھ کفار پر ٹوٹ پڑا اور اسی دم شہید ہو گیا۔

برادران اسلام! آپ سمجھے یہ ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا حق۔ یٰــــــا اَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّةً. اے مسلمانو! کامل طور پر اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ، قرآن حکیم اور حدیث نبوی کے احکام پڑھو اور ذرے ذرے اور بال بال کی اطاعت کرو، یہ اسوہ ابراہیم کا پہلا پیغام ہے۔

احکام شریعت الٰہی

برادران ملت! اب میں شریعت الٰہی کے چند احکام بیان کرتا ہوں، جن کی تکمیل کرنا تمہارا فرض ہے، مسلمانو! تمہارا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ پانچ وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو، حلال طریقے سے روزی حاصل کرو، ہمیشہ سچ بولو، جب اللہ کے لیے گواہی پر جاؤ تو صاف صاف اور سچی گواہی دو، خواہ تمہارے باپ کے خلاف ہو۔ عدل کرو، پورا تولو، اپنے جھگڑے اسلامی برادری میں بیٹھ کر طے کرو، جب دو مسلمانوں میں نفاق ہو تو صلح کرا دو اور اگر ایک فریق ظلم کرے تو مظلوم کا ساتھ دو، یہاں تک کہ ظالم جھک جائے اور مظلوم کا حق مل جائے۔ مسلمانو! اپنی اولاد کو تعلیم دلاؤ، ادب سکھاؤ اور پاکبازی، سچائی اور سادگی کی تلقین کرو، مسلمانو! اللہ کا حکم یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کا ادب کرو، اپنی بیویوں کو خوش رکھو اور ان کا حق ادا کرو، اپنی لڑکیوں کو حصہ دو، عزیزوں پر احسان کرو اور غریب، یتیم، بیوہ عورت اور پڑوسی، مسافر، مہمان اور بیمار سب سے نیک برتاؤ رکھو، مسلمانو! تمہیں غریبی اور نااتفاقی نے برباد کر دیا ہے، اللہ کا حکم یہ ہے کہ فضول خرچی نہ کرو، شیطان کے بھائی نہ بنو، سود نہ دو، سود نہ لو، قرض سے بچو، شراب، زنا، جوا، رشوت اور فساد کے قریب نہ جاؤ اور اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو کہ طمع، غرور، چغلی اور جھوٹ فساد کی جڑ ہیں، پس ان کی بربادیوں سے بچے رہو۔ مسلمانو! اللہ کا حکم یہ ہے کہ صراط مستقیم پر چلو برائی سے روکو اور نیکی کو جگاؤ اور پھیلاؤ اور اپنا ظاہر اور باطن ایک رکھو، اللہ سے ڈرو اور سچے مسلمان بن جاؤ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ وَلَا تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَ اَنۡتُمۡ تَسۡمَعُوۡنَ وَ لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِیۡنَ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَهُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ.

اسلاف کرام کا نمونہ

برادران اسلام! آپ نے اللہ تعالیٰ کے احکام سن لیے، اب آیئے تاریخ سے پوچھیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سچے مسلمان، ان حکمتوں کی کس طرح اطاعت کرتے تھے؟

امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا، یہ شخص شام ہی سے شراب پی کر گانا شروع کر دیتا اور کہتا کہ لوگوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیا، ورنہ میں لڑائی کے دن بڑے بڑے کام کر کے دکھاتا۔ ایک رات اس موچی کو پولیس کے سپاہی پکڑ کر لے گئے جب امام صاحب کو اس کی مصیبت کا علم ہوا تو آپ بے قرار ہو گئے، حاکم سے سفارش کی اور چھڑا لائے، پھر فرمایا، اے دوست تم گایا کرتے تھے کہ لوگوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیا مگر دیکھو! اب ہم نے تمہیں ضائع نہیں ہونے دیا، ان الفاظ سے موچی کی طبیعت بدل گئی اور اسی وقت گناہ سے تائب ہو گیا۔ مسلمانو! سچے مسلمان، اس طرح پڑوسیوں سے نیک برتاؤ کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ایران کے ایک رئیس نے سپہ سالار اسلام حضرت ابوعبیدہؓ کی ضیافت کی اور مکلف کھانوں کا ایک عجیب دستر خوان آپ کے سامنے چن دیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے پوچھا یہ مکلف کھانا صرف میرے لیے ہے یا میری تمام فوج کے لیے بھی ہے؟ رئیس نے کہا، ساری فوج کے لیے تو یہ کھانا نہیں ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ دستر خوان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا، میں اپنے آپ کو غریب مسلمانوں سے الگ نہیں کر سکتا، مسلمانو! سچے مسلمان، اس طرح غریب بھائیوں سے محبت کرتے ہیں۔

امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس ریشم کے چند تھان بھیجے کہ انہیں فروخت کر دیں اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ ان تھانوں میں یہ نقص ہیں خریدار کو پہلے بتا دینا، اور پھر تھان فروخت کرنا، حفص ابن عبدالرحمٰن نے یہ تھان ۲۴ ہزار درہم میں فروخت کیئے۔ اور جب رقم پیش کی تو آپ نے پوچھا، تم نے خریداروں کو نقص بتلا دیئے تھے، حفص بن عبدالرحمٰن نے جواب دیا، مجھے یاد نہیں رہا، فرمایا تو میں روپیہ نہیں لے سکتا، تمام روپیہ خیرات کر دیا جائے۔ مسلمانو! سچے مسلمان اسی طرح تجارت کیا کرتے ہیں۔

حضرت معاذؓ بن جبل، سفیر بنا کر سپہ سالار روم کے پاس بھیجے گئے، رومیوں نے آپ کے راستے میں دور تک مخمل اور کمخواب کا فرش بچھا دیا، حضرت معاذ فرش کے پاس پہنچے تو رک گئے، رومیوں نے کہا، آپ کھڑے کیوں ہیں؟ آگے تشریف لے جائیں۔ فرمایا میں ایسے فرش پر قدم نہیں رکھ سکتا جو حرام کے مال سے بنا ہو، پھر اسی فرش کے پاس زمین پر بیٹھ گئے۔ رومیوں نے کہا کہ ہم آپ کی عزت کرتے ہیں اور آپ غلاموں کی طرح زمین پر بیٹھتے ہیں، حضرت معاذ جوش غیرت سے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور فرمایا، مجھے تمہاری عزت کی پروا نہیں اگر زمین پر بیٹھنا غلاموں کا نشان ہے تو مجھ سے بڑھ کر اللہ کا غلام اور کون ہو سکتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔مسلمانو! سچے مسلمان اس طرح مال حرام سے بچتے ہیں۔

ایک عیسائی نے حضرت عمرؓ کے پاس شکایت کی کہ آپ کا فلاں تحصیلدار مجھ سے دوبارہ محصول مانگتا ہے چند دن کے بعد یہی عیسائی یاد کرانے پھر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے خلیفہ اسلام! میں وہی عیسائی ہوں جس نے محصول کی شکایت کی تھی، حضرت عمرؓ مسکرا پڑے اور فرمایا۔ ''تو پھر میں بھی وہی مسلمان ہوں جس نے اسی دن تمہاری شکایت کا انتظام کر دیا تھا۔'' مسلمانو! سچے مسلمان اس طرح غریبوں کی فریادیں سنا کرتے ہیں۔

جنگ احد میں حضرت امیر حمزہؓ اور ایک غریب مسلمان کی نعشیں، دفن کرنے کے لیے لائی گئیں حضرت حمزہؓ کی بہن نے کفن کے لیے دو کپڑے پیش کیے۔ جب حضرت زبیرؓ نے انہیں ناپا تو وہ بڑے چھوٹے نکلے، حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ دونوں کپڑوں میں قرعہ ڈالا جائے، امیر حمزہؓ اور ایک غریب مسلمان دونوں برابر ہیں ہم ان میں فرق نہیں ڈال سکتے، مسلمانو! سچے مسلمان اس طرح عدل کیا کرتے ہیں۔

برادران اسلام! آپ ان واقعات سے صحابہ کرام اور بزرگان دین کی نیکیوں کا اندازہ کریں وہ کتنے پاک تھے؟ کس قدر سچے تھے، کیسے رحیم اور عادل تھے؟ تم دیکھتے ہو کہ انہوں نے مشرق اور مغرب میں دین کا ڈنکہ بجایا، روم کا تختہ الٹ دیا، ایران کو شکست دی، کفر جھک گیا۔ اسلام بلند ہوا! مسلمانوں نے کسریٰ کے سفید محل میں اذانیں دیں، مجوسیوں کا تخت اٹھ گیا اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر بچھ گیا، اے برادران عزیز! یہ سب کچھ ان مسلمانوں کے نیک اعمال کا نتیجہ تھا لیکن افسوس کہ آج تم انہیں کے نام لیوا اور در بدر پھرتے ہو، ٹھوکریں کھاتے ہو، غلامی کرتے ہو، سنو! یہ سب کچھ تمہاری غفلتوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ مسلمانو! اسی مزدور کو اجرت ملتی ہے جو کام کرے لیکن اگر تم کام ہی سے انکار کر دو تو اللہ کے وعدے تم پر کس طرح سچے اتریں؟ جنہوں نے بویا تھا خرمن جمع کر لیا لیکن اے غافلو! تم اگر بیج ہی نہیں ڈالتے تو پھر تمہاری امیدیں کس طرح پوری ہو سکتی ہیں۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

قربانی کی ضرورت

برادران اسلام! آپ نے اسلام کے احکام سن لیے، بزرگان اسلام کا نمونہ دیکھ لیا، اب اصل کام یہ ہے کہ آپ ان حکموں پر کاربند ہونے کی تیاری کریں، لیکن اس سے پہلے یہ خوب سمجھ لیں کہ زبان سے کہنا آسان ہے مگر عمل کرنا آسان نہیں ہے۔ یہ بات تو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ آپ صراط مستقیم پر چلیں، مگر کوئی شخص یہ ضمانت نہیں دے سکتا کہ اگر آپ حکم الٰہی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندے بن گئے تو پھر آپ کو اس دنیا میں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، اچھی طرح سمجھ لو کہ اسلام کا ہر حکم قربانی ہے اور توحید الٰہی کی راہ کانٹوں سے بھری پڑی ہے۔ معلوم نہیں کہ تم قربانی کسے کہتے ہو؟ میرے نزدیک انسان کی سب سے بڑی قربانی یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کے حکم کا بندہ بن جائے۔ اس لیے کہ شریعت الٰہی کا ایک بھی حکم قربانی سے خالی نہیں ہے، نماز قربانی ہے، جب تک کہ تم وقت کام اور دل لگی کو قربان نہ کرو، پانچ وقت نماز نہیں پڑھ سکتے۔ روزہ قربانی ہے، جب تک نعمتوں اور لذتوں سے ہاتھ نہ اٹھاؤ، رمضان کا حق ادا نہیں کر سکتے، زکوٰۃ قربانی ہے، جب تک تم اپنے دلوں کو زور مال کے طمع سے خالی نہ کردو، زکوٰۃ نہیں دے سکتے، خانہ کعبہ کا حج قربانی ہے، بلکہ تمام قربانیوں کا مجموعہ ہے، کاروبار چھٹے گا عزیز و اقارب چھٹیں گے، وطن سے دور ہو گے، مال خرچ ہوگا، سفر کی تکلیفیں اٹھاؤ گے اور پھر اللہ کے دربار کی حاضری نصیب ہوگی، جہاد قربانی ہے، جب تک کہ زندگی اور زندگی کے تمام سامانوں اور محبتوں کو پہلے خود قتل نہ کر ڈالو، تم اللہ کی راہ میں کبھی شہید نہیں ہو سکتے۔ مختصر یہ کہ اللہ کا ایک حکم بھی ایسا نہیں جس پر تم قربانی کے بغیر کاربند رہ سکو، پہلے ہزار ہا رشتے کٹ جاتے ہیں اور پھر ایک اللہ سے رشتہ جڑتا ہے پہلے طمع اور تعلق کے ہزار ہا دروازے بند ہو جاتے ہیں اور پھر "لَا تَقْنَطُوْا" کا ایک دروازہ کشادہ ہوتا ہے، پہلے لحاظ اور محبت کی ہزار ہا آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور پھر عشق الٰہی کی ایک آنکھ جاگتی ہے، پس اے بے خبرو! اس حقیقت کو خوب سمجھ لو کہ جب بھی تم اللہ کا عہد تازہ کرو گے، وہ تمام پرانے اقرار نامے جن پر اب عمل کر رہے ہو، ایک ایک کر کے ٹوٹ جائیں گے، تم ظلم کا مقابلہ کرو گے تو بادشاہ بگڑے گا جھوٹ اور بدی کا پردہ کھولو گے تو گاؤں کے رئیس اور نمبردار دشمن ہو جائیں گے، تم بے لحاظی کرو گے اور پورا تولو گے تو دوست اور عزیز بگڑیں گے، تم سچی شہادت دو گے تو مدعی یا سب انسپکٹر ناراض ہوں گے، تم حرام سے بچو گے، رشوت سے بچو گے اور گھر کا خرچ کم کر دو گے تو بیوی اور بچے بگڑیں گے، تم موت اور بیاہ کی تباہ کن رسوم سے انکار کرو گے تو عزیز و اقارب تمہیں گریبان سے پکڑیں گے، اور ذلیل کریں گے، پس تمہیں چاروں طرف سے گھیرا جائے گا۔ تمہیں مارا جائے گا۔ پکڑا جائے گا، ستایا جائے گا لیکن اگر تم اللہ کی توحید اور آخرت کی جواب دہی پر یقین رکھتے ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح یہ سب کچھ برداشت کر لو مگر اپنے ایمان اور اسلام کو ذلیل نہ ہونے دو۔

اے مسلمانو! اچھی طرح سمجھ لو کہ اس دنیا میں کوئی بھی شخص محنت، تکلیف، صبر اور جان و مال کی قربانی کے بغیر حکم الٰہی کا بندہ نہیں بن سکتا، جب خالق کے غلام بنو گے تو شیطانی قوتیں ضرور تمہیں تکلیف دیں گی، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تمہارے لیے ہر ذلت اور تکلیف کا برداشت کر لینا اچھا ہے مگر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنا اچھا نہیں ہے جب حضرت ابراہیمؑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی تو تمام ملک ان کی دشمنی پر کھڑا ہوگیا، نمرود اس لیے دشمن ہوا کہ وہ اپنے بت کو پجواتا تھا۔ آپ کا باپ آذر اس لیے دشمن ہوا کہ وہ خود بت بناتا تھا اور بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا تھا۔ پروہت اور پیر اس لیے دشمن ہوگئے کہ وہ بتوں کے چڑھاوں پر عیش کرتے تھے۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے کسی کی پرواہ نہ کی، انہوں نے باپ کا رشتہ کاٹ دیا، قوم اور خاندان کے فائدوں کو رد کردیا، نمرود کا مقابلہ کیا اور اس کے جھوٹ کا اعلان کیا، پھر مندر میں گھس گئے اور بتوں کو ایک ایک کرکے توڑ ڈالا نمرود نے آپ کو آگ میں جھونکا، وطن سے نکالا مگر آپ بے پرواہ رہے، حق پر کھڑے رہے یہاں تک کہ اللہ کی امداد آ پہنچی۔

اے برادران اسلام! آیئے، اب اس حقیقت پر غور کریں کہ حضرت ابراہیمؑ اور شاہ بابل کے مقابلے کا انجام کیا ہوا؟ نمرود کو فتح حاصل ہوئی یا خلیل کو؟

تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ نمرود کا تختہ الٹ گیا، اس کی حکومت اجڑ گئی، اس کے لشکر برباد ہوگئے، اس کے مندر اور مورتیاں فنا ہوگئیں، آج کلدان اور بابل کی بستیاں کھنڈرات کا ڈھیر ہیں، وہاں نہ چمن ہے، نہ بلبل، نہ پھول ہے، نہ شبنم ہے، وہ ایک اجڑی ہوئی زمین ہے، جہاں زندگی ہے نہ موت ہے، نہ صدا ہے، نہ ہوا ہے، رحمت خداوندی کا وہ دروازہ جو ابراہیمؑ کے وقت میں بند ہوا تھا، آج تقریباً پانچ ہزار سال گزر چکے ہیں، وہ دروازہ، نمرود کی سرزمین پر اب تک نہیں کھلا، ان مٹی کے برباد ڈھیروں میں جہاں کبھی نمرود کا تخت تھا، دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ اب تک عذاب کا اثر جاری ہے، اب تک وہاں نحوستیں منڈلاتی ہیں اور بدنصیبیاں روتی ہیں، وہاں نہ گھاس اگ سکتی ہے، نہ پھول کھل سکتا ہے، نہ بلبل گا سکتی ہے، نہ شبنم رو سکتی ہے، لیکن اس کے برخلاف حضرت ابراہیمؑ کا نام چاند اور سورج کی طرح روشن ہے، ان کا عرب و عجم آزاد ہے، ان کے سجدے سرسبز ہیں، ان کی دعائیں مقبول ہیں، ان پر قربانیاں قربان ہیں، ان پر درود کے موتی برستے ہیں، ان پر صلوۃ و سلام کے گیت نثار ہیں، اللہ اور قرآن سے بڑی اور کیا شہادت ہوگی، قرآن کا ورق ورق، ان کی یاد سے روشن ہے، سورۃ صف میں ارشاد ہوتا ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ. اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ، وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ، وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ.

برادران اسلام! قربانی کی بحث ختم کرنے سے پہلے دو باتیں ذہن نشین کرلیں، ایک یہ کہ اوپر کی آیت سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اس وقت ہر قسم کے خطرات سے سلامتی کی خوشخبری دی ہے۔ جب کہ آپ ہر ایک قربانی اور امتحان میں کامیاب ہوچکے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ آپ یاد رکھئے کہ مسلمانوں کے موجودہ خطروں اور تکلیفوں کا علاج بھی یہی ہے آپ لوگوں نے جس وقت بھی اپنے فائدوں اور آرام کو قربان کر دیا اور اپنے حاکموں دوستوں اور عزیزوں کی خواہشوں اور لحاظوں کو چھوڑ کر حکم الٰہی کے مطابق عدل اور سچائی پر قائم ہو گئے اسی وقت آپ کے تمام دکھ درد مٹ جائیں گے، دوسری بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ تمام آزمائشوں میں پورے اترے او راللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کا امام اور پیشوا بنا دیا تو آپ نے پوچھا، اے اللہ! کیا یہ امامت میری اولاد کو نصیب ہوگی، جواب آیا۔ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِینَ. اے ابراہیمؑ تمہاری نسل کو تمہاری امامت ضرور ملے گی، مگر میرے اس وعدہ میں سے ظالموں کو کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ اے برادران عزیز! تاریخ اسلام بتائے گی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کس قدر سچا ثابت ہوا۔ تم جب تک عدل اور سچائی پر قائم تھے۔ مشرق اور مغرب پر تمہاری بادشاہت قائم رہی، لیکن جب تم ظالم ہو گئے تو اللہ نے تمہیں اپنے وعدے سے محروم کر دیا، آج کی عید اگر حضرت ابراہیمؑ کی کامیابی کی یادگار ہے تو اپنی بدبختیوں کا بھی ماتم کرو کہ آج تم پر لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِینَ. کا عبرت ناک نظارہ ہے، کہاں ہیں وہ مسلمان جو آج عید پر اپنی بدحالی کا ماتم کریں؟

نظام زکوٰۃ اور بیت المال

برادران ملت! اب میں تقریر کے آخر میں آپ کے نظام زکوٰۃ پر چند الفاظ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تمام قرآن نماز اور زکوۃ کی تاکید سے بھرا پڑا ہے۔ جس طرح تم پرندوں کے دو پنکھ دیکھتے ہو، اسی طرح نماز اور زکوۃ اسلام کے دو پنکھ ہیں، تم نے اسلام کے ایک پنکھ یعنی نماز کو کسی حد تک قائم رکھا ہے مگر دوسرے پنکھ یعنی زکوۃ کو بالکل برباد کر دیا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ اب اسلام موجود تو ہے مگر اڑ نہیں سکتا۔

اللہ کا حکم یہ تھا کہ تم ایک بیت المال بناؤ، ہر مسلمان اس میں اپنی زکوۃ جمع کرے۔ اور پھر حکم شریعت کے مطابق مشورہ باہمی سے اس رقم کو خرچ کیا جائے لیکن تم اس طرح نہیں کرتے، ہزار ہا مسلمانوں نے حکم زکوۃ کو اس طرح بھلا دیا ہے کہ گویا قرآن کریم میں یہ حکم ہی موجود نہیں ہے، باقی تھوڑے آدمی جو زکوۃ نکالتے ہیں، وہ اس رقم کو اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں ہر سال فقیروں کی تعداد بڑھ جاتی ہے، اللہ اللہ امت مسلمہ کی حالت کس قدر قابل رحم ہے، جو لوگ زکوۃ نہیں نکالتے، وہ ایک گناہ کرتے ہیں اور جو نکالتے ہیں وہ ایک دوسرے گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

تم اپنے جسم ہی کے اندر ایک نظر کرو، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک اور کان اسی وقت کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں ، جب پیٹ یا معدے سے انہیں لگاتار غذا حاصل ہو، لیکن اگر معدہ ہی خالی ہوجائے تو پھر ہاتھ اور پاؤں کو کہاں سے قوت نصیب ہوسکتی ہے؟ نظام اسلام کی بھی ٹھیک ٹھیک یہی مثال ہے، کلمہ شہادت، اسلام کا دماغ ہے، نماز دل ہے، روزہ جگر ہے، حج بیت اللہ پھیپھڑہ ہے اور بیت المال معدہ ہے جس سے تمام جسم کو ایڑی سے چوٹی تک قوت اور زندگی حاصل ہوتی ہے، تم نے اسلام کے سرچشمہ زندگی کو اس سے علیحدہ کردیا ہے، پھر ایسے حالات میں اسلام کی برکات کا ظہور ہو تو کیونکر؟

عذر کیا جاتا ہے کہ خلافت او رامارت' کے بغیر زکوۃ کا نظام کیونکر قائم کیا جائے؟ ایک جواب یہ ہے کہ جس طرح خلیفہ کے بغیر جمعہ، عیدین اور حج کا انتظام ہورہا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر تم نہایت ہی حقیر اور معمولی کاموں کے لیے کئی کئی انجمنیں بنا سکتے ہو تو پھر نظام زکوۃ کے لیے کیوں کمیٹیاں قائم نہیں کرتے؟ یاد رکھو کہ کوئی حکومت، کوئی میونسپل کمیٹی، کوئی ڈسٹرکٹ بورڈ اور کوئی ادارہ اور محکمہ، خزانے کے بغیر کبھی زندہ اور قائم نہیں رہ سکتا، اسلام کا خزانہ بیت المال ہے پس جب تک بیت المال نہ ہوگا، اسلام کا نظام کبھی قائم نہ ہوگا، نہ مسجدوں کا انتظام صحیح ہوگا، نہ اوقاف کی آمدنیاں محفوظ ہوں گی، نہ ائمہ مساجد کو تنخواہیں مل سکیں گی نہ اسلام کے مبلغ مقرر کیئے جاسکیں گے اور نہ غریب، فقیر، بیوہ، یتیم کی حفاظت کا فرض ادا ہوگا۔ پس میں ہر دردمند مسلمان سے اپیل کرتا ہوں، خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ ہر شہر میں سیرت کمیٹیاں قائم کی جائیں۔ اور ہر کمیٹی اپنی پہلی فرصت میں سنت نبوی کے مطابق اپنا بیت المال قائم کرے۔ یہ اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے، سب سے بڑی قربانی ہے۔ لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لحومُهَا وَلَا دِمَاءُ هَاوَلٰكِن يَّنَالُهُ التَّقْوٰى. مسلمانو! اللہ کو تمہاری قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے، بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے سچا متقی وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کا حکم سنے اور اسی وقت عمل کے لیے کمر بستہ ہوجائے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے ارشادات

میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک خطبہ آپ کی خدمت میں پیش کردوں۔ مولانا موصوف کئی سال سے عید گاہ کلکتہ میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی تقریبات پر بہت پرجوش خطبات دے رہے ہیں اور اپنے ہر خطبے میں آپ مسلمانوں کو یہی ایک مشورہ دے رہے ہیں کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنے اپنے شہر میں نماز اور زکوۃ کا نظام قائم کرو۔ مولانا موصوف کی یہ مستقل رائے ہے کہ آج مسلمانوں کے کرنے کا سب سے پہلا کام صرف یہی ایک کام ہے کہ وہ اپنے ہاں نماز اور زکوۃ کا نظام قائم کریں، ملت اسلامیہ کی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنی بھی خدمتیں اور ضرورتیں ہیں، ان سب کا درجہ، ان کاموں کے بعد ہے۔ مولانا نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ پر جو اہم خطبے دیئے، ان میں نہایت ہی شدومد کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے یہی تحریک پیش کی ہے کہ وہ زکوۃ اور نماز کو نظام قائم کریں۔ جب مولانا پٹنے تشریف لے گئے تو وہاں کے بعض دردمند مسلمانوں نے آپ سے سوال کیا۔

مسلمان۔ مولانا اس وقت آپ مسلمانوں کے لیے کیا تجویز کرتے ہیں؟

مولانا۔ وہ زکوۃ اور نماز کی تنظیم کریں،

۱۹۳۶ء کے خطبہ عید الاضحیٰ میں جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا، اس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

''برادران ملت! جس حقیقت کو ایک مدت سے میں تمہارے سامنے رکھتا آیا ہوں۔ آج پھر اسی حقیقت کو تمہارے کانوں تک پہنچاتا ہوں۔ کیا اتنے بڑے انسانی ہجوم میں چند انسان بھی ایسے نہیں، جن کے دلوں کی صلاحیت اس حقیقت کو قبول کر سکے؟

میں پورے تیس برس کے غور وفکر کے بعد جس کی کوئی صبح اور شام ایسی نہیں گزری کہ میں نے پوری توجہ اور پوری دل سوزی کے ساتھ غور وفکر نہ کیا ہو، اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کی اجتماعی فلاح وصلاح بجز اس کے کسی دوسرے معاملہ پر موقوف نہیں ہے جو قرآن کے ہر صفحہ پر تم لکھا ہوا دیکھو گے یعنی اِقَامَۃُ الصَّلٰوۃِ. اِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ. قرآن کریم نے سب سے زیادہ انہی مسائل پر زور دیا ہے مگر آج انہی دونوں مسائل کو تم نے سب سے زیادہ پس پشت ڈال دیا ہے اور سب سے زیادہ غفلت، وہ غفلت جو انکار تو نہیں لیکن قریب انکار ضرور ہے، کے نذر کر دیا ہے۔ حالانکہ کفر و اسلام کے امتیاز سلسلہ میں بھی اسی نماز وزکوۃ کو معیار قرار دیا گیا تھا، فرمایا۔ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ. وہ اگر پچھلی بد اعمالیوں سے تائب ہو جائیں۔ نماز پڑھیں اور زکوۃ کی پابندی کا عہد کریں تو وہ بھی تمہاری برادری میں شامل کیئے جاسکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شرط اسلام انحصار و مدار اسلام نیک عملی کے ساتھ ساتھ قیام صلوٰۃ اور ادائے زکوۃ سے مشروط ہے۔

غور کرو گے تو خود سمجھو گے کہ اسلامی اعمال واحکام قطعاً اجتماعیت کے حامل ہیں۔ اسلام اپنے حلقہ بگوش افراد سے خود انہی کے مفاد کے لیے چاہتا ہے کہ ان کا ہر عمل اجتماعی ہو، اس لیے فرض قرار دیا گیا ہے کہ نماز ہر مسلمان باستثنائے حالت مجبوری، ہمیشہ جماعت کے ساتھ ادا کرے، اگر مشاغل معاش، ذرائع روزی مخل ہوں تو لازمی ہے کہ کم سے کم ایک وقت کی نماز ضرور ہر مسلمان جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ اسی طرح زکوۃ کے بارے میں بھی حکم ہے۔ مسلمانوں کی زکوۃ بھی اجتماعی صورت سے ادا کی جائے کچھ پرواہ نہیں اگر پورے شہر کی تنظیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوسکتی۔ آج میں اس غلط فہمی کی بھی تردید کردوں جو بعض حلقوں میں ظاہر کی جارہی ہے کہ اس کے لیے امارت شرط ہے امارت کی قطعاً کوئی شرط نہیں البتہ وہ ایک اولیٰ صورت ہے، لیکن اگر امارت، حالات کے تقاضایا ماحول کے اثر سے بعید الامکان یا ناممکن یا ناممکن ہے تو اس چیز کا جائز یا ناجائز بہانہ بنا کر اللہ کے ایک واضح، صریح اور تاکیدی حکم میں لیت ولعل اور حیل و حجت یقیناً قابل سخت مواخذہ اور قابل سخت وعید ہے۔ جو لوگ فرداً فرداً زکوۃ اپنے طور پر ادا کرتے ہیں۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ درست نہیں ہے اور آج میں ایک قدم اور بڑھتا ہوں اور اس منبر پر سے اپنی پوری ذمہ داری سے اعلان کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں کہ یہ زکوۃ جو انفرادی طور پر ادا کی گئی ہے، درست نہیں بلکہ صحیح اور اصح یہ ہے کہ وہ زکوۃ ہی نہیں ہے، اسے کوئی دوسرا نام دیا جاسکتا ہے۔ زکوۃ کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

پس جب تک تم بحیثیت مسلمان، اجتماعی طور پر قرآن کے حکم اور منشائے فطرت کے ماتحت اپنے اعمال خصوصاً نماز زکوۃ کو تنظیم کے ساتھ ادا نہیں کرتے وہ تمام دینی برکات اور وعدے جن کی تم کو تلاش ہے ہمیشہ تم سے دور رہیں گے اور جس دن تم نے اجتماعی شکل اور اعمال میں اجتماعی حسن نظام پیدا کرلیا، یقین کرو کہ چھینی ہوئی تمام دولت تم کو پھر سونپ دی جائے گی۔

میں تم سے پھر تاکید کرتا ہوں کہ اپنے اعمال میں اجتماعیت کی صورت پیدا کرو اٹھو! اور ہر ہر قصبہ اور محلہ میں کم سے کم پانچ آدمیوں کی ایک جماعت بنالو، چھ بھی نہیں، صرف پانچ جو زکوۃ کی تحصیل و تنظیم کریں۔ تم دیکھو گے کہ بہت جلد پورا محلہ بلکہ پورا شہر تمہاری کمیٹی کا ممبر بن جائے گا۔ اور یہ ایک قابل تقلید نمونہ بن جائے گا۔ جس پر عامل ہوکر خیر و برکت کے متلاشی اپنی سعادتوں اور گم شدہ متاع دولت وحشمت کو ڈھونڈیں گے۔ کیا تم میں ایسے پانچ آدمی بھی نہیں ہیں جو میری بات بگوش دل سن سکیں؟''

قیام نماز یہ ہے کہ آپ نمازیوں کی تعداد بڑھائیں، جن مسلمانوں کو نماز یاد نہ ہو انہیں نماز سکھانے کے لیے معلم نماز مقرر کریں۔ جن کو نماز یاد ہے، انہیں نماز کا ترجمہ اور مقصد سمجھائیں اور جماعت کی پابندی کرنا سکھائیں۔ قیام زکوۃ کی صورت یہ ہے کہ آپ بیت المال بنائیں، محلہ وار زکوۃ، فطرہ، چرم قربانی وغیرہ کی وصولی کا انتظام کریں۔ مستحقین زکوۃ کی فہرست بنا کر۔ حکم شرع کے مطابق مشورہ کمیٹی سے بیت المال کا روپیہ صرف کریں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام الٰہی میں قربانی

صاحبان! آپ اپنی آس پاس کی چیزوں پر نگاہ دوڑائیں، ذرہ سے لے کر آفتاب، چیونٹی سے لے کر بڑی سے بڑی مخلوق کی حقیقت کا پتہ لگائیں، خود اپنی ہستی پر غور کریں، جو تمام مخلوق میں سب سے افضل و برتر ہے۔ اس سے آپ پر یہ بات روشن ہوجائے گی کہ اس دنیا کی ایک چیز بھی ہماری پیدا کی ہوئی نہیں ہے۔ پھر آپ غور کریں کہ یہ گرمی، سردی، تری اور خشکی، آگ، ہوا، پانی اور مٹی اور ان میں عجیب وغریب مادوں اور غذاؤں کے بے شمار ذخیرے، یہ سب کس نے پیدا کیئے؟ اور ان کے باقی رکھنے کے اسباب کس نے پیدا کیئے، پھر تمہیں یہ قوتیں کس نے بخشیں کہ مذکورہ بالا اشیاء کی حقیقتوں پر غور کرو اور اپنی تمام ضرورتوں کے مطابق انہیں توڑ جوڑ کر ان سے کام لو اور دنیا کو آباد کرو، ایک منکر سے منکر آدمی بھی اگر غور کرے گا تو گو وہ زبان سے اقرار نہ کرے۔ مگر اس کا دل اپنی عاجزی اور بے چارگی کے اقرار کے ساتھ ایک ایسی باقوت اور بااختیار اور بے زوال مگر مہربان ہستی کے ماننے پر مجبور ہوجائے گا جو ان چیزوں کو پیدا کرنے والی اور ان کے لیے اسباب زندگی مہیا کرنے والی ہی نہیں بلکہ ان سب کو نہایت قرینے کے ساتھ سجا کر اور ان میں رابطہ اتحاد پیدا کرکے کائنات عالم کا نظام برقرار رکھنے والی بھی ہے۔

صنع اللّٰہ الذین اتقن کل شیء انه خبیر" بماتفعلون الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر. هذا خلق اللّٰہ فارونی ماذا خلق الذین من دونه.

ترجمہ: یہ اس خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو جیسا بنانا چاہیے تھا بنایا۔ وہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے، کیا پیدا کرنے والا (اپنی مخلوق کی حقیقت، قابلیت اور قوتوں کے انجام سے) ناواقف ہوسکتا ہے۔

یہ تو خدا کی کاریگری یا اس کی مخلوق اور پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اب تم کسی اور کی پیدا کی ہوئی کوئی چیز دکھاؤ جس کی تم عبادت کرتے اور جس سے اپنی حاجتیں مانگتے ہو۔

انسان، نظام عالم کا جزو ہے

اس حکیم ودانا خدا نے کائنات کو ایک نظام کی صورت میں پیدا کیا ہے، ایسا نظام جس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کا ہر ذرہ جکڑا ہوا ہے۔ آسمان، زمین، سورج، چاند اور ستارے اسی نظام کے ماتحت چکر کاٹتے رہتے ہیں۔ جمادات، نباتات، حیوان اور انسان ایک نظام کے ماتحت بڑھتے، بنتے اور بگڑتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ کوئی بادشاہت بغیر نظام کے قائم نہیں ہوسکتی۔ اگر آپ قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خدا کی بادشاہت کا نظام نہایت پختہ اور عمدہ ہے اور خدا اپنے مقرر کیئے ہوئے نظام کے خلاف نہیں کرتا۔ اگر وہ اس نظام کو توڑ دے تو یہ کائنات فنا ہوکر ابھی قیامت برپا ہوجائے۔

یہ حقیقت بھی محتاج بیان نہیں کہ خدائے حکیم ودانا نے انسان کو کائنات عالم کی سرداری بخشی ہے اور اسے علم اور عقل کی دولت سے نوازا اور تمام مخلوقات کو اس کا فرمانبردار بنا کر اسے ان میں تصرف کا حق عطا فرمایا ہے۔ اسی نے قوموں کی پستی اور عروج کا قانون بنا کر انسان کو خود اپنی ترقی وتنزل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے تاکہ وہ عقل اور علم سے کام لے کر اپنے ہر کام کا نظام قائم کرے اور اپنی حکمت و دانائی کا ثبوت دے کر اپنے آپ کو زمین کی خلافت کا حق دار بنائے۔

علم کیا ہے، بس اسی حقیقت کو خدا کی دی ہوئی عقل اور حواس سے سمجھنے کا نام علم ہے۔ قرآن کے ہر صفحہ اور ہر آیت میں اس بصیرت افروز سبق کو صرف اسی لیے بار بار دہرایا گیا ہے تاکہ کائنات عالم کی حقیقت ہم پر روشن ہو اور ہم یہ سمجھیں کہ ہماری قوتیں، ہمارا علم، ہماری عقل نظام عالم کا جزو ہیں اور جب تک ہم اپنی قوتوں کو صحیح طور پر استعمال نہ کریں گے اس وقت تک نہ جمادات، نباتات اور حیوانات کی خوبیاں اور فائدے واضح ہوسکتے ہیں اور نہ ان کی پیدائش کا مقصد پورا ہوسکتا ہے، نہ خدا کی وسیع زمین اور اس کے خزانے اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر اور آراستہ ہوسکتے ہیں، نہ صرف یہی بلکہ خدا نے جو علمی اور عقلی قابلیت اور استعداد ہمیں عطا کی ہے، اس کے جوہر بھی نہیں چمک سکتے اور نہ کائنات عالم میں انسان کے غلبے کی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔ بس جو انسان، اپنی خداداد قوتوں سے کام لے کر خدا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے، وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے اپنی زندگی اور کائنات عالم کی پیدائش کے مقصد ہی کو پامال کردیا ہے خدا کی نعمتوں کو بے کار اور ضائع کرنا اور اپنی خداداد قابلیت کو فنا ہونے دینا سب سے بڑا گناہ ہے ایسا گناہ جس کی سزا دنیا میں ذلت، نکبت اور غلامی کی زندگی ہے اور آخرت میں رسوائی۔

قانون ازدیاد نعمت

انا جعلنا ما علی الارض زینة لھا لیبلوکم ایکم احسن عمل ا۔ ہم نے زمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر جتنی چیزیں پیدا کی ہیں۔ اس سے مقصد اس زمین کی آزمائش اور تعمیر ہے تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھا کام کرتا ہے، یعنی کون شخص ایسا ہے جو پیدائش الٰہی میں زیادہ بہتر طریقہ سے اپنی قابلیت اور استعداد کو استعمال کر کے دنیا کو آراستہ کرتا ہے۔

یقین کیجئے کہ غلامی کی لعنت خدا کا ایک خاص عذاب ہے جس میں قومیں کفران نعمت یا نعمتوں کے غلط استعمال کی وجہ سے مبتلا ہوا کرتی ہیں اور آزادی خدا کی وہ سب سے بڑی رحمت اور نعمت ہے جو قوموں کو قوتوں اور نعمتوں کے صحیح استعمال کے صلہ میں عطا کی جاتی ہے خدا کی دی ہوئی قوتیں اور اس کے پیدا کیئے ہوئے اسباب خدا کی نعمتیں ہیں اور صحیح استعمال کا نام شکر ہے جس سے یہ نعمتیں بڑھتی اور متعلقہ قوموں کو سربلند اور باعزت بناتی ہیں، چنانچہ حکم ہوتا ہے۔ لئن شکر تم لا زید نکم و لئن کفر تم ان عذابی لشدید۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔ اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب نہایت سخت ہے جو قوم خدا کی دی ہوئی نعمتوں اور قوتوں سے کام نہیں لیتی یا ان کے استعمال سے واقف نہیں ہوتی اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتی ہے اور صرف دعاؤں سے دشمنوں پر غلبہ کی آرزومند ہوتی ہے، وہ کبھی سر بلند نہیں ہوسکتی۔ اسی سلسلے کی دوسری آیت ہے۔ انی لا اضیع عمل عامل فیکم من ذکرٍ او انثٰی۔ افراد ہوں یا قومیں مرد ہوں یا عورت، میں کسی کے عمل اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔ مسلمانوں سے خدا نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں سربلند رکھے گا۔ بشرطیکہ وہ خدا کی دی ہوئی قوتوں اور نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کریں اور عقل میں، علم میں، دولت میں، تجارت میں، زراعت میں، صنعت وحرفت میں، تربیت وتعلیم میں، نظام میں دوسری قوموں کو نیچا دکھائیں، اور ہر قسم کی ذہنی، علمی، عقلی اور اقتصادی غلامی سے نجات پانے کے لیے ہمہ تن قربانی، اور جان نثاری بن کر ہاتھ پاؤں ماریں۔ خدا کسی کو محنت کو رائگاں نہیں کرتا۔ خدا کی دی ہوئی عقل ایک مشعل ہے جو علم کے تیل سے روشن ہوتی ہے اور حکمت وتدبیر سے چمکتی اور دنیا کو روشن رکھتی ہے۔ ہر نعمت اس پر پروانہ کی طرح نثار ہوتی ہے۔ یہ تمام نعمتوں کی کنجی اور کامیابیوں کا خزانہ ہے۔ اس کا صحیح استعمال سیکھیے سراپا عمل بن جایئے اور خدا کا شکر بجالایئے۔ پھر دین و دنیا کی سرخروئی اور کامیابی آپ ہی کے حصہ میں ہے۔

قربانی کا نمونہ

زندگی، کوشش اور عمل ہی کا نام ہے۔ دین ہو یا دنیا، بغیر کوشش اور جدوجہد کے کوئی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور چونکہ ایک مسلم کی دنیا کا مال بھی تو دین کی سربلندی ہے اس لیے یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنا چاہیے کہ جب تک وہ ہمہ تن سعی اور عمل نہ ہو، اس کا دین بھی کامل نہیں ہوسکتا۔ جب سے دنیا آباد ہے۔ حق و باطل، ظلم و انصاف، غلامی و آزادی روح و مادہ کی جنگ جاری ہے۔ حیوانی خواہشات، دولت، جاہ طلبی، عزیز و اقارب، اولاد کی محبت اور نفس کے کمالات کا مقابلہ ہورہا ہے۔ خداوند عالم نے اپنے رسول اِس لیے بھیجے تا کہ وہ حق و باطل کی جنگ میں انسان کو عقل کا راستہ دکھائیں۔ ظالموں کو مزہ چکھائیں، عدل و انصاف قائم کریں۔ خدا کی مخلوق کو غلامی کی لعنت سے آزاد کرائیں اور حیوانی خواہشات کی حد بندی کر کے نفس اور عقل کے کمالات کو مٹنے اور فنا ہونے سے بچالیں چونکہ حق وصداقت کا پودا بغیر خون سے سینچے نہیں بڑھتا ہے۔ اس لیے اللہ والوں نے اپنی جانوں کو اس کے لیے وقف کردیا اور بے شمار مصیبتیں جھیلیں، یہاں تک کہ باطل کو سرنگوں کر کے چھوڑا اور خدا کی مخلوق کو ظلم سے نجات دلا کر رہے، اور دنیا کے لیے اپنا نمونہ قائم کر گئے تا کہ حق کے طلبگاران کے نقش قدم پر چل کر خدا کی راہ میں گردنیں کٹانا سیکھیں اور گوشت و پوست کی قربانی سے پہلے خواہشات، دولت، عزیز و اقارب، اہل وعیال کی محبت کی قربانی کر کے دین و دنیا کی سعادت حاصل کریں۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھاولکن یناله التقویٰ منکم ،خدا کے یہاں قربانی کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا۔ وہاں تمہارے دل کے ایمان پرہیز گاری (اور خالص عملوں) کی مانگ ہے، دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قد کانت لکم اسوۃ" حسنۃ" في ابراھیم والذین معه اذا قالو القومھم انّا برآء منکم و ممّا تعبدون من دون اللّٰہ و کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوۃ والبغضاء ابداً حتّٰی تومنوا باللّٰہ وحدہ'. یعنی اے مسلمانو! یقیناً تمہارے لیے ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم بلاشک تم سے اور تمہارے معبودان باطل سے بے زار ہیں اور پناہ مانگتے ہیں، ہم تمہاری باتوں کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے (بلکہ حق کی خاطر) ہم میں اور تم میں کھلی ہوئی دشمنی اور دلی نفرت ہے اور یہ اس وقت تک نہیں مٹ سکتی، جب تک کہ تم ایک خدا پر ایمان نہ لے آؤ، نفس اور دولت کے پجاریوں نے حضرت ابراہیمؑ کی اس آواز کو نہ سنا۔ انہیں معلوم تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے اندر کون سی طاقت ہے جس نے انہیں آگ میں کودنے پر آمادہ کردیا ہے، کفار سمجھتے تھے کہ یہ کیا ایمان ہے بس کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ اپنے پیارے بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہوگئے ہیں؟ یہ باپ کی قربانی تھی اور بیٹے کی قربانی یہ ہے کہ وہ بھی خوشی سے سر کٹانے اور جان دینے کی لذت میں ایسے محو سرشار ہوگئے اور عزم و استقلال، صبر و ضبط اور موت سے بے خوفی کی ایسی مثال قائم کر گئے کہ آج تک دنیا کا ذرہ ذرہ اس پر وجد کررہا ہے کاش کہ اگر اس لذت و خوش بختی کا ایک چھینٹا ہم مردہ دلوں پر بھی پڑ جاتا تو ہم صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی میں زندہ ہو جاتے، جانوروں کا تو کیا ذکر ہے، اس ادا پر ہمیں خود نثار ہو جانا چاہیے۔ اسی بنا پر ارشاد ہوا۔ انی جاعلک للناس اماما، میں تمہیں لوگوں کا اور (قوموں) کا امام اور پیشوا بنانے والا ہوں، خدا کو حضرت اسمعیلؑ کا زندہ رکھنا اور ان کی اولاد سے سرزمین عرب کو آباد کر کے ان سے حضرت سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لیے پیدا کرنا تھا۔ اس لیے اس نے ایسی قیمتی جان کے عوض ایک خوش قسمت دنبہ قربان کرا دیا اور اس کی یاد تازہ رکھنے کے لیے حج کی منادی کروادی۔ تم دیکھتے ہو کہ باوجود ہزاروں رکاوٹوں کے خدا کی مخلوق گرتی پڑتی حج کو چلی جا رہی ہے۔ اور حضرت اسمعیلؑ کی یاد میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خدا کے نام پر قربانیاں کر رہی ہے۔

بین الاقوامی دستور العمل

خداوند کریم کا یہ فضل و احسان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول فرمائی اور دنیا کی ہدایت کے لیے قرآن مجید نازل فرمایا، اور مسلمانوں کو اس انسانیت کی دولت اور سرمایہ کی حفاظت کی توفیق بخشی۔ یہ قرآن اپنے مضامین الفاظ کے لحاظ سے جس طرح ایک زندہ اور غیر فانی معجزہ ہے۔ اسی طرح دنیا کی تاریخ میں عظیم الشان انقلاب پیدا کرنے کی حیثیت سے بھی معجزہ ہے اس نے روحوں میں انقلاب پیدا کر کے ایک بکریاں چرانیوالی قوم کو اخلاق کاملہ، علوم وفنون اور تمدن وتہذیب کا مالک بنا کر، دنیا کی بڑی بڑی قوموں کو ان کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا۔ دنیا اور آخرت کی کامیاب زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں ہے جس پر قرآن مجید نے روشنی نہ ڈالی ہو، یہ بلاشبہ بین الاقوامی دستور العمل تمام قوموں کے لیے آفتاب ہدایت اور جملہ انبیاء کی سیرت کا آئینہ ہے جس کتاب کی یہ مثال ہو، اس کے لیے ایسے ہی نبی کی ضرورت تھی، جس کی سیرت میں تمام انبیاء کے کمالات جمع ہو گئے ہوں اور وہ ہر پہلو سے قابل تقلید اور زندگی کی تمام شاخوں میں قوموں کے لیے نمونہ اور مشعل ہدایت بننے کے لائق ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، قربانی کرنے والوں کے لیے بھی ایک نمونہ ہے اور انبیاء کی قربانیاں بھی آپ کی ذات میں جمع ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام قربانیوں کا مقصد اور ان تکلیفوں کے برداشت کرنے کی غایت کیا تھی؟ صرف دین کی تبلیغ، حق وصداقت کا اعلان اور عدل وانصاف کا قائم کرنا، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، خاص کر آپؐ کے آخری حج کے آخری خطبہ کا خلاصہ یہی تھا کہ آپؐ کی اور ہر مسلم کی زندگی کی غایت خدا کے کلمہ کا بلند کرنا ہے۔ اٹھئے اور اپنے تمام اختلاف، مخالفتوں اور جھگڑوں، خانہ جنگیوں سرداریوں، بڑے بننے کی خواہشوں کو دفن کر دیجئے۔ اور اپنے لیڈروں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سرداروں سے صاف کہہ دیجئے، کہ یا تو سب مل کر اپنے جھگڑے مٹالیں اور یا امت مسلمہ کی رہنمائی سے دست کش ہو جائیں۔ یقین جانئے کہ آج مسلم کا خدا وہی ہے جو ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ کا تھا۔ ہمارا قرآن ایک اور رسول ایک ہے اور یہ جتنے اختلاف ہیں، وہ ان سرداروں اور لیڈروں کے ہیں جو اپنی بڑائی کے منوانے کے لیے امت مسلمہ میں پھوٹ ڈال رہے ہیں اٹھئے اور ان بتوں کو توڑ ڈالئے، اپنی تنظیم کیجئے اور بیت المال قائم کیجئے اور کسی ایک خادم کو اپنا مخدوم بنالیجئے مگر اپنا احتساب قائم رکھئے تا کہ آپ کی دولت اور عقل پر کوئی ڈاکہ نہ ڈالنے پائے بغیر اس کے نہ آپ متحد ہو سکتے ہیں اور نہ کسی کی ذہنی، علمی اور سیاسی آزادی سے متمتع ہو سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت اسلام

انسان کو قوانین فطرت، علم و حکمت، عقل و دلیل، آزادی ضمیر اور حریت فکر کی دعوت۔

اسلام سے پہلے مذہب

اسلام سے پہلے عام انسان یہ سمجھتے تھے کہ مذہب ایسی تعلیمات اور ہدایتوں کا نام ہے جو انسان کی عقل اور سمجھ سے باہر ہوں اور یہ تعلیمات دنیا میں اس لیے جاری کی گئی ہیں اور انسان کو ان پر عمل کرنے کا اس لیے پابند بنایا گیا ہے تاکہ انسان کی فطری قوتیں دبادی جائیں۔ نفس کو ستا ستا کر اس کی خواہشات کا سلسلہ ختم کر دیا جائے اور ایسا ہو کہ کوئی نفس اپنی عقل و بصیرت سے کام نہ لے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اپنی عقل سے کام لینا ہی فسادات کی جڑ ہے۔

عام لوگوں کے دماغوں میں یہ خیال نہایت پختگی سے جما ہوا تھا کہ ہر شخص کو اپنے تمام دینی پیشواؤں اور مذہبی رہنماؤں کی ہر طرح تابعداری کرنی چاہیے اور اپنے آپ کو بالکل ان کے قبضہ میں دے دینا چاہیے، وہ جو کچھ بھی بتائیں، اسے پس و پیش کے بغیر مان لینا چاہیے کیونکہ ان کی پوری پوری فرمانبرداری ہی کامیابی اور نجات کا زینہ ہے اور ان کی مخالفت و نافرمانی، ہلاکت اور تباہی کی جڑ ہے۔

یہ تمام خیالات پستی اور غلامی اور عاجزی و بے چارگی کے خیالات تھے۔ ان خیالات کی وجہ سے انسان اپنے بلند ترین رتبہ سے گر کر عام جانوروں کی صف میں آ گیا تھا۔ انسان کی گردن میں اپنے جیسے انسانوں کی غلامی کے ہزاروں پٹے پڑے ہوئے تھے۔ اس کے پاؤں میں ہلاکت آفرین رسم و رواج کی بے شمار بیڑیاں تھیں۔ وہ پادریوں اور پروہتوں کا غلام تھا، وہ نجومیوں اور کاہنوں کا بندہ تھا، وہ شعبدہ بازوں اور ساحروں کی غلامی کا شکار تھا، وہ خود نہیں سوچتا تھا۔ صدہا سال سے ہر قسم کے توہمات اور رسوم اس کے دماغ میں بسے ہوئے تھے، وہ انہی کی پوجا کر رہا تھا۔ اس کے پنڈتوں اور پیشواؤں نے اس کے لیے جو جو رسمیں مقرر کر دی تھیں، وہ ان سے ذرا ادھر ادھر نہ ہوتا تھا۔ مختصر یہ کہ خدا کی دو بڑی نعمتوں یعنی عقل اور حریت کا خون ہو چکا تھا اور انسان نے اپنے آپ کو تمام سرفرازیوں سے محروم کر کے توہم پرستی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹونوں ٹوٹکوں کی غلامی میں اس طرح مبتلا کر دیا تھا کہ وہ ذرا بھی ادھر سے ادھر نہ ہوسکتا تھا۔

تمام دنیا میں انسان کی یہ حالت تھی کہ خدائے مہربان نے دنیا پر رحم کھا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے انسانوں کے سامنے خدا کی ہدائتیں پیش کیں، انہیں علم و حکمت کا سبق پڑھایا اور ان تمام اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی گمراہیوں کو دور کر دیا جن میں وہ صدیوں سے گرفتار تھے۔ آپ ؐ نے گرجتی ہوئی آواز میں فرمایا۔ اے لوگو! میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں جو خدائی مذہب ہے، جس کے اصول فطری اصول ہیں جو عقل و فکر اور علم و حکمت کا دین ہے۔ جو یقینی دلائل اور قطعی حجتوں سے مالا مال ہے، جو آزادی اور خود مختاری کا علمبردار ہے جو انسانی عقل و روح کو تمام مخلوق کی بندگی سے آزاد کر کے صرف ایک خدائے برحق کی چوکھٹ پر جھکا دیتا ہے۔ اور ایک خدا کا غلام بنا کر تمام دنیا کی غلامی سے نجات بخشتا ہے۔ پیغمبر اسلام نے خدا کے نبیوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ انسانی روحوں کو اپنا بندہ غلام بنانے کے لیے نہیں بھیجے جاتے بلکہ وہ اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ دنیا کو خدا کا راستہ دکھائیں۔ نیکوں کو رحمت و انعام کی خوش خبری دے کر حوصلہ و تسلی دیں اور بدکاروں کو عذاب الٰہی سے ڈرا کر درست کریں۔ یہ تمام تفصیلات پہلے لیکچر میں عرض کی جا چکی ہیں۔

اس لیکچر میں آیات قرآنی کی روشنی میں بتایا جائے گا کہ فطری مذہب میں کیا کیا علامات ہونی چاہئیں؟ اور اسلام کے متعلق یہ واضح کیا جائے گا۔

(۱) اسلام، مذہب فطرت ہے۔ (۲) اسلام، مذہب عقل ہے۔ (۳) اسلام، مذہب علم ہے۔ (۴) اسلام، مذہب حکمت ہے۔ (۵) اسلام، مذہب دلیل و یقین ہے۔ (۶) اسلام، مذہب آزادی ہے۔

اب ہم ان تمام بحثوں کو ترتیب وار بیان کرتے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے

فاقم و جهك للدين حنيفا فطرة اللّٰه الّتِي فَطَرَ النَّاسَ عليها لا تبديل لخلق اللّٰه ○ ذالك الدين القيم ولٰكن اكثر الناس لآ يعلمون○ (الروم)

قرآن کی اس آیت میں فطرت کے مسائل کو حل کر دیا گیا ہے۔ حکم ہوتا ہے، اپنے آپ کو پوری یکسوئی کے ساتھ دین کی بنیادوں پر قائم کرو۔ دین اللہ کی فطرت کا نام ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ فطرت جس پر خدا نے انسانوں کو پیدا کیا، اس کی حقیقت اور اصل یہ ہے کہ وہ بدلتی نہیں۔ بس، حقیقی دین یہی ہے۔ لیکن اکثر لوگ ان حقائق کو نہیں جانتے۔

اس آیت میں حنیف، فطرت اور دین تین لفظ قابل غور ہیں۔ حنیف صیغہ صفت ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنف سے مشتق ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ٹیڑھے راستے کو چھوڑ کر صاف اور سیدھے راستے پر چلنا گمراہی سے ہٹ کر ہدایت کو اور باطل سے الگ ہو کر حق کو قبول کرنا۔ حنیف کے مقابل کا لفظ زیغ ہے جس کا ترجمہ ہے۔ حق وصداقت چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کرنا اور ٹیڑھا ہو جانا۔

اب دوسرا لفظ فطرت دیکھئے۔ دعویٰ یہ ہے کہ انسان کی پیدائش فطرت پر ہوئی ہے، اور اسی بنا پر انسان کو مذہب فطرت کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فطرت سے مراد، انسان کی وہ اصلی سرشت ہے جو ہر طرح کی بری آلائشوں سے پاک و صاف ہے اور مختلف قسم کی بہادرانہ قوتوں کا سرچشمہ ہے، جس سے ایک طرف تو مادی اور حیوانی خواہشات ابھرتی ہیں اور دوسری طرف روحانی اور ملکوتی خیالات و جذبات کی لہریں اٹھتی ہیں۔ فطرت کی مثال ایک صاف و پاکیزہ جوہر کی طرح ہے کہ اگر اس میں عمدہ چیزیں ملادی جائیں تو وہ آب حیات و تریاق کا کام دیتا ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ کچھ برے اجزا ملائے جائیں تو وہ مہلک زہر بن جاتا ہے۔ پس انسان جب اپنے جوہر فطرت کی سچی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کرے گا تو وہ فرشتوں پر بھی سبقت لے جائے گا۔ لیکن اگر باطل پرستیوں کے گندے اور نجس پانی سے اس کی پرورش کرے گا تو وہ اپنے نازیبا اور مکروہ اعمال سے شیطان کو بھی شرما دے گا۔

فطرت میں خدا کا اعتراف:

اوپر کی آیت کا معنی یہ ہے کہ انسانی سرشت کی یہی وہ صلاحیت ہے جس پر دین اور مذہب کی اصلی بنیاد قائم ہونی چاہیے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان جب اس دنیا پر نظر ڈالتا ہے اور اس کے حیرت انگیز نظام وسلسلہ اسباب پر غور کرتا ہے تو اسے بے اختیار یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان تمام ظاہری اسباب وعلل اور ذرائع و وسائل کی قوتوں کے اوپر ایک ایسی عظیم الشان قوت ضرور موجود ہے جس کی قدرت وعظمت کے سامنے سب لوگ سرنگوں ہیں۔ ایسی قوت کا مالک زمین و آسمان اور اس کی درمیانی چیزوں کا خالق ہے۔ وہی چیزوں کو بناتا اور بگاڑتا ہے۔ اسی کے قبضے میں دنیا کا نفع ونقصان ہے۔ یہ احساس و یقین اس وقت بہت زیادہ ہو جاتا ہے جب کہ انسان اپنے آپ کو کسی مصیبت میں گھرا ہوا پائے اور اس مصیبت کے دور کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئے پھر ایسی عاجزی اور حیرانی کی حالت میں اگر کبھی یکبارگی وہ مصیبت دور ہو جاتی ہے۔ تو ہر انسان کا دل بے اختیار خدا کی طرف جھک پڑتا ہے۔ اس کی نظر ظاہری اسباب کو ہیچ سمجھنے لگ جاتی ہے۔ یہ ہے وہ غیبی شعور اور پوشیدہ احساس، جس پر دین اور مذہب کی اصل اور بنیاد قائم ہے چونکہ ایسے حالات میں ہر ایک انسان کی فطرت، بے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار خدا کی طرف جھک پڑتی ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ فطرت انسان کا یہی جھکاؤ، دین اور مذہب کا اصلی منبع ہے۔

فطری عبادت کا مفہوم:

انسان جب کسی فائدہ کے حاصل کرنے سے عاجز رہ جائے یا کسی مصیبت اور تکلیف کے دور کرنے سے مجبور ہو جائے۔ اور پھر اسی حال میں اپنے کسی اندرونی جذبے سے مجبور ہو کر، ایک ان دیکھے رب، مالک نفع اور دافع ضرر کی طرف توجہ کرے تو دل کی اسی توجہ کا نام عبادت فطری ہے لیکن یہ واضح رہے کہ یہاں عاجزی اور مجبوری سے ایک فرد کی عاجزی و مجبوری مراد نہیں ہے۔ بلکہ تمام جنس انسان کی عاجزی اور مجبوری مراد ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی کام ایک انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ مگر دوسرا انسان اس کو کرلیتا ہے۔ اگر پہلا انسان اس دوسرے انسان کی طرف توجہ کرے تو یہ ہرگز عبادت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر کوئی غریب آدمی، چند پیسوں کی خاطر کسی امیر کی تعظیم کرتا ہے، یا کوئی کمزور آدمی کسی طاقت ور انسان کے سامنے کسی خاص فائدہ کی غرض سے جھکتا ہے۔ یا عام لوگ، اپنے حاکموں اور افسروں سے ڈرتے ہیں اور ان کے حکموں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں تو اس خوف یا جھکاؤ کو عبادت نہیں کہہ سکتے۔ عبادت کا جذبہ اس سے بہت گہرا اور وسیع ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص پر ایک چھوٹی یا بڑی مصیبت آجاتی ہے اور وہ اپنی ساری طاقت ختم کر دیتا ہے مگر مصیبت دور نہیں ہوتی، وہ حکام کے پاس جاتا ہے، بادشاہ کے پاس جاتا ہے۔ ساری دنیا میں نظر ڈالتا ہے مگر نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔ اس وقت وہ یقین کرلیتا ہے کہ تمام مخلوق، تمام زمین و آسمان اور تمام اسباب و ذرائع اس کے دکھ کو دور کرنے سے عاجز ہیں۔ پھر اسی حال میں اس کا دل ایک ایسی طاقت کی طرف جھکتا ہے جس کے متعلق اس کا یقین ہوتا ہے کہ وہ ان ظاہری قانونوں کی غلام نہیں ہے بلکہ یہ تمام ظاہری قانون اس کے غلام ہیں اور وہ اس کو بے اختیار ہو کر پکارتا ہے تو بس، اسی پکار اور جھکاؤ کا نام فطری عبادت ہے۔

تشریعی دین کی ضرورت:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر فطرت کے قاعدوں پر چلنا ہی اصل دین اور مذہب ہے تو پھر آسمانی کتابوں کی ضرورت کیا ہے؟ یہ عبادت، قربانی، شادی بیاہ کے قاعدے کیوں بنائے گئے؟ اس مقام پر ہمارے دوستوں کو ایک زبردست غلطی لگی ہے لہٰذا اس کی اصلاح ضروری ہے۔ انہوں نے دین فطرت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ انسان اپنی عقل اور سمجھ کی روشنی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی طبیعت کی خواہشات پر عمل کرے اور اس میں کسی دوسرے کی تعلیم و تلقین کو قبول نہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی وہ بنیادی گمراہی ہے جس پر دین نہیں بلکہ دہریت اور بے دینی کی عمارت قائم کی جاتی ہے۔ اور یہی وہ بے راہ روی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی بلند سطح سے نیچے گر پڑتا ہے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ہر شخص اپنی عقل کے مطابق اپنی فطری خواہشات پر عمل کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک شخص دولت کمانے کے لیے محنت کی بجائے لوٹ مار اختیار کرے گا، دوسرا آدمی شراب پی کر ہمسائے کے گھر میں گھس جائے گا۔ تیسرا آدمی اپنی کسی اور طبعی خواہش پر عمل کرے گا اور اس طرح انسان اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی روشن فطرت کو تاریک بنالیں گے۔ اپنی بری سوسائٹی کے باعث اپنی فطری صلاحیتوں کو ضائع کر دیں گے۔ اس لیے کہ جب کوئی انسان بری سوسائٹی میں پھنس جاتا ہے تو اس میں بلند احساسات اور پاکیزہ جذبات پیدا نہیں ہوتے، اس کے افکار نہایت پست ہو جاتے ہیں، اس کی اپنی رائیں اور ارادے اس کو تباہی کے غار میں دھکیل دیتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دین فطرت کے جو معنی ہمارے بعض آزاد خیال دوستوں نے بیان کیئے ہیں، وہ بالکل غلط ہیں۔ صحیح مفہوم وہی ہے جو بیان کیا گیا ہے یعنی ایک خدا کو پہچان کر اس کی طرف توجہ کرنا اور پھر اس کی ہدایت کے مطابق اپنی فطری قابلیتوں کو ترقی دینا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم خدا کی ہدایت کو کس طرح معلوم کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خدا کا اپنا کام ہے کہ وہ آپ کو راستہ بتائے۔ اس نے آپ کی آنکھوں کے لیے سورج دیا ہے۔ اس نے آپ کے کانوں تک آواز پہنچانے کے لیے زبان، ہوا اور کانوں کا سلسلہ پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اس نے آپ کی فطرت کے اندر اپنا فرض ادا کرنے کے لیے روحانی طور پر ایک پیغام رسانی کا سلسلہ قائم کر لیا ہے۔ اور اسی روحانی سلسلے کا نام وحی الٰہی یا دین تشریعی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ انسانی فطرت کے احتیاج کو دیکھ کر اپنے احکام اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے بھیجتا ہے۔ یہ احکام اصل فطرت کے بالکل مطابق ہوتے ہیں اور انسانوں کو ان راستوں پر لے چلنے والے ہوتے ہیں۔ جو انسانوں کو کمال و عروج کی بلند منزلوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ جو لوگ ان احکام سے لاپروائی برت کر صرف اپنی ذاتی رائے کی پیروی کرتے ہیں، وہ قطعی گمراہ اور حقیقت دین سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ آج اس امر کا اچھی طرح مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ جو افراد یا قومیں تعلیمات وحی سے دور ہیں وہ دینی پاکیزگیوں اور روحانی لطافتوں سے کس قدر زیادہ محروم ہیں اور دنیا کے کروڑہا انسانوں کو ان کے ذریعہ سے کس قدر زیادہ تکلیف پہنچ رہی ہے، بلکہ دنیا میں جس قدر بھی مشکلات اور دکھ ہیں، وہ زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تر انہی لوگوں نے پیدا کیئے ہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ فطرت انسانی کے پیدا کرنے والے کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ اپنے خاص خاص نبیوں کے ذریعہ سے نظام زندگی کو کامل کر دینے والی ہدایتیں بھیجتا ہے۔ یہ نبی آتے تھے اور ان کمزوریوں کی اصلاح کرتے تھے جو فطرت میں بت پرستی وتقلید باطل کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہوں۔ لیکن جب ان کی تعلیمات پر ایک طویل زمانہ گزر جاتا تھا۔ تو لوگ رفتہ رفتہ پھر گمراہ ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پوری قوم سچی تعلیم سے ہٹ کر از سر نو شرک وکفر اور گناہ اور برائی میں مبتلا ہو جاتی تھی، اصل دین ناپیدا ہو جاتا تھا۔ ان کی جگہ بدعات وخرافات کا تسلط ہو جاتا تھا۔ ایسی زہریلی فضا میں جو انسان بھی اس دنیا میں قدم رکھتا تھا، اگرچہ اس کی فطرت بالکل ٹھیک ہوتی تھی مگر گرد وپیش کے حالات اس کو فاسد اور تباہ کر کے رکھ دیتے تھے۔ یہ سلسلہ پہلے ہی زمانہ میں ختم نہیں ہوگیا بلکہ آج بھی جاری ہے جیسا کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے۔

كل مولود على الفطرة فابوه يهودانه او ينصرانه اويمجسانه.

ترجمہ: ہر بچہ فطرت صحیح (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

حفاظت دین فطرت:

دنیا میں ہر ایک چیز کی ترقی کی ایک حد ہے، درخت، انسان، حیوان، سورج، چاند، سب آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں۔ اور ایک حد پر پہنچ کر رک جاتے ہیں، دین فطرت کا بھی یہی حال ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر اس کا کورس بھی مکمل ہوگیا ہے اب کام صرف یہ تھا کہ اس مکمل قانون کی حفاظت کی جائے۔ لہٰذا خدا نے قیامت تک کے لیے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمالیا۔

انّا نحن نزلنا الذكر وانّا له لحافظون.

بے شک ہم نے قرآن کو اتارا اور بے شک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس وعدہ خداوندی نے بالکل اطمینان دلا دیا کہ یہ کتاب فطرت، پہلی کتابوں کی طرح تحریف وتبدل کی آماجگاہ نہ بنے گی بلکہ ہر قسم کی کمی زیادتی اور ردو بدل سے قیامت تک محفوظ رہے گی۔ قرآن پاک کی طرح اللہ تعالیٰ نے امت محمدی کو بھی اس امر سے محفوظ رکھا ہے کہ پچھلی امتوں کی طرح یہ پوری امت گمراہ اور باطل پرست بن جائے چنانچہ پیغمبر اسلام نے باوجود اس فرمان کے کہ "تم پچھلی امتوں یعنی یہود ونصاری کی تقلید میں پڑ جاؤ گے۔" یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ لاتزال طائفته من امتی ظاهرين حتى ياتيهم امر اللّٰه وهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظـاھـرون. میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور وہ قیامت تک غالب رہے گا۔ اسی طرح کتاب ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ لا تـزال طـائـفـتہ مـن امتی قوامۃً علٰی امر اللّٰہ لایفرھامن خالفھا، یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک جماعت، دین پر ہمیشہ ہمیشہ ثابت قدم رہے گی اور جو لوگ اس کی مخالفت کریں گے۔ اس کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ مسلم شریف میں یہ الفاظ ہیں۔ لـن یبـرح ھـذا الـذیـن قـائـمـاً یقاتل علیہ مصابۃ من المسلین حتّی تقوم الساعتہ. یہ دین ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس کی طرف سے مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ مخالفین کا مقابلہ کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ اسی مضمون کو اس مشہور حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ لاتـجتمع امتی علی الضلالتہ. میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی یعنی ساری کی ساری امت گمراہ نہ ہو جائے گی۔ بلکہ ایک جماعت ایسی باقی رہے گی جس کے ہاتھ میں حق کا دامن ہوگا اور وہ حفاظت و اشاعت حق کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جانی و مالی و بدنی قربانیاں پیش کرتی رہے گی۔ خلاصہ بحث یہ ہوا کہ صحیح فطرت انسانی دین کا سنگ بنیاد ہے۔ وحی الٰہی کی ہدایت ان فطری قوتوں کو صحیح صحیح تعمیر کرتی ہے۔ اور اس تعمیر کی تکمیل محمدؐ رسول اللہ کے ہاتھوں انجام کو پہنچ چکی ہے۔ اب ان ہی بنیادوں پر عالم فطرت کا محل مضبوط ہوگا اور یہ بنیادیں وہی اصولی تعلیمات ہیں جن کی حفاظت کا وعدہ خود خالق فطرت نے کیا ہے۔ اب یہ علم گم نہیں ہوسکتا۔

(فائدہ از قرشی)

۱۔ دین فطرت کا معیار صداقت:

ہم حضرت علامہ کے بیان پر چند الفاظ کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے زمانے کا ایک بہت بڑا سوال یہ ہے کہ ہم کس طرح معلوم کریں کہ کون سا دین، فطرت کے مطابق ہے؟ ہمارا جواب یہ ہے کہ فطری دین کی صحیح پرکھ یہ ہے کہ اس کے حکموں پر چلنے سے انسانی زندگی مطمئن ہو جائے، اور انسان کا دل مطمئن ہو جائے۔ اگر کسی مذہب کے قبول کر لینے کے بعد کسی انسان کا دل رنج والم میں، دکھ درد میں، آرام و راحت میں، تسلی اور اطمینان کا درجہ حاصل نہ کرے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ مذہب فطرت کے مطابق نہیں ہے۔ ورنہ مچھلی اگر جل میں پہنچ جائے تو وہ مطمئن کیوں نہ ہو؟

اگر اسلام، واقعی فطری مذہب ہے تو کیا مسلمانوں کا دل اس دنیا کی رنگا رنگ کیفیتوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اندر، دوسری اقوام کی نسبت زیادہ مطمئن رہتا ہے؟ ہاں! واقعات سے ایسا ہی ظاہر ہے۔
آپ انکار نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں میں بے کاری اور غریبی اور مصیبت بہت ہے، لیکن اس کے باوجود آپ یہ عجیب بات مسلمانوں میں دیکھیں گے کہ وہ ہزار ہا دکھ اٹھاتے ہیں مگر زندگی سے گھبراتے نہیں ہیں۔ آپ دنیا بھر کے ملکوں میں خودکشی کے اعداد کا مقابلہ کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ انگلستان میں ،فرانس میں، امریکہ میں ، عیسائیوں میں ، ہندوؤں میں بے شمار آدمی اپنے آپ کو ہلاک کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس کے خلاف مسلمانوں میں خودکشی کے واقعات بہت ہی کم ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجز اینڈ آتھکس میں جو انگریزی زبان کی بڑی مشہور ممتاز اور مستند ترین کتاب ہے اس حقیقت کا حسب ذیل الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے۔
''اگر چہ اسلامی ممالک میں خودکشی کے صحیح اعداد ملنے تو مشکل ہیں تاہم جن محققین نے اس معاملے پر تحقیق و تفصیل کے ساتھ لکھا ہے وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی ممالک میں خودکشی کا وقوع نہ ہونے کے برابر ہے۔'' (جلد۱۲صفحہ ۳۸)۔
پھر لکھا ہے۔
''خودکشی کے مسئلہ پر جو سائیٹفک کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ان کے درج شدہ اعداد سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مختلف قوموں میں ، بیرونی حالات کے اختلاف کا خودکشی کے واقعات پر اثر نہیں پڑتا۔ البتہ مذہبی عقائد کا اختلاف ہو تو خودکشی کے اعداد میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ (چونکہ) اسلام کی حکومت میں خودکشی کا وجود برائے نام ہے یہ دوسرے اسباب کی بنا پر نہیں ہے بلکہ محض مسلمانوں کے خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کا نتیجہ ہے۔'' (ایضاً)
اس کے بعد اسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اسلام کا مسلمانوں کی زندگی پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ حد درجہ کے صابر اور شاکر بن جاتے ہیں۔ اس واسطے وہ ہر قسم کے حالات میں زندگی کے اندر دوسری قوموں کی نسبت زیادہ مضبوط ثابت ہوتے ہیں۔
ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ صبر، یہ شکر، یہ زندگی پر مضبوط رہنا، اس امر کا نتیجہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ مسلمانوں کے حالات خراب ہو سکتے ہیں ،لیکن ان کا ایمان ان حالات میں بھی تمام اقوام عالم کی نسبت زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

۲۔ اسلام مذہب عقل ہے:

کتاب مقدس (توریت) شروع سے آخر تک پڑھ جایئے اس میں آپ کو لفظ عقل یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ (مثلاً لُبّ اور نُہیٰ) نہ ملے گا۔ حالانکہ عقل ہی وہ جوہر ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر زندہ مخلوقات پر فضیلت بخشی ہے۔ ان الفاظ کے مذکور ہونے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ نہیں ہے کہ سرے سے یہ الفاظ یا ان کے مادے ہی کتاب مقدس میں موجود نہیں ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ کتاب مقدس نے عقل کو کہیں بھی دین اور اس کے سمجھنے کی کسوٹی مقرر نہیں کیا۔ یہ نہ بتایا کہ دین کا حکم عقل ہی کی بنا پر دیا گیا ہے اسی طرح غور وفکر کے الفاظ بھی اس میں موجود نہیں، حالانکہ دنیا میں غور وفکر ہی ہدایت کا بڑا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر آپ قرآن کریم کی تلاوت فرمائیں تو لفظ عقل اور اس کے مشتقات پچاس سے زیادہ مقامات پر آپ کو ملیں گے۔ نیز عقلمندوں کا ذکر بیسیوں آیات میں ملے گا۔ قرآن پاک میں عقل کا ذکر بصورت فعل اکثر انہی مقامات میں ہوا ہے۔ جہاں خدا کی نشانیوں کا بیان ہے۔ ان مقامات پر یہ فرمایا گیا ہے کہ ان نشانیوں کو سمجھنے والے ان سے عبرت حاصل کرنے والے، اور ان سے ہدایت پانے والے عقلمند لوگ ہی ہیں۔ مثلاً یہ آیت پڑھیے۔

ان فی خلق السمٰوت والارض واختلاف اللیل والنهار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس و ما انزل اللّٰه من السماء من ماءٍ فاحیا به الارض بعد موتها و بث فیها من کل دابة و تصریف الریاح والسحاب المسخربین السماء والارض لأیات لقومٍ یعقلون.

بے شک، آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات اور دن کا یکے بعد دیگرے آنا اور سمندر میں کشتیوں کا چلنا جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور آسمانوں سے خدا کا پانی برسانا جس سے وہ زمین کو موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے، پھر زمین میں ہر قسم کے جانوروں کا پھیلانا، ہواؤں کا چلنا، آسمان و زمین کے درمیان بادل کا مسخر ہونا۔ اس میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اسی طرح قرآن کی آیات میں جہاں شریعت کا حکم اور نصیحتیں بیان کی گئی ہیں۔ لفظ عقل کو استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ انعام میں مختلف ہدایتوں کے بعد فرمایا۔

ذلکم وصاکم به لعلکم تعقلون.
یہ وہ ہیں جس کی خدا نے تمہیں وصیت کی تاکہ تم عقل سے سمجھو۔

اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے رسول کی سچائی اور قرآن پاک کا خدائی کتاب ہونا بیان کیا ہے، وہاں بھی منکرین سے اسی امر کا مطالبہ کیا ہے کہ تم لوگ عقل سے کام لو۔ پیغمبر اسلام کے متعلق فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقد بثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون.
اے پیغمبر! منکرین سے کہو، میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں۔ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے؟

سورۃ ملک میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ دوزخی لوگ جہنم میں اقرار کرلیں گے کہ اگر ہم نے دنیا میں عقل سے کام لیا ہوتا تو عذاب میں گرفتار نہ ہوتے۔

وقالو الو کنا نسمع اونعقل ماکنانی اصحاب السعیر.
اور دوزخی کہیں گے کہ اگر ہم (دین کے معاملے میں) سنتے یا عقل سے کام لیتے تو دوزخیوں کے ساتھ نہ ہوتے۔

یہی مضمون سورۃ اعراف میں دوسری شان سے مذکور ہے۔

ولقد ذرانا لجھنم کثیراً من الجن والانس لھم قلوب لایفقھون بھا ولھم اعین لایبصرون بھا ولھم اذان لایسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون.
اور ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن و انس پھیلا رکھے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں اور جن کے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں، جن کے پاس کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گم کردہ راہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ عقل کا استعمال نہ کرنا ہی اصل دوزخ ہے۔ پھر سورۃ حج میں ارشاد ہوتا ہے۔

افلم یسر وافی الارض فتکون لکھ قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا. فانھا لاتعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التی فی الصدور.
کیا انہوں نے زمین کی سیاحت نہیں کی کہ ان کے دل ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اس سے سمجھ سکتے ہیں؟ یا کان ایسے ہوتے جن سے یہ سن لیتے ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں بلکہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو ان کے سینوں میں ہے۔

اسی طرح قرآن کی بے شمار آیتیں ہیں جو عقل سے کام لینے کا مطالبہ کرتی ہیں، غور و فکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دعوت دیتی ہیں، اور تامل و تدبر پر زور دیتی ہیں، ان آیتوں کو پڑھنے والا قطعی طور پر اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اسلام کو حقیقی طور پر ماننے والے دراصل وہی لوگ ہیں جو عقل و فہم اور غور و فکر کے مالک ہوں۔ لیکن جو لوگ چوپایوں کی طرح غفلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، ان کا اس دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ ایسے لوگ زیادہ سے زیادہ چند رسوم و رواج کے مقلد اور چند عادتوں کے پابند ہو سکتے ہیں لیکن ان ظاہری عادات کی پابندی سے نہ تو انہیں معرفت الٰہی حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ان کا نفس پاک و صاف ہو سکتا ہے۔

اب چند ایسی آیتیں بھی ملاحظہ کر لیجئے جن میں تدبر و تفکر پر زور دیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للّٰہ مثنی و فرادیٰ ثم تتفکروا۔

اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ خدا کے لیے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ اور پھر غور و فکر سے کام لو۔

دوسری جگہ یوں فرمایا۔

اولم یتفکروا فی انفسھم ما خلق اللّٰہ السمٰوات والارض وما بینھما الا بالحق و اجلٍ مسمیً۔

کیا انہوں نے اپنے دل میں یہ غور و تدبر نہیں کیا کہ خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے حق کے اصول پر اور مقررہ نظام و قانون پر بنایا ہے۔ (یعنی یہ ساری دنیا صداقت ہے اور تنظیم ہے)۔

ایک جگہ اہل عقل کی یہ تعریف کی ہے۔

ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض۔

وہ آسمانوں اور زمین کی خلقت میں غور کرتے ہیں۔

زمین و آسمان پر غور کرنا کیا ہے؟ سائنس، ایجاد اور ترقی کا راستہ ہے۔

اسی طرح یہ مضمون بیان کرنے کے بعد کہ رسول نہ تو عالم الغیب ہوتا ہے، نہ زمین کے خزانوں کا مالک ہوتا ہے بلکہ وہ وحی الٰہی کا تابع ہوتا ہے، اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قل هل یستوی الاعمیٰ والبصیر افلا تتفکرون.

اے نبی! آپ پوچھئے کہ کیا اندھا اور بینا دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ پھر تم لوگ کیوں نہیں غور کرتے ہو۔

ترقی کی بنیاد:

بعض یوروپین حکماء نے لکھا ہے کہ اور نہایت درست لکھا ہے کہ ''غور وفکر ہی انسانی ترقی کی بنیاد ہے اور اس کی کمی اور زیادتی پر انسانوں کے رتبے کم اور زیادہ ہوتے ہیں''

مگر اسلام سے پہلے غور وفکر کہاں تھا۔ انسان اپنے پروہتوں، حاکموں اور پیشواؤں اور قدیم زمانے کے رسوم و رواج کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے۔ گمراہ پیشواؤں نے عقلی و فکری آزادی سلب کرلی تھی۔ اسی تاریخی فضا میں اسلام آیا اس نے اپنی روشن کتاب کے ذریعہ اس ذہنی غلامی کا قلع قمع کرڈالا۔ قرآن نے دماغوں کو آزادی بخشی، دشمنوں تک نے اس درسگاہ حریت سے آزادی کا سبق لیا۔ قرآن کے ماننے والوں نے مغرب میں آزادی کی روح پھونکی۔ مگر افسوس کہ اکثر مسلمانوں نے اس نعمت کو کھودیا۔ وہ پچھلے پاؤں لوٹ گئے۔ ان کے بزرگوں نے جن قوموں کو آزادی کا سبق دیا تھا۔ اب یہ انہیں کی تقلید میں گرفتار ہورہے ہیں۔

(فائدہ از قرشی)

دو چیزیں، قرآنی تعلیم کے عجائبات میں سے ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن نے دین اور مذہب کے متعلق یہ قرار دے دیا کہ اسے عقل سے پرکھو۔ حالانکہ آج اس روشنی کے زمانے میں بھی کہیں یہ آواز سنائی نہیں دیتی۔ آج مذہبی حلقوں کی عام آواز یہی ہے کہ مذہبی باتوں میں عقل کا کیا دخل؟

قرآنی تعلیمات کا دوسرا عجوبہ یہ ہے کہ اس نے جا بجا کہا، خدا کی نشانیاں، خدا کی آیتیں اور خدا کے معجزے زمین، ہوا، پانی، آسمان، حیوانات اور نباتات میں موجود ہیں۔ لہٰذا تم ان میں غور کرو۔ عام لوگ ان آیتوں کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے، ہم ہوا میں کیا غور کریں؟ ہم زمین کے متعلق کیا سوچیں؟ پانی میں غور و تدبر کرنے کی کیا بات ہے؟ بے شمار لوگ انہی شکوک میں مبتلا تھے کہ فکر کرنے والی عقلوں نے ہوا، زمین، پانی، اور آگ سے ایسی ایسی چیزیں ایجاد کرلیں کہ ایک دنیا حیران رہ گئی۔ اب ہر شخص کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن نے زمین ہوا اور پانی میں غور وفکر کرنے پر جو اس قدر زیادہ زور دیا تھا اور دعوت دی تھی تو یہ بڑی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی اہم دعوت تھی اور یہ دعوت، عروج و کمال کا سرچشمہ ہے۔

ان دونوں باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام ایک عالمگیر بین الاقوامی تحریک ہے اور اس تحریک کی ایک بڑی غرض یہ تھی کہ نوع انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر عقل سلیم کی روشنی میں نظر ثانی کی جائے۔ مذہب کو بھی عقل سلیم سے پرکھا جائے۔ معاشرت کو بھی، تجارت کو بھی، صنعت و حرفت کو بھی، سیاسیات کو بھی، زمین کو بھی اور آسمان کو بھی۔

دنیا اور زندگی کو عقلی نظر سے دیکھنے کے راستے میں سب سے بڑی روک، قدامت پسندی ہے۔ دنیا کے کروڑوں انسان صرف اس لیے ذلت اور زوال کی زندگی بسر کر رہے ہیں کہ وہ پرانی رسموں کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ کوئی بات، کوئی عقیدہ، کوئی خیال، کوئی رسم اور کوئی نظریہ خواہ کتنا بھی نقصان دہ ہو، مہلک ہو، احمقانہ ہو، وہ ہزاروں نقصانات برداشت کریں گے مگر اس رسم یا خیال کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے صرف اس لیے کہ ان کے باپ دادا اور ان کے گورو اور دیوتا اس رسم یا خیال کے پابند تھے۔ دنیا میں عقلی دور کبھی شروع نہیں ہوسکتا تھا۔ جب تک کہ قدامت پسندی، بزرگ پرستی اور باپ دادا کی تقلید کے بتوں کو پاش پاش نہ کر دیا جاتا۔ چنانچہ آپ قرآن پاک میں دیکھیں گے کہ اس نے قدامت پسندی اور تقلید آباء کی جا بجا مخالفت کی ہے اور نہایت ہی سخت مخالفت کی ہے۔ اس کی تفصیل ''اسلام، مذہب آزادی ہے'' کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

یہ بات نہایت عجیب ہے کہ قرآن نے عقل سے کام لینے پر جتنا زیادہ زور دیا تھا مسلمانوں نے اسی قدر زیادہ عقل کا استعمال ترک کر دیا ہے۔ اب کروڑوں مسلمان ایسے ہیں جن کا مذہب عقل سلیم پر نہیں بلکہ محض، کورانہ تقلید پر مبنی ہے۔ انہوں نے اپنے اماموں، بزرگوں اور مفسروں کے متعلق یہ اعتقاد پیدا کر رکھا ہے کہ وہ جو کچھ بھی ارشاد فرما گئے ہیں، بالکل صحیح ہے اور اس سے سرمو تجاوز کرنا بھی جائز نہیں ہے اس تقلیدی مذہب کا نتیجہ یہ ہے۔

۱۔ کسی مفسر کا قول، خواہ کسی قدر بھی عقل اور واقعہ کے خلاف ہو، اگر آپ اس سے ذرا بھی اختلاف کرتے ہیں تو کفر کا فتویٰ تیار ہوگا۔

۲۔ حدیثوں کے جو درجے محدثین نے قرار دے دیئے ہیں، اگر آپ دلائل کے ساتھ بھی ان میں ذرا دخل دے دیں تو کفر کا فتویٰ تیار ہوگا۔

۳۔ آپ کو یہ بھی اجازت نہیں ہے کہ اس امر پر بحث کریں کہ عربی کے جن اقوال کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت دی گئی ہے کیا وہ فی الحقیقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ہیں بھی یا نہیں؟

۴۔ جن آیات یا احادیث کی جو تشریح بزرگان سلف نے بیان کر دی ہے، آپ ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذاتی آراء سے اختلاف نہیں کر سکتے۔

۵۔ آپ کا یہ بھی مذہبی فرض ہے کہ روزمرہ کے فقہی مسائل میں ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کو کافی سمجھیں، مزید غور و فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔

۶۔ آپ کا یہ بھی مذہبی فرض ہے کہ حدیث کے جن راویوں کو علمائے فن رجال نے سچا کہہ دیا ہے، ان کو سچا مانیں اور جن کو جھوٹا کہہ دیا ہے ان کو جھوٹا مانیں۔

۷۔ آپ کا یہ بھی مذہبی فرض ہے کہ پہلے اماموں اور مفسروں نے آیات و احادیث کی جو جو تاویلیں ایک دفعہ مقرر کر دی ہیں، ان سے ذرا بھی تجاوز نہ کریں۔ آپ عقل اور نئی تحقیقات کی رو سے قدیم روایات پر تنقید نہیں کر سکتے۔

ان قراردادوں کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تمام عقل، مذہبی جھگڑوں کی نذر ہوگئی ہے۔ واقعی یہ ہے ہو رہا ہے کہ زید ایک رائے کی موافقت کرتا ہے، عمر دوسری رائے کی موافقت کرتا ہے، پھر یہ دونوں آپس میں جھگڑتے ہیں، لڑتے ہیں اور اپنے اپنے جتھے بنا بنا کر کتابوں، اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے بے شمار مسلمانوں کو اختلاف میں مبتلا کر لیتے ہیں۔ حیرت ہے کہ آج ہماری تمام کی تمام قوم تیرہ سو برس کے نئے اور پرانے جھگڑوں میں اس طرح گرفتار ہے کہ کسی کو دم لینے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ حالانکہ صاف بات یہ ہے کہ قرآن کے سوا اور جتنی بھی کتابیں ہیں، ان میں ہر وقت غلطی کا امکان ہے اور اس لیے ان سے دلائل کے ساتھ اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ اس دنیا کی ایک بھی انسانی کتاب ایسی نہیں جس کی صحت یا حفاظت کی خدا نے ذمہ داری لی ہو اور کوئی مصنف اور مفسر ایسا نہیں ہے جو معصوم عن الخطا اور سقم سے پاک ہو، نہ کسی کی رائے یا اجتہاد ایسا ہے جس کی پابندی کے لیے نوع انسان کو مکلف بنایا گیا ہو۔ نہ کوئی امام اور فقیہہ ایسا ہے جس کی نسبت یہ حکم لگا دیا جائے کہ اس سے اختلاف کرنا ناجائز اور اس کی ہر بات تنقید سے بالاتر ہے، اگر کسی کے متعلق یہ سمجھ لیا جائے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ہم اسے علم کل، عقل کل، عالم الغیب اور بشریت سے بالاتر ہونے کا درجہ دے رہے ہیں۔ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ ہم مقاصد کو مقدم کرتے مگر افسوس کہ ہم نے مقاصد کی بجائے صرف رسوم کی پرستش شروع کر دی ہے۔ ہم بڑا زور اس امر پر دیتے ہیں کہ تراویح آٹھ ہیں یا بیس؟ بس موجودہ زمانے میں ہماری عقلوں کی اڑان صرف اسی قدر ہے کہ ہم آٹھ اور بیس کے عدد کا فیصلہ کریں۔ یا یہ فیصلہ کریں کہ جرابوں پر مسح کرنے میں فلاں امام کا کہنا ٹھیک ہے یا فلاں امام کا قول صحیح ہے؟ آج مسلمانوں کی تمام عقلی طاقت، ایسے نقلی، اختلافی اور جزوی مباحث کے فیصلوں میں صرف ہو رہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تراویح کا فیصلہ آٹھ پر ہو جائے یا بیس پر ہماری اس تحقیق یا جولانی عقل کا قوم کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترقی پر خاک بھی اثر نہیں پڑسکتا۔ مختصر یہ کہ چونکہ موجودہ مسلمانوں کی عقلی قوت، اسی قسم کے فروعی اور اختلافی رسوم کی جنگ میں صرف ہورہی ہے۔ اور دوسری قومیں اپنی عقلی قوتوں کو تحقیق، سائنس، تجارت اور صنعت وحرفت کی ترقی میں صرف کررہی ہیں، اس واسطے مسلمان تمام اقوام سے پیچھے رہے جاتے ہیں۔ یہ غلطی اسلام کی نہیں بلکہ مسلمانوں کی ہے۔ ورنہ اسلام نے صرف عقل کے استعمال پر ہی زور نہیں دیا بلکہ عقل کے صحیح استعمال پر بھی زور دیا ہے۔

۳۔ اسلام، مذہب علم ہے

مذہب اسلام کو علم سے کتنا تعلق ہے اور یہ دین اشاعت علم کا کتنا زبردست علمبردار ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ لفظ علم کا ذکر قرآن حکیم میں سینکڑوں جگہ ہے اور مشتقات علم کا ذکر بھی اسی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ کہیں مطلق علم کا ذکر ہے اور کہیں دینی علم کا۔ کہیں تاریخی علم کا بیان ہے اور کہیں مادی علوم کا۔ اس کی مکمل تفصیل بیان نہیں ہوسکتی، صرف سرسری اشارے کیئے جاتے ہیں۔ مطلق علم کے متعلق سورۃ اسراء میں ہے۔

ولا تقف لیس لک به علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولاً۔

اس بات کے پیچھے نہ چلو جس کا تمہیں علم نہ ہوجائے کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر ایک کی بابت سوال کیا جائے گا۔

یعنی جب تک کہ تمہیں مشاہدہ یا سچی روایات اور قطعی دلائل سے کسی چیز کا علم نہ ہوجائے۔ اس وقت تک اس کی پیروی نہ کرو، کیونکہ خدا نے آنکھ، کان اور دل حصول علم ہی کے لیے عطا فرمائے ہیں۔ اگر تم ان تینوں سے صحیح کام نہ لوگے تو خدا کے ہاں باز پرس ہوگی۔ علامہ راغب نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ محض اٹکل پچو اور گمان سے کوئی فیصلہ نہ کرو۔ علامہ بیضاوی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جس امر کا تمہیں صحیح علم نہیں حاصل ہے تو محض کسی کی تقلید میں آکر یا قیافہ و اندازہ سے کوئی کام نہ کرنے لگو۔

تاریخی علم کے متعلق ارشاد ہے۔

ایتونی بکتاب من قبل هذا او اثارة من علم ان کنتم صادقین.

میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا کوئی پرانا علم پیش کرو، اگر تم سچے ہو۔

وہ لوگ جو صرف مادی علوم پر ریجھے ہوئے ہیں اور انہیں کو اپنا مقصود و قرار دیئے ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان کی نسبت فرمایا۔

ولکن اکثر الناس لایعلمون بعیلمون ظاھراً من الحیوۃ الدنیا وھم عن الأخرۃ ھم غافلون.

لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے ہیں، دنیاوی زندگی کا ظاہری علم تو رکھتے ہیں اور آخرت سے بالکل بے پرواہ ہیں۔

جو لوگ مدعی ہیں کہ وہ ہر شے کی حقیقت سے آگاہ ہو گئے ہیں حالانکہ ابھی وہ روح کی حقیقت جاننے سے عاجز ہیں۔ ان کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔

ویسالونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً.

اور یہ لوگ آپ سے روح کی بابت دریافت کرتے ہیں آپ کہدیں کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔

یہ دونوں آیتیں علم انسانی کی نارسائی اور حقیقت ناشناسی پر روشنی ڈالتی ہیں اور واقعہ بھی یہی ہے۔ ہر زمانہ کے علماء کو اس کا اعتراف رہا کہ ان کو کائنات کے ہزاروں اسرار معلوم نہ ہو سکے اور یہ کہ محض چند ظاہری چیزوں کا انہیں علم حاصل ہو سکا ہے۔ اسی طرح بعض مغربی محققین کا قول ہے کہ ان کو جتنا زیادہ علم حاصل ہوتا گیا، اتنا ہی حاصل کیے ہوئے علم میں زیادہ تحقیق کی ضرورت محسوس ہوتی گئی۔ امام شافعیؒ نے اسی مضمون کو کیا خوب ادا فرمایا ہے۔ کلما ادنبی الدھر ارانی نقص عقلی واذاما ازدوت علما زادنی علما بجھلی۔ زمانہ مجھے جتنا زیادہ سبق دیتا گیا، اتنا ہی میری عقل کی کمی کو ظاہر کرتا گیا اور میں نے جتنا علم زیادہ حاصل کیا، اتنی ہی اپنی جہالت کا مجھے زیادہ علم ہو گیا۔

قرآن علم عقلی کی بابت فرماتا ہے۔

ومن الناس من یجادل فی اللّٰہ بغیر علم ولا ھدیً ولا کتاب منیر

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے بارے میں بلا علم و ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے بحث کرتے ہیں۔

یہاں علم سے مراد عقلی و نظری علم ہے۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں ھدیً اور کتاب منیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ہر قسم کے علم سے تہی دست ہیں، نہ ان کے پاس کوئی کتابی دلیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ کسی کی راہنمائی انہیں حاصل ہے، نہ کوئی عقلی علم ہے پھر بھی یہ لوگ خدا کے بارے میں میں بحث و جدال کرتے ہیں۔

اسی طرح اپنی قدرت کی مختلف نشانیاں ذکر فرمانے کے بعد خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان نشانیوں سے وہی لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں جو علماء ہیں۔ یہاں طرز کلام یہ صاف بتارہا ہے کہ علماء سے مراد وہ لوگ ہیں جو کائنات کا علم رکھتے ہیں اور کائنات کے رازوں، اس کی جنسوں، قسموں اور ان میں اللہ کی حکمتوں کو سمجھتے ہیں۔ اس مضمون کے لیے آیات ذیل ملاحظہ ہوں۔

ومن ایاته خلق السموات والارض واختلاف النتكم والو انكم ان في ذالك لأياتِ للعالمين.

اور خدا کی نشانیوں میں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف شامل ہے۔ اس میں اہل علم کے لیے نشانیاں ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

الم تران الله انزل من السماء ماءً فاخر جنابه ثمراتِ مختلفاً الوانها وَ من الجبال جددببض و حمر مختلف الوانها و غرا ابيب سود. ومن الناس والد واب والانعام مختلف الوانه كذالك انمايخشى الله من عبادهِ العلماء. ان اللّٰ عزيز غفور.

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے آسمان سے پانی اتارا ہے، پھر اس سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے پھر طرح طرح کے پہاڑ ہیں، سفید اور سرخ رنگ برنگ کے، کالے رنگ کے، اسی طرح آدمیوں، چوپایوں اور جانوروں میں بھی مختلف رنگ ہیں۔ بے شک! خدا سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔ اللہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔

علم کی ترقی و اشاعت کے لیے قرآن پاک محض، اس پر بس نہیں کرتا کہ مختلف علوم کی طرف اشارے کردے بلکہ علم اور علماء کے رتبے کو اور ان کی اہمیت اور برتری کو بہت ہی بلیغ اور بلند انداز میں بیان کرتا ہے۔ علم کا رتبہ اس قدر بلند کرتا ہے کہ اس سے بلند اور کوئی مرتبہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شهد الله انه لااله الا هو والملئكة والو العلم قائماً بالقسط.
اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اہل علم نے گواہی دی، اللہ عدل کے ساتھ قائم ہے، اس غالب وحکیم کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس آیت میں پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرمایا، پھر فرشتوں کا، تیسرے درجہ میں اہل علم کا ذکر فرمایا ہے جس میں انبیاء کرام، حکماء وعلماء اور جملہ اہل علم داخل ہیں پھر اہل علم کے درجات کی بلندیاں اس طرح بیان کی گئی ہیں۔

یرفع الله الذین آمنو امنکم والذین اوتوالعلم درجاتٍ
اللہ لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو ایمان والے ہیں اور جو اہل علم ہیں۔

ایک اصول بیان کیا گیا ہے کہ کائنات عالم کے سب سے بڑے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کو حکم تھا اور وہ اس کے لیے دعائیں فرمایا کرتے تھے۔

و قل رب زدنی علماً
اے پیغمبر دعا کیا کرو۔ اے پروردگار! مجھے زیادہ علم دے۔

علم حاصل کرنے کی فضیلت ان آیتوں سے بھی نکلتی ہے جن میں وہم وگمان کی پیروی سے منع کیا گیا ہے اور جو لوگ یقینی علم کے بغیر محض ظن وگمان سے کسی عقیدہ پر جم گئے انہیں تنبیہ کرنے کو ارشاد ہوا ہے۔

و ما یتبع اکثر هم الاظنا ان الظن لایغنی من الحق شیئاً.
ان میں سے اکثر صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں گمان حق کے مقابلہ میں کچھ مفید نہیں ہوسکتا۔

دوسرے مقام پر ہے۔

و ما لهم به علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لایغنی من الحق شیئاً.
انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں، یہ لوگ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور بے شک حق کے بارے میں گمان بالکل مفید نہیں ہوسکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالھم بہ من علم الا اتباع الظن.
ان کے پاس اس کا علم نہیں ہے وہ صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔

۴۔ اسلام، مذہب حکمت ہے

حکمت کا درجہ مطلق علم سے اونچا ہے اور حکیم کی شان ایک عالم کی شان سے بلند ہے۔ عالم ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے کسی شے کا علم ہو لیکن حکیم ہونے کے لیے محض سرسری علم کافی نہیں ہے۔ حکیم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اشیاء کی حقیقتوں سے بھی باخبر ہو، علتوں اور اسباب پر بھی اس کی نظر ہو، فوائد و نتائج سے بھی آگاہ ہو۔ حکمت (فلسفہ) اور حکیم (فلسفی) کا درجہ علم و عقل کا انتہائی درجہ ہے۔ قرآن پاک کا اس کے متعلق یہ فتویٰ ہے۔

یوتی الحکمۃ من یشاء و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً.
خدا جسے چاہتا ہے حکمت بخشتا ہے اور جسے حکمت مل گئی وہ خیر کثیر کا مالک ہو گیا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جن بڑے بڑے مقاصد کے لیے بھیجے گئے ہیں ان میں ایک بہت بڑا مقصد تعلیم حکمت بھی ہے۔ اس کا ذکر متعدد آیتوں میں ہے۔ ایک آیت ملاحظہ فرمائیں۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلو علیھم آیاتہ یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمتہ وان کانو امن قبل لفی ضلالٍ مبین.
وہ خدا ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول بھیجا۔ جو ان پر خدا کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں، ان کے نفسوں کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔ اگرچہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

پیغمبر اسلام پر اللہ کے جو بڑے بڑے انعامات ہیں، ان میں ایک انعام حکمت بھی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وانزل علیک الکتاب والحکمتہ و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیماً.
اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت کو نازل فرمایا اور وہ علم دیا جو آپ نے جانتے تھے۔ یہ آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ والموعظۃ الحسنتہ
لوگوں کو راہ خدا کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔

ایک جگہ بنیادی نیکیوں کی وصیت اور بڑی بڑی برائیوں سے مخالفت کرنے کے بعد آخر میں فرمایا۔ ذالک عما اوحیٰ الیک ربک من الحکمتہ ۔ یہ وہ حکمت ہے جو آپ کے پروردگار نے آپ کی طرف وحی کی ہے۔

آپ قرآن پاک کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے رسولوں اور نبیوں کو حکمت بخشی تھی لیکن ان کے بعد ان کی قوم نے اس حکمت کو ضائع کر دیا اور اس کی جگہ کورانہ تقلید کو رواج دے دیا جس کی وجہ سے ان کو انتہائی پستی اور رذلت نصیب ہوئی۔ خدا یہودیوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ ام یحسدون الناس علیٰ ما اٰتا ھم اللّٰہ من فضلہٖ فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب و الحکمتہ و آتینا ھم ملکاً عظیماً. اور یہ لوگوں پر اس وجہ سے حسد کرتے ہیں کہ ہم نے ان پر (کیوں) فضل کیا ہے۔ بے شک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت دی تھی اور خود انہیں ایک سلطنت عظیم بھی عطا فرمائی تھی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں پر اللہ کا سب سے بڑا انعام کتاب ہے۔ پھر حکمت اور اس کے بعد حکومت ہے۔

داؤد علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا۔ واٰتاہ اللّٰہ العلم و الحکمتہ وعلمتہ مما یشاء یعنی اللہ نے انہیں علم اور حکمت دی اور وہ علم دیا جو دینا چاہا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا۔ واذاہ علمتک الکتاب والحکمتہ والتوراۃ والانجیل. ہم نے تجھے کتاب اور حکمت اور توارۃ اور انجیل سکھادی۔ اسی طرح حضرت لقمان کی شان ہے۔ ولقد آتینا لقمان الحکمتہ. اور ہم نے لقمان کو حکمت دی۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت لقمان کی حکمتوں سے ان کی نصیحتوں کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ ان نصیحتوں میں نیکیوں کی تائید ہے، اس کے ساتھ ہی ان کے فوائد بھی ہیں۔ برائیوں کی ممانعت ہے اور ان کے نقصانات کی طرف بھی اشارے ہیں۔

جس طرح قرآن میں لفظ حکمت کثرت سے آیا ہے، اسی طرح لفظ فقہ بھی اکثر استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے لیے سورۃ انعام، سورۃ اعراف، سورۃ انفعال اور سورۃ توبہ کا مطالعہ فرمائیں۔ لیکن لفظ فقہ سے مراد مسائل ظاہر یہ یعنی طہارت۔ طریقہ نماز، بیع وسرا وغیرہ کا علم نہیں بلکہ اس سے مقصود وہ گہری سمجھ ہے جس سے انسان حکیم بن جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اسلام، مذہب یقین و دلیل ہے

دنیا میں آپ کو بہت سے مذاہب ملیں گے جن کی بنیاد محض اٹکل اور گمان پر ہوگی اگر قطعی دلیل کے معیار پر انہیں پرکھا جائے تو آپ کو بڑی سخت مایوسی ہوگی۔ لیکن جب آپ اصول اسلام کی تحقیق کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ نہایت ٹھوس دلائل، نہایت مضبوط شواہد پر قائم ہے۔ نیز آپ مشاہدہ فرمائیں گے کہ اسلام اپنے آپ کو برہان و حجت سے تعبیر کرتا ہے اور منکرین کی تردید اس بنا پر کرتا ہے کہ وہ عقل و دلیل سے خالی ہیں۔ اس موضوع پر آیات قرآنی ملاحظہ فرمایئے۔

یاایھاالناس قد جاء کم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نوراً بیناً.

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بڑی دلیل آئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن نور اتارا ہے۔

ومن یدع مع اللہ الٰھاً آخرَ لا برھان لہ' بہ فانما حسابہ عند ربہ انہ' لایفلح الکافرون.

جو شخص خدا کے سوا کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی وہ اپنے پروردگار کے پاس کوئی دلیل نہیں رکھتا تو اس کا حساب پروردگار ہی کے پاس ہے۔ بے شک وہ کافروں کو فلاح نہیں دیتا۔

اس آیت میں شرک پر دھمکی دی گئی ہے لیکن دھمکی کو اس بات سے مقید کیا گیا ہے کہ مشرک کے پاس کوئی لیل و برہان نہیں جسے وہ خدا کے سامنے پیش کر سکے۔ اگر چہ یہ معلوم ہے کہ شرک پر سرے سے کوئی دلیل ہی قائم نہیں مگر یہاں صرف دلیل و برہان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

ایک اور آیت میں خدا تعالٰی نے قیامت کا نقشہ کھینچا ہے اور فرمایا ہے کہ بہت سے فرقے اور ان کے پیغمبر نیز ان کے جانشین قیامت میں اٹھائے جائیں گے۔ پھر سب کے سامنے گمراہوں سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنے رسولوں کی جو مخالفت کی تھی، اس کی دلیل پیش کرو۔ یہ دلیل نہ پیش کر سکیں گے اور نہایت رسوا و ذلیل ہوں گے یہاں بھی عقل و دلیل کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ونزعنا من کل امۃٍ شھیداً فقلنا ھاتوا برھانکم فعلموا ان الحق للّٰہ و ضل عنھم ما کانوا یفترون.

اور ہم نکالیں گے ہر قوم میں سے ایک شہادت دینے والا۔ پس کہیں گے ہم، پیش کرو، اپنی دلیل۔ اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حق سراسر اللہ ہی کے لیے ہے اور ان کی ساری افترا پردازی بھول جائے گی۔

اسی طرح سورۃ انبیاء میں زمین و آسمان کے بقا اور ان کے عمدہ نظام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا نے شرک کی تردید کے لیے یہ عقلی دلیل پیش فرمائی ہے۔

لو کان فیھما الھۃ الا اللّٰہ لفسدتا.

اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا کوئی معبود ہوتے تو ان میں فساد پڑ جاتا۔

اس کے بعد مشرکوں کو چیلنج دیا کہ تم نے جو بہت سے معبود بنا رکھے ہیں ان کی حقانیت کی کوئی دلیل رکھتے ہو تو پیش کرو۔

ام اتخذوا من دونہ الھۃ قل ھاتوا برھانکم ھذا ذکر من معی و ذکر من قبلی بل اکثرھم لا یعلمون الحق فھم معرضون.

کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے معبود بنا رکھے ہیں۔ اے نبی! ان سے کہو کہ اپنی دلیلیں پیش کریں۔ (اور کہو) کہ یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور مجھ سے پہلے لوگوں کی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان گمراہوں میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے، اس لیے روگردان ہو گئے ہیں۔

سورۃ نحل میں بھی اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا۔

امن یبدؤ الخلق ثم یعیدہٗ. و من یرزقکم من السماء والارض الٰہ مع اللّٰہ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین.

کون پیدائش کو شروع کرتا ہے اور پھر اسے لوٹاتا ہے۔ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا خدا کے علاوہ کوئی اور بھی معبود ہے؟ اے پیغمبر! ان سے کہو کہ اپنی دلیل پیش کرو، اگر سچے ہو۔

جہاں حضرت ابراہیم اور ان کی قوم کی بحث مذکور ہے جس میں شرک، مغلوب اور حق، غالب و فائح ہوا ہے وہاں حضرت ابراہیمؑ کے اس بیان پر نظر ڈالیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و کیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللّٰہ مالم ینزل به علیکم سلطاناً. فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلقون.

اور کیسے میں اس چیز سے ڈر سکتا ہوں جسے تم نے شریک بنایا ہے؟ حالانکہ تم خود اس امر سے نہیں ڈرتے ہو کہ تم خدا کے ساتھ اسے شریک بنا چکے ہو۔ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں نازل کی تو بتاؤ کہ ہم دونوں میں سے کون فریق امن کا زیادہ حقدار ہے۔

اس بیان کے آخر میں ارشاد ہے۔

وتلک حجتنا اتینا ابراھیم علیٰ قومہٖ نرفع درجاتٍ من یشاء ان ربک حکیم علیم ۔

یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی۔ ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں۔ بے شک! تیرا پروردگار حکیم، علیم ہے۔

اس آیت میں جن درجات کی بلندی کا ذکر ہے، وہ برہان اور عقلی درجات ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے، انہیں ان درجات سے بہرہ ور کر کے اہل باطل پر غلبہ و فتح بخشتا ہے۔

قرآن پاک میں کہیں کہیں برہان کو ''سلطان'' یعنی قوت سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

الذین یجادلون فی اللّٰہ بغیر سلطانٍ اماھم کبر مقتاً عنداللّٰہ والذین آمنوا.

جو لوگ اللہ کی نشانیوں میں بغیر دلیل کے جھگڑتے ہیں تو یہ بات خدا اور ایمان والوں کے نزدیک بہت بری ہے۔

ان آیات سے آپ فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ اسلام میں حجت و برہان کا کیا درجہ ہے اور یہ کہ اسلام تحکم اور زبردستی کا حامی ہے یا دلیل و عقل کی روشنی میں اپنے اصول کو منوانا چاہتا ہے۔

۶۔ اسلام، مذہب قلب و ضمیر ہے

قیومی نے اپنی کتاب مصباح میں لکھا ہے کہ ضمیر کے معنی قلب و باطن کے ہیں اور کبھی اس کا استعمال عقل کے معنی میں بھی کیا جاتا ہے۔ قرآن میں یہ لفظ سو سے زیادہ آیات میں آیا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان فی ذالک الذکریٰ لمن کان لہٗ قلب اولقی السمع وھو شھید۔
بے شک! اس قرآن میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہے یا جو توجہ کے ساتھ کان لگائے۔

یوم لاینفع مال ولابنون الامن الیّ اللّٰہ بقلب سلیم.
اس دن نہ مال کام آئے گا، نہ اولاد، لیکن جو شخص خدا کے پاس قلب سلیم کے ساتھ پہنچے، (وہ کامیاب ہوگا)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا۔اذا جاء ربہ بقلب سلیم. یعنی جب وہ اپنے پروردگار کے ساتھ قلب سلیم کے ساتھ آئے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ ہی کا یہ کلام بھی قرآن پاک میں مذکور ہے۔ ولٰکن لیطمئن قلبی. اے اللہ! جو نشان میں نے دیکھنا چاہے ہیں یہ اس لیے ہیں تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

ایمانداروں کی تعریف میں ارشاد ہے۔الذین آمنو و تطمئن قلوبھم بذکر اللّٰہ الابذکر اللّٰہ تطمئن القلوب جو لوگ ایمان لائے اور ان کے قلوب اس کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔ بے شک! خدا ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے پیروؤں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ رافتہ و رحمتہ. اور ہم نے ان کے پیروؤں کے دل میں رحم اور ترس ڈال دیا۔

اس کے علاوہ قرآن پاک میں جہاں ایمان داروں کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں تو اکثر جگہوں پر ان کے دلوں کی تعریف کی گئی ہے کہ ان میں توجہ اور زاری کا اثر ہوتا ہے، ان میں نرمی و مروت ہوتی ہے۔ وہ خدا کے خوف سے متاثر ہوتے ہیں۔ برائیوں سے پاک و صاف ہوتے ہیں۔ برخلاف ان کے منافقین و کفار کی مذمت میں ان کے دل کی برائیاں مذکور ہیں۔ مثلاً یہ کہ منافقین کے دلوں میں مرض اور سختی ہوتی ہے، نجاست و گمراہی ہوتی ہے۔ جہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اب فلاں شخص یا قوم میں قبول حق کی صلاحیت و استعداد باقی نہیں ہے تو وہاں طبع و ختم کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ یعنی ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ایسے دلوں کا طلبگار ہے جو واقعی انسانی دل ہو۔ جن میں نرمی و تاثیر ہو، جن میں ہمدردی اور مروت ہو جو قبول حق کے لیے کھلے ہوئے ہوں، جو خدائے قدوس کی ہیبت و جلال سے گزرتے ہوں مگر جو دل ان اوصاف سے خالی ہیں ان کی اسلام کو کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں ہے۔

اسلام ایسے دلوں کا طلبگار ہے، جنہیں سمجھ بوجھ ہو، جو شریفانہ آزادی کے ساتھ ہر معاملہ پر غور کرسکیں، جو تعصب و تنگ نظری سے پاک ہوں، جو کورانہ تقلید کی غلامی سے آزاد ہوں، کیونکہ متعصب، سکڑے ہوئے، جامد اور فاسد دلوں میں اسلام کے عظیم الشان اور عالمگیر اصول اور تخیلات سما نہیں سکتے۔

۷۔ اسلام، مذہب آزادی ہے

انسان کے لیے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ آنکھ بند کرکے اس روش کا پابند ہوجائے جس پر عام دنیا چل رہی ہو۔ یہ خوفناک غلامی ہے جس سے تمام انسانی قوتوں کا خون ہوجاتا ہے اور انسان اور چوپایہ کی زندگی میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ ہم نے پچھلے مباحث میں جتنی بھی آیتیں علم و فہم، عقل و ضمیر، نظر و فکر، یقین و اطمینان اور حجت و برہان کی اہمیت کے متعلق بیان کی ہیں۔ ان تمام سے اندھی تقلید کی مذمت اور حریت فکر و آزادی رائے کی تعریف ظاہر ہے۔ ان آیات کے علاوہ ہم یہاں وہ آیتیں پیش کریں گے جو اس باب میں اور بھی زیادہ صاف اور صریح ہیں۔ قرآن حکیم میں کافروں کی مذمت میں ارشاد ہے۔

۱۔ **واذا قیل لھم اتبعو ما انزل اللّٰہ قالو ابل نتبع ما الفینا علیہ اباء نا اولو کان اباء ھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون.** جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو کچھ اتارا ہے، اس کی پیروی کرو تو وہ جواب دیتے ہیں، ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ خواہ ان کے باپ دادا کچھ بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں۔

۲۔ **واذا قیل لھم تعالو الیٰ انزل اللّٰہ والی الرسول قالو حسبنا ماوجدنا علیہ آباء نااولو کان اباء ھم لایعلمون شیئاً ولا یھتدون.** اور جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! اس خبر کی طرف جسے خدا نے نازل کیا ہے، اور آؤ رسول کی طرف تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اگرچہ ان کے باپ دادا علم و ہدایت سے کتنے ہی بے بہرہ کیوں نہ ہوں۔

ان دونوں آیتوں میں دو حیثیتوں سے کفار کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اول یہ کہ وہ اپنے باپ اور دادا کے رسم و رواج پر جمے ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے ہر طرح کی علمی اور عملی ترقی کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور ان کی زندگی بالکل چوپایوں کی سی زندگی ہوگئی ہے۔ دوم یہ کہ اندھی تقلید کی وجہ سے ان میں حق و باطل اور خیر و شر کی تمیز باقی نہیں رہی اور ان کی عقلیں رائیگاں ہوچکی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اسی مضمون کی تائید میں اور آیات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ واذا فعلوا فاحشۃً قالوا وجدنا علیھا آباءنا واللّٰہ امرنا بھاقل ان اللّٰہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللّٰہ مالا تعلمون. اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے تو کہتے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے اور اللہ نے اسی کا حکم دیا ہے۔اے پیغمبر! ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔کیا خدا کے خلاف ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے؟

۲۔ اہل عرب فرشتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔اس سلسلہ میں ارشاد ہوا۔وقالوا لو شاء الرحمٰن ما عبدناھم. مالھم بذالک من علم. ان ھم الایخرسون ام اتینا ھم کتاباًمن قبلہٖ فھم بہٖ مستمسکون. بل قالوا انا وجدنا آباءنا علیٰ امۃٍ و انا علیٰ آثار ھم مھتدون. و کذالک ما ارسلنا من قبلک فی قریۃٍ من نذیرٍ الاقال مترفوھا انا وجدنا آباءنا علیٰ امۃٍ و انا علیٰ آثار ھم مقتدون. اہل عرب کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم فرشتوں کی پوجا نہ کرتے۔ان لوگوں کو اس بات کا کوئی علم نہیں ہے۔یہ لوگ محض قیاسی بات کہتے ہیں۔کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی نوشتہ دیا ہے جس پر یہ لوگ جمے ہوئے ہیں؟ نہیں، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم انہیں کے نقش پر چلنے والے ہیں اور اسی طرح آپ سے پہلے جب کسی بستی میں کسی پیغمبر کو بھیجا گیا تو وہاں کے خوشحال لوگ یہی کہتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا ہے اور اب ہم انہیں کی پیروی کریں گے۔

اسی قسم کی آیتیں حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں ہیں۔سورۃ انبیاء، شعرا اور صافات میں بھی اس مضمون کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔

اسلام کی یہی وہ حریت آموز صدا تھی جو دنیا میں اس شان سے گونجی کہ جہالت و اوہام پرستی کی بنیادیں ہل گئیں۔کورانہ تقلید کی عمارتیں منہدم ہوکر پاش پاش ہوگئیں اور ان کی بجائے عقل و فکر کی بنیادیں استوار ہوئیں، علم اور حریت و اجتہاد کا فلک بوس قصر تعمیر ہوا۔دنیا کے عقلاء و حکماء نے محسوس کیا کہ درحقیقت باپ اور دادا کی چھوڑی ہوئی رسوم پر جمے رہنا اور دین و ہدایت کے بارے میں اپنے عقل و ضمیر کو کام میں نہ لانا۔فطرت انسانی، عقل و فکر، دل و دماغ، سب پر ہی ایک بہت بڑا ظلم ہے۔پس انہوں نے اپنے پرانے رسم و رواج اور اپنے قدیم عقائد و خیالات کو ٹھکرادیا اور وہ آزادی کے ساتھ اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔

لیکن افسوس کہ بعد میں آنے والے مسلمان اسی گمراہی میں مبتلا ہوگئے جس سے کہ اسلام نے انہیں نجات بخشی تھی۔آج کل کے اکثر مسلمان اپنے جاہل باپ دادا کی رسموں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پجاری ہیں، اپنے قبیلہ و خاندان کے طور طریقوں کے مقلد ہیں، جاہل صوفیوں اور گمراہ پیروں کی ایجاد کردہ بدعتوں کے پابند ہیں۔ (مذہب کے معاملے میں اشخاص کی تقلید پر فخر کر رہے ہیں، مگر آہ کہ حجت الٰہی (قرآن پاک) کے احکام کے لیے ان کے دلوں میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ سیرت رسول اللہ، اسوۂ صحابہ کی ان کی نگاہوں میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر کوئی جاہل ملا یا پیر، جو قرآن و حدیث سے بے بہرہ ہو، انہیں کسی بدعت کی دعوت دے تو وہ جوق در جوق اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں لیکن اگر کوئی مخلص عالم، انہیں تعلیم قرآن اور سنت کی طرف بلائے تو وہ حقارت و نفرت سے منہ بگاڑ کر ادھر ادھر بھاگ جاتے ہیں۔

علماء سوء اور پرستاران شکم نے جاہلوں اور رسم پرستوں کی اس قدر ہمت افزائی کر دی ہے کہ اگر آپ کسی جاہل کو خلوص کے ساتھ کچھ سمجھائیں اور بدعتوں اور باطل رسموں کی جگہ سنتوں اور سلف صالحین کی سیرتوں کی دعوت دیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس جاہل کا چہرہ غیض و غضب سے سرخ ہو جائے گا اور اسے آپ پر اتنا غصہ آئے گا کہ ایک کافر پر اتنا غصہ کبھی نہیں آتا ہوگا۔ وہ دیوانہ ہو جائے گا اور آپ کے لیے کوئی برا سے برا نام تجویز کر کے آپ سے دور ہٹ جائے گا۔ (اہل ہند اپنے حال کو دیکھ لیں یہاں ہر مصلح کو وہابی کا خطاب فوراً مل جاتا ہے۔ یہاں اس لفظ کو شکم پرست اور فتنہ پرور مولویوں نے کافر و مرتد سے بھی زیادہ بھیانک اور خوفناک قرار دے رکھا ہے)۔

اب آپ خود ہی فرمایئے، جب حالات اس درجہ ابتر ہوں تو آپ کو کیوں شکایت ہے کہ مسلمان روز بروز پست ہو رہے ہیں؟ اور یہ لیڈران اور علماء اپنے گلے کیوں پھاڑ رہے ہیں کہ اسلام مٹ رہا ہے، اسلام ختم ہو رہا ہے؟ کیا آپ کو یہ توقع ہے کہ بنیاد میں سے پتھر اور اینٹیں نکال لی جائیں اور ان کی جگہ خس و خاشاک بھر دیا جائے اور پھر بھی عمارت قائم رہے؟

اگر آج علماء سوء کا جاہلوں اور عوام پر اقتدار نہ ہوتا۔ اگر امت کی رہنمائی کی باگ علمائے حق کے ہاتھ میں ہوتی اور وہ اسلام کو اس کی حقیقی، علمی اور عقلی صورت میں پیش کرتے اور وہ عمل و اخلاق، تقویٰ و تقدس، دلیری و بے باکی اور سادگی و پاکیزگی میں قرن اول کے مسلمانوں کے نمونہ ہوتے تو یقیناً اسلام ساری دنیا پر چھا جاتا۔ یہ ممکن تھا کہ جاہل و تنگ نظر قومیں اس سے محروم رہتیں لیکن وہ قومیں جن میں علم ہے اور عقلی آزادی ہے، وہ اکثر و بیشتر ضرور اسلام کی حلقہ بگوش ہو جاتیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زور و جبر کی جگہ شخصی آزادی

مخالفین اسلام کا ایک قدیم اعتراض ہے کہ اسلام کی بنیاد زبردستی و جبر پر رکھی گئی ہے اور دنیا میں اسلام کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی۔ لیکن جو شخص قرآن حکم سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اس اعتراض کی حقیقت کیا ہے؟ پورے قرآن پر نہ سہی، اگر کوئی شخص پچھلے چند صفحات پر ہی نظر ڈالے تو وہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ دین جو قلب و ضمیر کو دعوت دیتا ہے، جو عقل و فکر سے کام لینا سکھاتا ہے، جو آباؤ اجداد کی تقلید سے نجات دیتا ہے، جو غلامی کی بیڑیاں کاٹ کر حریت و آزادی کا راستہ کھولتا ہے۔ کیا اس میں کسی طرح اس کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ زبردستی بزور شمشیر کسی عقیدہ اور تہذیب کو منوائے؟ اگرچہ پچھلے مباحث جواب کے لیے کافی ہیں مگر ہم مزید اطمینان کے لیے چند ایسی آیتیں بھی پیش کرتے ہیں جن میں صراحۃً جبر و اکراہ کی ممانعت ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

و لو شاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعاًافانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین و ما کان لنفسٍ ان تومن الاباذن اللّٰہ ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون قل انظر و ماذا فی السموات والارض وما تغنی الایات والنذر من قومٍ لایومنون۔

اے پیغمبر! اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام زمین پر بسنے والے لوگ ایمان لے آتے۔ کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر زبردستی مجبور کریں گے؟ کوئی شخص بلا حکم خدا ایمان نہیں لا سکتا اور خدا ان لوگوں کو مبتلا کرے گا، جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ اے نبی! کہہ دیجئے، اے لوگو! زمین و آسمان پر نظر ڈالو اور عبرت حاصل کرو۔ لیکن یہ نشانیاں اور تنبیہیں ان لوگوں کو کیا فائدہ دے سکتی ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے اپنے رشتہ داروں کو اختیار دے دو کہ جو دین چاہیں اختیار کر لیں۔ چنانچہ اختیار دے دیا گیا پھر جس شخص نے یہودیوں کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ وہ یہودیوں کے ساتھ چلا گیا اور جس نے اسلام قبول کیا، وہ مسلمانوں کے ساتھ رہ گیا۔ کسی کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔

بعض حضرات کو لفظ جہاد یا قتال سے بڑا زبردست مغالطہ ہوتا ہے وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ جب اسلام میں جبر نہیں تو جہاد اور قتال کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ ایسے خوش فہم لوگوں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزارش ہے کہ جہاد جبر اور زبردستی کو مٹانے کے لیے فرض ہوا تھا۔ سینہ زوری کو ترقی دینے کے لیے جاری نہیں ہوا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اسلام پھیلنا شروع ہوا اور غریب لوگ اس کے سایہ میں آ آ کر پناہ لینے لگے تو قریش کے سرداروں کی طرف سے ان غریبوں پر ظلم وستم کی انتہائی برسات شروع ہوگئی اور انہیں ہر طرف سے مجبور کیا جانے لگا کہ وہ اسلام سے باز آ جائیں، اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

۱۔ و قاتلو هم حتى لاتكون فتنة و يكون الدين الله فان انتهو فلا عدوان الا على الظالمين. اے پیغمبر! ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ زبردستی باقی نہ رہے اور دین کا معاملہ اللہ ہی کے لیے ہوجائے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے علاوہ کسی پر سختی نہ کی جائے۔

۲۔ وقاتلو هم حتى لاتكون فتنة و يكون الدين كله الله. فان انتهوا فان الله بما يعملون بصير. اے پیغمبر! ان کفار سے جنگ کرو یہاں تک کہ زبردستی باقی نہ رہے اور دین کا سارا معاملہ اللہ کے لیے ہوجائے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے عملوں سے آگاہ ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بتایا کہ اللہ کی حکمت نے اسی بات کو چاہا ہے کہ دین کے سمجھنے میں انسانوں کی عقل اور سمجھ مختلف ہو خیالات کے درجے جدا جدا ہوں۔ لہٰذا یہ بھی قدرتی بات ہوگی کہ بعض لوگ ایمان لائیں۔ اور بعض کافر ہوں گے۔ اے ہمارے رسول! آپ کی یہ تمنا کہ تمام انسان ایمان لائیں، مشیت الٰہی کے خلاف ہے۔ مشیت الٰہی یہ ہے کہ لوگ اپنی استعداد کے مطابق اپنے ارادہ و اختیار سے اسلام لائیں۔ لہٰذا جو لوگ آیات الٰہی میں غور کریں گے، دین کے احکام میں سمجھ سے کام لیں گے۔ ان کی نگاہیں ایمان کی روشنی سے منور ہوجائیں گی اور جو تعصب کی پٹی آنکھوں پر چڑھا لیں گے یا حق و باطل کی تمیز سے بالکل غافل رہیں گے وہ گمراہی کے ہلاکت خیز میدانوں میں بھٹکتے رہیں گے۔ ان تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے نہ کسی پر کفر و گمراہی کے لیے جبر ہے اور نہ ہدایت و ایمان کے لیے کسی پر زبردستی ہے۔

اس مضمون کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب یہودی قبیلہ بنونصیر، حجاز سے جلاوطن ہونے لگا اور صحابہ نے چاہا کہ اپنے ان رشتہ داروں کو جو یہودی مذہب قبول کر چکے تھے۔ ان سے زبردستی چھین لیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی . فمن یکفر بالطاغوت ویو من باللّٰہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا. واللّٰہ سمیع علیم.

اے لوگو! دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے، ہدایت بھی واضح کردی گئی ہے۔ اور گمراہی بھی واضح ہوچکی ہے (اب لوگوں کو اپنی رائے پر چھوڑنا چاہیے) جس شخص نے شیطان سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا تو اس نے بہت مضبوط حلقہ تھام لیا جسے کسی طرح کی شکستگی نہیں۔ اللہ تمام باتوں کو خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اسی پر بس نہیں بلکہ قرآن پاک میں جا بجا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے کہا گیا ہے کہ آپ کا کام تبلیغ و اشاعت ہے، آپ کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنائیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ فذکر انما انت مذکر ست علیھم بسیطر اے نبی! لوگوں کو سمجھایئے، کیونکہ آپ کا فرض سمجھانا ہی ہے، آپ ان پر داروغہ اور افسر نہیں ہیں۔ ان تصریحات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسلام اور ایمان کا معاملہ ہر شخص کی مرضی و منشا پر ہے۔ اگر کوئی اسلام قبول نہیں کرتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو خدا کے عذاب کا مستحق بناتا ہے، کسی دوسرے آدمی کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کا جبر کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ وحدت انسانی اور قرآنی

انسانوں کی اجتماعی و سیاسی اصلاح کا صحیح اصول معلوم کرنے کے لیے تمام تعلیم یافتہ قومیں بے قرار ہیں۔ مختلف نظریئے دنیا کے سامنے پیش ہیں۔ بحث ونظر کی ہنگامہ آرائیاں پورے شباب پر ہیں مگر علم وعقل کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ کافی غور وفکر کے بعد آج جس نظریئے کو چمکایا یا اچھالا جاتا ہے۔ دوسرے ہی دن مایوس ہوکر اسے زمین میں دفن کردیا جاتا ہے۔ مدبرین یورپ پچھلی نصف صدی میں کتنی کتنی تحریکیں ایجاد کرچکے ہیں، امپریلزم، سوشلزم، کمیونزم، بالشویزم، مگر ان کی ورماندگی کا یہ حال ہے کہ ایک تحریک کو پیدا ہوئے چند ہی مہینے گزرتے ہیں کہ دوسری تحریک سامنے آجاتی ہے۔ کوئی تحریک اٹھتی ہے تو مزدور اور غرباء خوشی سے ناچنے لگتے ہیں اور امراء غم واندوہ میں غرق ہوجاتے ہیں۔ دوسری تحریک اٹھتی ہے تو امراء کے گھروں میں شادیانے، بجنے لگتے ہیں اور غرباء کے جھونپڑوں میں غم واندوہ کی چیخیں بلند ہوجاتی ہیں۔ آپ دیکھئے کہ علم وعقل کی ہزار ہا ترقیوں کے باوجود یورپ اور امریکہ انہیں بھول بھلیوں میں گرفتار ہیں۔

لیکن آج سے چودہ سو برس پہلے ایک نبی امی کے مقدس ہاتھوں سے دنیا کے سامنے ایک کتاب پیش کی گئی تھی، اگر اس کے اصلاحی اور عالمگیر نظریوں پر دنیا آج عمل پیرا ہوجائے تو تمام مشکلات سے نجات پاجائے۔ امارت وغربت کی خوفناک کشمکش کا خاتمہ ہوجائے اور امپریلزم اور سوشلزم کی ہولناک دشمنی دوستی میں بدل جائے۔

دنیا کی تمام قوموں اور انسانوں کو ایک واحد برادری بنانے کے لیے اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ آٹھ باتوں میں سب مخلوق کو برابر سمجھا جائے۔ یعنی قومیت میں واحد، (۲) نسل میں واحد، (۳) دین میں واحد، (۴) قانونی سلوک میں واحد، (۵) روحانیت میں واحد، (۶) سیاسی حقوق میں واحد، (۷) عدل میں واحد، (۸) زبان میں واحد۔

جب اسلام نے دنیا میں قدم رکھا تو انسان کی اجتماعی زندگی تباہ تھی، لوگ مختلف قومیتوں میں بٹے ہوئے تھے۔ کہیں حسب ونسب اور نسل ورنگ کی بنا پر جنگ چھڑی ہوئی تھی، کہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وطنی و سیاسی تعصب کے باعث فتنہ و فساد تھا۔ کہیں دین و مذہب کے نام پر لڑائی کی آگ روشن تھی۔ ان جنگوں میں انسان کٹ رہے تھے اور بستیاں اجڑ رہی تھیں، اسی حالت میں اسلام نے اپنی انقلاب انگیز صدا بلند کی اور نفاق، پھوٹ، تعصب اور فرقہ پرستی کے ایک ایک سرچشمے کو تلاش کرکے بالکل بند کر دیا۔ جس سے دنیا میں ہمدردی اور انسانیت کی حکومت قائم ہوگئی۔ کالے اور گورے کی تفریق مٹ گئی، مشرق و مغرب کے انسان ایک خاندان بن گئے۔ اسلام نے کس کس طرح اپنی انقلابی تحریک کو کامیاب بنایا؟ اور کن کن تدبیروں سے وحدت و اجتماع کا نظام فرمایا؟ ان سوالات کا جواب بہت لمبا ہے۔ یہاں ہم صرف وہ جامع اصول مختصراً پیش کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے تمام دنیا کے انسان ایک ہی قومیت، ایک ہی شریعت اور ایک ہی حکومت کے سلسلے میں منسلک ہوکر اسی طرح ایک ہوسکتے ہیں جس طرح ان کی اصلیت ایک ہے اور ان کا پروردگار ایک ہے۔

پہلا اصول (قومی وحدت):

سورۃ انبیاء میں مختلف پیغمبروں کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے امت اسلام کو مخاطب کرکے یہ تعلیم دی ہے کہ:

ان ھذہٖ امتکم امۃ واحدۃً وانا ربکم فاعبدون.

اے لوگو! یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں (تمہاری وحدت کا مرکز یہ ہے کہ) میری عبادت کرو۔

اسی طرح سورۃ مومنون میں تمام دنیا کے انبیاء کو یہ پیغام سنایا ہے۔

• یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات و اعملو اصالحاً انی بما تعملون علیم وان ھذہٖ امتکم امۃً واحدۃً وانا ربکم فاتقون.

اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔ میں تمہارے کاموں سے آگاہ ہوں۔ یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ پس مجھ سے ڈرو۔

اسلام سے پہلے ہر پیغمبر کی امت اسی کی اپنی قوم ہوا کرتی تھی مگر پیغمبر اسلام کی امت تمام انسان ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ — اے نبی! کہہ دیجئے اے لوگو! میں سارے انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس غرض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ تمام پہلے نبیوں کی امتیں آپؐ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ آپؐ نے ضروری قرار دیا کہ مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ تمام انبیاء پر بھی ایمان لائیں اور یہ بھی کہ اگر کوئی شخص کسی ایک نبی کو جھٹلاتا ہے تو وہ قطعی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سورۃ بقر میں مسلمانوں کو حکم ہے۔ ''اے مسلمانو! تم یوں کہا کرو، ہم خدا پر ایمان لائے اور قرآن کے علاوہ ان احکام پر ایمان لائے جو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارے گئے ہیں اور جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دیئے گئے ہیں اور جو بھی خدا کے نبیوں کو خدا کی طرف سے دیا گیا ہے، ہم ان پر تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرماں بردار ہیں۔'' (سورۃ بقر)

اس آیت میں خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کا نبی بنا کر اور تمام انسانوں کے لیے تمام دنیا کے نبیوں پر ایمان لانا فرض قرار دے کر، تمام انسانوں کو ایک قومیت کے رشتہ میں جوڑ دیا ہے اور حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک کل انسانوں کو ایک مذہبی حکومت کی رعایا بنا دیا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ مختلف زمانوں میں مختلف نبی کیوں آئے؟ انہوں نے ایک دوسرے کے بعض احکام کیوں منسوخ کیئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذہبی حکومت میں ان نبیوں کی حیثیت وہی ہے جو ایک سلطنت کے اندر مختلف گورنروں کی ہوتی ہے اور وہ اپنے اپنے وقت کے مطابق قوانین حکومت میں حسب ضرورت ترمیم و تنسیخ کرتے رہتے ہیں۔ اس سے سلطنت کی وحدت میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔

دوسرا اصول۔ (نسل انسانی کی وحدت):

قرآن پاک نے قوموں کی طرح انسانی قبیلوں اور خاندانوں کو بھی وحدت اور مساوات کا پیغام سنایا ہے۔ اور یہ تعلیم دی ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکرٍ وانثیٰ و جعلنا کم شعوباً و قبائل لتعار فوا ان اکر مکم عنداللّٰہ اتقاکم.

اے لوگو! ہم نے تم کو نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور خاندان اور قبیلے بنائے ہیں۔ صرف اس لیے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، ورنہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ معزز وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انسانوں کے سامنے، حجتہ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وحدت انسانی کی تبلیغ فرمائی تھی اور مذکورہ بالا آیت پڑھ کر یہ واضح کیا تھا کہ کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں ہے۔ اسلام میں فضیلت پرہیزگاری پر موقوف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ نیز یہ کہ تعارف سے میل جول پیدا کرو اور پھوٹ ڈال کر زیادتی نہ کرو۔

تیسرا اصول۔ (دینی وحدت):

دین اور مذہب کی وحدت قائم کرنے کے لیے یہ اصول پیش کیا کہ تمام انسان ایک رسول کی پیروی کریں جس کے دینی اصول قانون فطرت کے مطابق ہوں اور جس کی شریعت اصولی طور پر تمام نبیوں کی شریعتوں کی جامع ہو۔ اگر کچھ فرق ہو تو محض اتنا کہ وہ پچھلی شریعتوں کو اس طرح مکمل کر کے پیش کرے کہ وہ تمام انسانوں کے لیے یکساں طور پر مفید ہو جائے اور قیامت تک اس میں کسی ادنیٰ ترمیم کی بھی گنجائش باقی نہ رہے، چنانچہ پیغمبر اسلام نے یہی اعلان فرمایا، قل یا ایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ اے پیغمبر! کہہ دیجئے، میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔

تکمیل شریعت اور رسالت عامہ کے اعلان کے باوجود بھی یہ کہتا ہوں کہ کسی کے ضمیر و عقیدہ کے بارے میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ دین میں زبردستی نہیں، میں نے ہدایت اور گمراہی کی راہوں کو الگ الگ کر کے تم پر واضح کر دیا ہے۔ یہ اعلان اس لیے تھا کہ انسان ایک ہو جائیں۔

چوتھا اصول۔ (قانونی وحدت):

اسلام نے جو قوانین جاری کیئے ہیں ان کے بارے میں یہ حکم عام دے دیا ہے کہ قانون کی نظر میں حاکم و محکوم کا کوئی امتیاز نہیں ہے شہری حقوق میں سب برابر ہیں، جرم کی سزا میں کسی کی رعایت نہیں۔ انصاف کے ترازو میں مومن، کافر، نیک و بد، امیر و غریب، زبردست اور کمزور یکساں ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

پانچواں اصول۔ (وحی وحدت):

اسلام نے انسانوں کے اندر روحانی وحدت کا اعلان اس طرح کیا کہ دینی فرائض اور عبادات سب کو ایک ہی سطح پر کھڑا کر دیا اور نہیں تو نماز اور حج ہی کو دیکھ لیں۔ نماز میں سب انسانوں کی صفیں برابر ہوتی ہیں۔ عالم اور جاہل، امیر و غریب، بادشاہ اور چپڑاسی ایک قطار میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک زمین پر سر رکھتے ہیں۔ اور ایک اشارے پر اٹھتے اور بیٹھتے ہیں۔ حج کے موقع پر سال میں ایک دفعہ صدہا ملکوں، صدہا رنگوں، صدہا نسلوں اور زبانوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان سر منڈواتے ہیں۔ کھدر کی دو بن سلی چادریں پہنتے ہیں، اور زبان سے ایک ہی الفاظ ادا کرتے ہوئے خانہ کعبہ کے گرد پھرتے ہیں۔ اسلام چودہ سو سال سے اسی طرح انما المومنون اخوۃ (تمام مومن آپس میں بھائی ہیں) کی مساوات کا اعلان کر رہا ہے بلکہ اس نے اپنی اخوت کی شرط ہی یہی رکھی ہے۔ فان تابو اقاموا الصلوۃ واتوالزکوۃ فاخوانکم فی الدین. اگر یہ لوگ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں (اور غریبوں کی امداد کے لیے) زکوٰۃ ادا کریں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔

چھٹا اصول۔ (سیاسی وحدت):

اسلام نے سیاسی وحدت کے لیے یہ اعلان کیا کہ عام ملک اور شہر حکومتیں اور ریاستیں جو اسلامی سلطنت کے ماتحت ہوں، عام حقوق میں برابر ہیں۔ باہمی امداد اور حفاظت ملکی کے معاملہ میں سب ایک سطح پر ہیں۔ لیکن بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر سیاسی برابری تھی تو غیر مسلموں کو جزیرۃ العرب میں آباد ہونے کی اجازت کیوں نہیں دی گئی؟ جواب یہ ہے کہ اول تو عرب کا تمام ملک قریباً بنجر ہے اور غیر مسلم وہاں آباد ہو کر خوشحالی حاصل نہیں کر سکتے۔ دوم یہ کہ خصوصیت اسلام نے محض مسلمانوں ہی کے ساتھ نہیں رکھی ہے بلکہ غیر مسلموں کو بھی ایسی خصوصی مراعات عطا فرمائی ہیں۔ مثلاً تمام قوموں کی عبادت گاہوں کے بارے میں اس کا فیصلہ یہ ہے کہ ان پر اسی قوم کا قبضہ رہے گا جس نے ان کو قائم کیا ہے اور ان کے مالکوں کی اجازت بغیر ان میں داخلہ جائز نہیں۔ اسلام نے بھی اپنے لیے یہی حق محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور ان کے اطراف کے علاقے مسلمانوں کے لیے عبادت خانوں اور مسجدوں ہی کا حکم رکھتے ہیں۔

ساتواں اصول۔ (عدالتی وحدت):

اسلام نے عدالتی وحدت اور قانونی حقوق میں سب انسانوں کو یکساں آزادی بخشی ہے اور احکام کی پابندی میں سب کو ایک سطح پر رکھا ہے۔ دینی احکام میں غیر مسلموں پر ادنیٰ قسم کا بھی دباؤ جائز نہیں ٹھہرایا کیونکہ عقیدہ و آزادی ضمیر کو سلب کرنا اسلامی اصول کے خلاف ہے۔ اسی اصول کے ماتحت غیر مسلموں کو اجازت دی گئی ہے کہ شادی بیاہ کے معاملات اپنے مذاہب کے علماء سے طے کرائیں اور اگر مسلمانوں سے فیصلہ چاہیں تو مسلمان کو حکم دیا ہے کہ فان جاؤوک فاحکم بینھم او اعرض عنھم وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اللّٰہ یحب المقسطین. پس اگر غیر مسلم تمہارے پاس آئیں تو ان کے جھگڑے کا فیصلہ کرو یا ان سے اعراض کرلو کیونکہ اگر فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ساتھ ہی یہ کہا۔ وان احکم بینھم بما انزل اللّٰہ ولا تتبع اھواء ھم عما جاء ک من الحق. ان کے درمیان خدا کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ کرو، اور حق کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔

آٹھواں اصول۔ (لسانی وحدت):

پچھلی سات وحدتوں کے علاوہ اسلام نے زبان کی وحدت پر بھی زور دیا ہے۔ کیونکہ جب تک انسانوں کی زبان ایک نہ ہوگی وہ نہ تو ایک دوسرے کو سمجھ سکیں گے اور نہ ایک ہو سکیں گے۔ حکمائے یورپ کا خیال بھی یہی ہے کہ اگر تمام انسان کسی ایک ہی زبان سے وابستہ ہو جائیں تو باہمی تعارف کا حلقہ بے حد وسیع ہو جائے گا۔ انسانی علوم وفنون ہوا اور پانی کی طرح دنیا میں عام ہو جائیں گے۔ اور تعاون اور امداد باہمی کے راستے کھل جائیں گے۔ ان ہی مقاصد کو سامنے رکھ کر اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے قرار دیا تھا کہ ہر مسلمان اپنا دین روایات اور اپنی تہذیب وسیاست کے سمجھنے کے لیے قرآن حمید اور احادیث نبوی ﷺ کی طرف رجوع کرے اور عربی سیکھ کر دینی اور دنیاوی سعادتوں سے بہرہ ور ہو۔ اور یہ جو قرآن پاک اپنے متعلق بار بار کہتا ہے کہ کتاب عربی ہے یہ حکم عربی ہے، پھر جا بجا یہ حکم دیتا ہے کہ اس میں غور کرو، اس میں تفقہ پیدا کرو، اس سے نصیحت حاصل کرو اور اس پر عمل کرو تو ان احکام کا اصل منشاء یہی تھا کہ تمام عربی سیکھیں۔ اب رہے غیر مسلم، جب وہ حکومت اسلامیہ کے تابع ہوں گے تو انہیں بھی خوانخواہ حکومت کی زبان اختیار کرنی پڑے گی۔ یہ محض تخیل ہی نہیں بلکہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ابتدا میں جہاں جہاں بھی اسلام کا جھنڈا لہرایا۔ چند ہی سالوں میں وہاں کی زبان قرآنی زبان سے بدل گئی۔

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ اسلام میں عربی زبان کا سیکھنا واجب ہے۔ زمانہ نبوی، عہد صحابہ بلکہ خلفائے عباسیہ و بنو امیہ کے دوران حکومت میں بھی عربی زبان ممالک اسلامیہ کی سرکاری زبان تھی۔ لیکن جب عجمیوں کا غلبہ ہو گیا تو اسی وقت سے مسلمانوں نے عربی کو محض عبادات، اذکار اور خطبات جمعہ وعیدین کے لیے مخصوص کر دیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خلق خدا کو ہر اس کام سے نہایت سختی سے روکتے تھے جس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باہم پھوٹ پڑے یا جس سے مسلمانوں کی وحدت کا شیرازہ منتشر ہو جائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ایسا متحد دیکھنا چاہتے تھے جیسا کہ ایک جسم کے اعضاء ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔ مثل المومنین فی توادھم و تراحمھم و تعاطفھم مثل الجسد. اذا اشتکیٰ منہ عضو تدا اعیٰ لہ سائر الجسد بالسھر و الحمّٰی. مسلمان، محبت، رحم اور الفت کے لحاظ سے ایک جسم کی مثال ہوتے ہیں۔ اگر ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورا جسم بے خوابی اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی جنسی یا لسانی اختلاف حضورؐ کے سامنے آتا تھا، آپؐ بے حد تکلیف محسوس فرماتے تھے۔ واقعات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک بار حضرت ابو ذرؓ نے حضرت بلالؓ حبشی کو حبش زادہ کہہ دیا۔ حضورؐ کو اطلاع ہوئی تو ابو ذرؓ سے خفگی کے لہجہ میں فرمایا۔ اعیرتہ بامہ؟ انک امراء نیک جاھلیۃ. تم نے اس پر ماں کا طعنہ کیا؟ تم میں ابھی جاہلیت کا اثر باقی ہے۔

ایک دفعہ قیس بن مطاطیہ (منافق) ایک مجلس میں پہنچا جس میں سلمان فارسی، صہیب، رومی اور بلال حبشی بیٹھے ہوئے تھے اور کہنے لگا کہ خیر اوس و خزرج کے قبیلوں نے اگر پیغمبر اسلام کی حمایت کی تو تعجب نہیں لیکن یہ حمایت کرنے والے لوگ ان کے کیا لگتے ہیں۔ مطلب یہ کہ حبشیوں، رومیوں اور فارسیوں کو تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قومیت سے تعلق بھی نہیں ہے پھر یہ کیوں ان کی حمایت کرتے ہیں؟ حضرت معاذ بن جبل نے جب یہ بات سنی تو آپ نے قیس کا گریبان پکڑ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ واقعہ سنا تو بے حد غضبناک ہوئے اور لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے ارشاد فرمایا، اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے۔ باپ بھی ایک ہے، دین بھی ایک ہے، عربیت تم میں سے کسی کی نہ ماں ہے نہ باپ، وہ ایک زبان ہے، جو شخص اسے بولتا ہے، عرب ہے۔'' حضرت معاذؓ نے پوچھا، ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اس منافق کے بارے میں کیا حکم ہے؟'' فرمایا۔'' کہ اسے دوزخ کے لیے چھوڑ دو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو فتنہ ارتداد پھیلا تو یہ منافق بھی مرتد ہو کر قتل کیا گیا۔

ایک شبہ کا جواب:

بعض کم سمجھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں ایک زبان کا جاری ہونا خلاف فطرت ہے۔ ہم کہتے ہیں اگر یہ چیز خلاف فطرت ہے تو مختلف قوموں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دین پر جمع ہو جانا اس سے زیادہ خلاف فطرت ہے۔ پھر قرآن پاک نے تمام انسانوں کو ایک ہی دین پر جمع ہونے کی کیوں دعوت دی؟ حالانکہ عقلائے مغرب وحدت زبان کی کوشش تو اب بھی کر رہے ہیں مگر انہوں نے وحدت دین کی طرف کوئی توجہ نہ کی حالانکہ دین کی وحدت ہی اتحاد زبان کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے وحدت کے اس سب سے اہم نکتہ کو دنیا کے سامنے رکھا ہے، اس نے اس وحدت دین کے ماتحت، وحدت زبان اور تمام وحدتیں جمع کر لی ہیں جن سے قومیں بنتی ہیں، بلند ہوتی ہیں اور پھولتی اور پھلتی ہیں۔ اسلام کی اس پکار میں ایسی کشش تھی کہ اس کو سنتے ہی لوگوں نے قبول کرنا شروع کر دیا اور ابھی ایک صدی بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ اس کی دعوت بحر اٹلانٹک سے ہندوستان و چین تک پھیل گئی اور اگر اسلام میں بدعتیں نہ اٹھتیں۔ اگر اسلامی حکومتیں ظالم و استبداد میں مبتلا نہ ہو جاتیں۔ اگر جہالت و فساد کے ساتھ نسلی اور قومی اختلافات نہ پیدا ہوتے تو اسلام ساری دنیا میں پھیلتا اور ساری دنیا کی زبان کو ایک کر دیتا۔

اس مقام پر مجھے ایک معزز جرمنی کی بات یاد آتی ہے جو اس نے استنبول میں بعض شرفاء مکہ سے کہی تھی۔ اس نے کہا کہ اہل یورپ کو چاہیے کہ وہ امیر معاویہ ؓ کا ایک طلائی بت بنا کر برلن میں نصب کر دیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ کس لیے؟ اس نے جواب دیا کہ اگر امیر معاویہؓ اسلام کے جمہوری نظام کو شخصی حکومت میں تبدیل نہ کرتے تو اسلام آج ساری دنیا پر چھا چکا ہوتا اور ہم تمام اہل یورپ عربی مسلمان ہوتے۔''

مجھے اس جرمن کے قومی تعصب پر بے حد تعجب ہے کہ اسے اسلام کی قوت و برتری کا اس قدر اعتراف تھا مگر وہ پھر بھی محض نسل و رنگ کے غرور کی وجہ سے حق کو قبول نہ کر سکا اور اسی ایک شخص پر کیا موقوف ہے، آج سارے یورپ کا یہی حال ہے۔ کروڑوں روپے اور لاکھوں آدمی قومیت اور وطنیت کے دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھائے جا رہے ہیں۔ اپنے اقتدار کے لیے کروڑوں کو غلام بنایا جا رہا ہے۔ زہریلی گیسوں اور بموں کے ذریعہ سے ہزارہا آبادیوں اور بستیوں کو ویران کیا جا رہا ہے۔ اہل یورپ یہ سب نقصان اٹھاتے ہیں مگر نسلی غرور اور تنگ نظری کی وجہ سے دین امن کو قبول نہیں کرتے۔ اگر اسلامی اصولوں کے مطابق۔ انسانوں کی وحدت کی کوشش کی جاتی تو صدہا جنگیں جو قومیت، وطنیت اور رنگ و نسل کے نام پر لڑی جا رہی ہیں، آج ہی ختم ہو جاتیں اور تمام دنیا کے انسان، ایک قوم اور ایک برادری بننے کی عزت حاصل کر لیتے۔

اسلام کے ان آٹھواں اصولوں پر نظر ڈالو۔ ان کی اہمیت و عظمت پر غور کرو اور پھر انصاف سے بتاؤ کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک اُمّی (اَن پڑھ) نے اپنے ذاتی فکر سے ان کو پیش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہو؟ ہرگز نہیں۔ عقل اسے کبھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ یہ نظام اصلاح جو صرف عقلاء و مقننین زمانہ کے نظام اصلاح ہی سے نہیں بلکہ تمام پہلے انبیاء سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ یقیناً وحی الٰہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور شخصی پابندیاں

(عبادات اور ممنوعات کی بابت اسلام کے بے مثال فضیلتیں اور خصوصیتیں)

اسلام کی بے مثال فضیلتوں میں سے صرف دس کا ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ اگر چہ ان میں سے ہر ایک اس قابل ہے کہ اس پر پورا رسالہ تحریر کیا جائے۔ مگر چونکہ بے حد اختصار پیش نظر ہے اس لیے ہر فضیلت پر ہم صرف چند جملے لکھیں گے۔

۱۔ اسلام اور اعتدال:

تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو نہ صرف روحانیت پر زور دیتا ہے اور نہ صرف مادیت پر، بلکہ وہ انسان کو روح اور مادہ دونوں ہی کے حقوق کی طرف بلاتا ہے۔ اور دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کا سبق دیتا ہے۔ قرآن پاک ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جن کی دعا یہ ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً. (اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی بخش اور آخرت میں بھی) چونکہ ایسی جامعیت اور میانہ روی، اسلام کی ایک بنیادی شان ہے اس واسطے قرآن پاک نے امت اسلامیہ کو "اُمَّةً وَّسَطًا" کا خطاب دیا ہے جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایسی قوم جو اعتدال کی راہ پر چلتی ہے اور روح و مادہ یا دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز نہیں کرتی۔ مسلمان نہ یہودیوں کی طرح ہیں جن کے سامنے مادی فائدوں اور جسمانی لذتوں کے سوا اور کچھ بھی موجود نہ تھا اور نہ نصاریٰ اور ہندوؤں کی طرح ہیں جن کے ہاں عبادت کا دارومدار نفس کو ذلیل کرنے اور جسمانی مشقتیں برداشت کرنے پر تھا۔

۲۔ اسلام اور نجات:

اسلام میں نجات کا مدار محض کسی عقیدہ پر یا کسی کے کفارہ ہو جانے پر نہیں رکھا گیا۔ جیسا کہ یہودیوں کا خیال تھا کہ اسرائیلی ہونا نجات کے لیے کافی ہے یا نصاریٰ کا خیال ہے کہ مسیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساری دنیا کے عوض کفارہ بن گئے۔ اسلام نے دنیا وآخرت کی فلاح اور جہنم سے نجات کو حسب ذیل امور پر موقوف ٹھہرایا ہے۔

(۱) صحیح ایمان اور صحیح عرفان خداوندی کی وجہ سے نفس کو پاک کرنا۔ (۲) اخلاق درست کرنا۔ (۳) نیک عمل کرنا۔

۳۔ اسلام اور اتحاد:

اسلام نے اپنے اصول وفروع میں اس کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ انسانوں کے درمیان ہمدردی پیدا ہو۔ اس نے ہر ایسے عمل سے روکا ہے جس سے دوسرے فرقوں کی دلآزاری مقصود ہو یا آپس میں فتنہ وفساد کا دروازہ کھلتا ہو۔ چوتھے لیکچر میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ اسلام نے وحدتوں کے ذریعہ مخلوق کی کیسی شیرازہ بندی کی ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اسلام تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ اس سے زیادہ اتحاد انسانی کی اور کیا سبیل ہو سکتی ہے؟

۴۔ اسلام اور آسانی:

اسلام کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے احکام میں بے حد سہولتیں اور آسانیاں ہیں۔ کسی حکم میں انسان کو مجبور نہیں کیا گیا ہے۔ اور نہ اس پر بہت زیادہ مشقت ڈالی گئی ہے۔ قرآن حکیم نے جگہ جگہ اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا. وَلَوْشَاءَ لَاعْنَتَکُمْ (اللہ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی قوت کے مطابق۔ اگر خدا چاہتا تو تم کو سختی میں ڈال دیتا۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ. (خدا تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، سختی چاہتا ہے) وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ھُوَاجْتَبَاکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (اللہ کے راستے میں خوب خوب جہاد کرو، اس نے تم کو چن لیا ہے اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی سختی نہیں کی ہے)۔ مَایُرِیْدُاللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ حَرَجٍ. (خدا نہیں چاہتا کہ تم پر سختی ڈالے)۔

اسی قانون آسانی کے ماتحت یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب بندہ پر کوئی فرض زیادہ دشوار ہو جاتا ہے یا تو اسے بالکل معاف کر دیا جاتا ہے یا اس کا کوئی عوض قبول کر لیا جاتا ہے۔ نماز ہی کو لیجئے، اس میں قیام فرض ہے۔ مگر جس کے لیے کھڑا ہونا دشوار ہے اس کے لیے بیٹھ کر پڑھنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اجازت ہے۔ اسی طرح روزہ بیمار اور شیخ فانی سے ساقط ہوجاتا ہے۔ یعنی بیمار تندرست ہونے کے بعد قضا کرتا ہے۔ اور شیخ فانی اس کا کفارہ دیتا ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں جن کا کھانا حرام ہے لیکن اگر مجبوری آ پڑے تو ایسے وقت میں اس کا کھانا جائز ہوجاتا ہے۔

۵۔ اسلام اور غلو سے ممانعت:

اسلام نے اپنے احکام کی حدیں مقرر کی ہیں اور ان کو اتنا روشن کردیا ہے کہ ان میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ حد بندی کے بعد اس نے متعدد مقامات پر یہ حکم دیا کہ مقررہ حدود سے ہرگز زیادتی اور تجاوز نہ کرو۔

عقائد و اعمال میں، معاملات میں، کھانے پینے کی چیزوں میں اور زیب و زینت وغیرہ میں اس نے نہایت سختی سے غلو کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس نے زینت کو جائز رکھا مگر اس میں فضول خرچی اور نخوت کو منع فرمایا ہے۔ عبادت کا حکم دیا مگر نفس و بدن کو حد سے زیادہ تکلیف دینے کی ممانعت کردی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ. قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ.

اے اولاد آدم! زینت اختیار کرو ہر عبادت کے موقع پر۔ اور کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو، بے شک اللہ مسرفوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اے پیغمبر! آپ پوچھیں کہ اللہ کی زینت اور کھانے کی ستھری چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے، جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے، کہہ دیجئے یہ چیزیں دنیا میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور خصوصاً قیامت میں انہیں کے لیے خاص ہونگی۔ ہم ہی اپنے احکام کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ. (اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو)۔

اس آیت میں اگرچہ خطاب دیگر اہل کتاب سے ہے مگر یہ مسلمانوں کے لیے بھی بڑا سبق ہے۔ کیونکہ ان کا دین، آسانی اور رحمت کا دین ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر غلو سے منع فرمایا ہے، کہیں عبادت میں غلو سے روکا ہے۔ کہیں رہبانیت اور خصی ہونے سے منع فرمایا ہے۔ کہیں عمدہ اور حلال چیزوں کے اپنے اوپر حرام کرلینے پر خفگی کا اظہار فرمایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اسلام اور سہولت تعلیم۔

جس طرح فطری چیزوں کا سمجھنا، آسان اور سہل ہوتا ہے، ایسا ہی اسلام کی اصولی تعلیم کا سمجھنا بے حد آسان ہے۔ اس کے سمجھنے کے لیے کسی دماغی کدو کاوش کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ایک جاہل گنوار بھی اسلامی تعلیمات کو چند لمحوں میں نہایت اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بدوی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے ایک ہی نشست میں حلال وحرام اور فرائض و واجبات کی تعلیم دے دی۔ وہ بیٹھا بیٹھا سب کچھ سمجھ گیا اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ! میں ایسا ہی کہوں گا۔ آنحضورؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا۔ ''بدو فلاح پا گیا، بشرطیکہ اس نے سچ کہا ہو۔'' اسلام کی یہی آسانی تھی جس کی وجہ سے اس نے کروڑوں دلوں میں گھر کر لیا۔ لیکن افسوس کہ اب فسادی اور جھگڑالو مولویوں نے اس کو اتنا مشکل اور پیچیدہ بنا دیا ہے کہ غیر مسلم تو خیر، ایک خاندانی مسلمان بھی اگر ان مولویوں کے چنگل میں گرفتار ہو جائے تو اپنی ساری عمر خرچ کرنے کے بعد بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ اسلام کیا ہے۔ کیونکہ مفسد مولوی اپنے خالص فرقہ وارانہ مسائل کے علاوہ اور کوئی مسئلہ نہ بتائے گا اور اسی سلسلے میں وہ تمام دوسرے فرقوں کو کافر اور مرتد بھی بنا دے گا۔ انہیں فروعی اور غیر فروعی جھگڑوں کی لعنت کا نتیجہ ہے کہ نوجوانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ اسلام ہی سے بے زار ہوتا جا رہا ہے۔ (خدا مسلمانوں پر رحم کرے)۔ کسی شخص کو یہ خیال نہ ہو کہ نماز کا سیکھنا اور پڑھنا مشکل ہے اور یہ کہ اس میں وقت بھی کافی صرف ہوتا ہے۔ یہ محض ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ اس لیے کہ نماز بھی چند گھنٹوں میں سیکھی جا سکتی ہے اور پانچوں وقت کی نماز میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ سے کچھ ہی زائد ہوگا۔ تو ۲۴ گھنٹوں میں سے ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے لیے کچھ زیادہ ہے؟ اگر نماز کے بے شمار منافع طہارت، پاکیزگی، دل کی نرمی، اطاعت، اتحاد و تعارف وغیرہ وغیرہ پر نظر ڈالو تو وہ شیطانی وسوسہ دل سے قطعی دور ہو جائے گا۔

۷۔ اسلام اور عزیمت و رخصت:

اسلام میں احکام پر عمل دو طرح سے ہوتا ہے ایک قوت و شدت کے ساتھ اور دوسرے نرمی اور آسانی کے ساتھ پہلے کو عزیمت کہا جاتا ہے اور دوسرے کو رخصت۔ ان دونوں میں حضرت ابن عباسؓ رخصت کو ترجیح دیتے ہیں اور حضرت عبداللہؓ بن عمر عزیمت کو۔ اور اصل یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ عمل کے دو درجے انسانوں کے درجات کے موافق مقرر ہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ اپنے اندر سرگرمی و چستی رکھتے ہیں اور بہت سے لوگ ہیں کہ ان میں سرگرمی نہیں ہوتی۔ لہٰذا عمل کے درجات کا اختلاف لازمی ہے۔ قرآن پاک نے اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

ثُمَّ اَورَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَا لْفَضْلُ الْكَبِيْرُ.

پھر کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چنا تھا۔ ان میں بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیانی طبقہ پر ہیں اور بعض خدا کے حکم سے نیکیوں میں ترقی کیئے چلے جاتے ہیں۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔

۸۔ اسلام اور قطعی و غیر قطعی احکام:

چونکہ انسانوں کے عقل، فہم اور ہمت و کوشش کے مختلف درجے ہیں۔ اس لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں آیات و احادیث کے مختلف درجے ہیں۔ بعض ان میں قطعی الدلالت ہیں۔ جن کے معنی صاف و روشن ہیں کہ انہیں ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور ان میں بعض غیر قطعی الدلالت ہیں جن میں ہر ایک کو اپنے اجتہاد کے موجب چلنے کا اختیار ہے۔ ایسے ہی مقامات پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے ہر ایک کے اجتہاد کو درست قرار دیتے تھے۔ چنانچہ جب شراب اور جوئے کے بارے میں سورۃ بقرہ کی آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہ نے اس سے توبہ کرلی اور بعض نے نہیں کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے عمل کو برقرار رکھا یہاں تک کہ سورۃ مائدہ کی آیتیں نازل ہوئیں، جن میں شراب خواری اور قمار بازی کو قطعی حرام فرمادیا گیا۔

اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ عام دینی فرائض اور عام دینی محرمات، صرف نص قطعی سے ثابت ہوتے ہیں جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ احناف کا فرائض کے بارے میں اور جمہور کا محرمات کے بارے میں یہی مذہب ہے۔ لیکن وہ آیات جو ظنی الدلات ہیں یا وہ حدیثیں جن کی روایت یا دلالت ظنی ہے تو یہ ان لوگوں کے نزدیک واجب العمل ہوں گی جن کے نزدیک ان کی مراد یا روایت پایہ ثبوت و تحقیق کو پہنچ جائے سیاسی و عدالتی مسائل میں اولی الامر اپنے اجتہاد کے مطابق ان پر عمل کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ اسلام اور ظاہر و باطن:

اسلام نے یہ اصل مقرر کر دیا ہے کہ انسانی معاملہ کا تعلق ظاہر سے ہے اور باطن کا معاملہ خدا ہی کے سپرد ہے۔ لہٰذا کسی حاکم، کسی رئیس اور کسی بادشاہ کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کے عقیدہ یا دل کے خیال پر محاسبہ کرے اور سزا دے۔ حاکم سزا اسی وقت دے سکتا ہے جب کہ کوئی شخص ایسے عمل کا مرتکب ہو جو خلاف قانون ہو یا جس سے عام لوگوں کے حقوق و مفاد کو نقصان پہنچے۔

۱۰۔ اسلام اور عبادت:

اسلام نے تمام عبادتوں کا دارومدار اس پر رکھا ہے کہ ظاہر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے اور ہر رکن اور ہر شرط میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے۔ اور باطن میں اخلاص اور نیک نیتی کو سامنے رکھا جائے۔ اسلام کے نزدیک عبادت کی قبولیت کے لیے کسی پیشوائی اور افسری کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں کے یہاں ہے کہ بلا پادری کے توبہ کراتے ہوئے، خدا کی بارگاہ میں توبہ کا گذر بھی نہیں ہو سکتا۔

بس دل میں خلوص، توجہ الی اللہ اور نیاز مندی ہو اور ظاہری عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہو۔ یہ دونوں باتیں ہیں تو خدا کے ہاں ہر انسان کے لیے قبولیت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا سیاسی نظام

مذاہب عالم میں صرف اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے آغوش میں دین و دنیا روح و مادہ اور اخلاق و سیاسیات کو ایک ساتھ انتہائی بلندیوں تک پہنچنے کا موقع دیتا ہے۔ وہ دنیا میں نمودار ہوا تو اس کے ایک طرف روحانی پاکیزگیوں اور اخلاقی اچھائیوں کا صاف و شفاف چشمہ چمک رہا تھا اور دوسری طرف سیاست و حکومت اور عدل و انصاف کا عظیم الشان سمندر لہریں مارتا تھا۔ ایک فطری اور عالمگیر مذہب کے لیے اس جامعیت کا ہونا ضروریات سے ہے۔ کیونکہ انسانوں کے بگڑے ہوئے معاملات کی اصلاح صرف اسی وقت ممکن ہے جب کہ مذہب کو سیاسی برتری بھی حاصل ہو اور حق و صداقت کو جاری کرنے اور باقی رکھنے کے لیے قوت انتظام بھی اس کے ہاتھ میں ہو تاکہ انصاف کے ساتھ حکومت کا قیام ہو۔ دین اور سلطنت دونوں ایک دوسرے کو مضبوطی دیں۔ اس لیکچر میں ہم ان اسلامی اصول کو بیان کریں گے جو سیاست و ملکی انتظام سے تعلق رکھتے ہیں۔

حکومت اسلامی کی بنیاد

اسلام کی قرارداد یہ ہے کہ حکومت کی باگ ڈور، عوام کا اپنا حق ہے۔ حکومت کا انتظام، شوریٰ کی شکل میں ہونا چاہیے۔ حکومت کا صدر یا بادشاہ، قوم کا امام و خلیفہ ہے جس کو یہ اختیار ہونا چاہیے کہ وہ قوانین نافذ کرے اور احکام کو جاری کرے۔ لیکن اس بادشاہ کو باقی رکھنے یا تخت سے اتارنے کا آخری حق قوم کے لیے بہرحال محفوظ رہے گا۔

اب اس سلسلے میں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔ اس کا بنیادی حکم یہ ہے کہ حکومت کے معاملات مشورے سے سرانجام پانے چاہیں۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ. یعنی ان کی حکومت باہمی مشورہ سے ہے۔ مشورے کا حکم صرف اس بنا پر نہیں ہے کہ مشورہ کرنے سے عقل اور معلومات میں اضافہ ہو جاتا ہے، بلکہ اس بنا پر ہے کہ جن لوگوں پر حکومت کی جائے۔ ان کا یہ حق ہے کہ وہ ہر حکم کے متعلق خود اپنا نفع و نقصان سوچ لیا کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ عاقل اور عالم کون ہوسکتا ہے، تاہم قرآن نے انہیں بھی یہ حکم دیا کہ حکومت کے معاملے میں لوگوں سے مشورہ لیا کرو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ. اے نبی! ان سے امور حکومت میں مشورہ کرلیا کیجئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام کے نزدیک، قانون حکومت میں عوام سے مشورہ لینا، عوام کا ایک ضروری حق ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس قرآنی ارشاد کے مطابق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عام معاملات میں، وہ سیاسی ہوں یا جنگی، مالی ہوں یا اقتصادی، اپنے صحابہ سے مشورہ فرماتے تھے لیکن یاد رہے کہ یہ مشورہ انہیں امور میں ہوتا تھا جن کے متعلق صاف اور صریح حکم قرآن حکیم میں موجود نہ ہو۔ قرآن نے زندگی کے معاملات کو دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ احکام کا ایک واضح مقررہ اور اصولی حصہ وہ ہے جس کی بادشاہ اور رعیت سب کو اطاعت کرنی چاہیے۔ یہ حصہ دین ہے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جس پر پہلے اصولی حصہ کی روشنی میں مشورہ باہمی سے طے کرکے عمل ہونا چاہیے۔ اس دوسرے حصہ کا اصل سرچشمہ عوام ہیں، مجلس شوریٰ انہیں طے کرتی ہے اور بادشاہ یا امام انہیں دیانتداری کے ساتھ نافذ کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ خدا نے بہت سے معاملات قوم کے اجتہاد و مشورے پر کیوں چھوڑ دیئے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ زمانہ اور حالات کے بدلنے سے قوم کی مصلحتیں بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اگر خداوند تعالیٰ، انسانوں کو تمام امور میں بالکل پابند کردیتا تو ہمارے لیے بعض اوقات بڑی دقتوں کا سامنا ہوتا۔ انتظام ملکی کے بارے میں قرآن کا فیصلہ یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ. فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ. ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا.

اے ایمان والو! پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو رسول کی اور اپنے حکام کی جو تم میں سے ہوں۔ لیکن اگر کسی بات میں تمہاری نزاع ہوجائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ یعنی اپنے اختلافات کا فیصلہ، خدا و رسول کی محکم ہدایات کو سامنے رکھ کر ان کی روشنی میں کرو۔ اگر تم خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور نتیجہ کے لحاظ سے یہی پالیسی سب سے اچھی ہے۔

اولی الامر سے مراد وہ حضرات ہیں جو امت کے انتظامی امور کے ذمہ دار ہوں اور قومی معاملات میں ایسی عمدہ اور ٹھوس رائے رکھتے ہوں کہ قوم ان پر بھروسہ کرتی ہو۔ اور ان کی تجویزوں پر چلتی ہو۔ اولی الامر کے اس معنی کے دلیل خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْھُمْ. یعنی جب ان پر امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو وہ اسے مشہور کردیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اولی الامر کے سامنے پیش کرتے تو وہ لوگ جان جاتے جو معاملات کو سمجھتے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ اولی الامر سے یہاں مراد وہ حضرات ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ اور جن کے سامنے امن و جنگ اور صلح و انتظام کے معاملات پیش کیئے جاتے تھے اور آنحضورؐ ان سے نازک معاملات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ ان خاص حضرات کے علاوہ مشورہ کی ایک دوسری صورت بھی رائج تھی جس کا تعلق جمہور عوام سے ہوتا تھا، یعنی پیغمبر اسلامؐ خاص خاص اصحاب سے بھی مشورہ لیتے تھے اور تمام مسلمانوں سے بھی مشورہ لیتے تھے اور ایسی صورت میں اکثریت رائے پر عمل کرتے تھے۔ تاریخ اسلام میں ان دونوں قسم کے مشوروں کی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً جب احد کی لڑائی کا سوال سامنے آیا تو پیغمبر اسلامؐ نے تمام مسلمانوں سے رائے دریافت فرمائی کہ مدینہ میں رہ کر کفار کا مقابلہ کیا جائے یا آبادی سے نکل کر کھلے میدان میں جنگ کی جائے۔ اگرچہ آنحضورؐ کی اور بعض بڑے بڑے صحابہ کی رائے یہی تھی کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ ہو۔ مگر مسلمانوں کی اکثریت کی رائے یہ تھی کہ کھلے میدان میں جنگ کی جائے۔ آخر کار آنحضورؐ نے اکثریت کی رائے کو اختیار فرمایا اور مدینہ سے نکل کر کھلے میدان میں یہ لڑائی لڑی گئی۔ اب خواص سے مشورہ کرنے کی مثال بھی سن لیجئے۔ جب بدر کی لڑائی میں بہت سے کفار قید ہو کر آئے تو آپؐ نے ان قیدیوں کے متعلق خواص اولی الامر سے مشورہ فرمایا تھا اور حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے پر عمل کیا گیا۔ بہرحال قرآن و حدیث کی بیسوں دلیلوں سے یہ حقیقت ثابت کی جاسکتی ہے کہ اسلام کے نزدیک، ملک اور عدالت کے لیے قوانین بنانے کا اصل حق قوم کو ہے۔ حدیثوں میں قوم کے لیے جماعت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور سینکڑوں مقامات پر جماعت اور جماعتی فیصلہ کے احترام پر زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں بھی جگہ جگہ اس کی طرف اشارات موجود ہیں، چنانچہ پچھلی دونوں آیتیں جنہیں طریقہ حکومت کا ایک بنیادی قانون بتایا گیا ہے۔ ان کا عام مسلمانوں ہی سے تعلق ہے ان کے علاوہ عام احکام میں بھی قرآن پاک نے ہر جگہ مسلمانوں کی عام جماعت ہی کو مخاطب کیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے۔ بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ. یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے یہ اعلان بیزاری ہے، ان مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کیا تھا۔ اس کے بعد کی آیتوں میں بھی جن کا معاہدوں اور صلح اور جنگ سے تعلق ہے، عام مسلمانوں ہی سے خطاب ہے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ ایسا ارشاد کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا. فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ.

اور اگر ایمانداروں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ لیکن اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے کے خلاف چڑھائی کردے تو تم چڑھائی کرنے والے سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف لوٹ آئے۔ جب ایسا ہو جائے تو دونوں گروہوں میں انصاف سے صلح کرادو اور عدل کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اسی طرح قرآن پاک مالیات کے معاملہ میں مثلاً مال غنیمت کی تقسیم میں عام مسلمانوں سے خطاب کرتا ہے۔ پھر عورتوں کے متعلق جو احکام ہیں، ان میں بھی روئے سخن عموماً عام مسلمانوں ہی کی طرف ہے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ قرآن کا اصل خطاب، افراد سے نہیں، بلکہ قوم سے ہے، اور اس کا قوم سے اسی بنا پر خطاب ہے کہ قرآن کے نزدیک حقوق و اختیار کے اصل وارث، چند حکام نہیں بلکہ پوری قوم ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ علمائے اسلام جو علوم اسلام میں گہری نظر رکھتے ہیں، انہوں نے یہ صاف صاف لکھ دیا ہے کہ اسلام میں قوت اور امتیاز کی اصل مالک قوم ہے مگر قوم کی اس قوت کا استعمال ان حضرات کے ذریعہ سے ہوتا ہے جنہیں قوم منتخب کردے اور یہی حضرات خلیفہ یا امام کو منتخب کرتے ہیں اور اگر یہ تقرر کسی دینی یا قومی مصلحت کے خلاف پڑ جائے تو وہ اسے معزول بھی کر سکتے ہیں۔

امام رازی خلافت کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ دینی اور دنیوی حیثیت سے یہ ایک عام سرداری ہے جو چند اشخاص میں سے ایک کو بخشی جاتی ہے۔ یہاں چند اشخاص سے مراد قوم کے وہ بڑے بڑے لوگ ہیں جو معاملات میں دیانت کے ساتھ ساتھ علم و عقل سے بھی بے بہرہ مند ہوں۔ پس اگر کسی وقت امام یا خلیفہ اپنے فسق کی وجہ سے معزول کر دیا جائے تو انہی اشخاص میں سے کسی کو خلیفہ بنالیا جائے۔ حکومت اسلامیہ کا یہ بنیادی اصول ہے، جس نے انسان کی تمام سیاسی گمراہیوں کی اصلاح کی ہے۔ دنیا ہر قسم کی ترقیوں کے باوجود آج تک اس سے بہتر اصول پیش نہیں کر سکی۔ یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ قرآن نے یہ سیاسی نکتہ اس زمانہ میں دنیا کے سامنے رکھا جب تمام دنیا میں شخصی حکومتیں قائم تھیں اور مخلوق خدا اپنے دینی اور دنیوی امور میں بادشاہوں کی بوالہوسی اور ظلم و ستم کا شکار تھی۔ ایسے تاریک زمانے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے سب سے پہلے اس جمہوری حکومت کا جلوہ دنیا کو دکھلایا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی سیاسی معاملہ پیش آتا یا مفادعوام کے متعلق کوئی بات ہوتی تو آپ قوم کے سمجھدار لوگوں سے عموماً اور کبھی کبھی عام پبلک سے مشورہ فرماتے۔ حالانکہ حضور ؐ کو اس کی قطعاً ضرورت نہ تھی لیکن آپ نے یہ عمل اس لیے جاری فرمایا کہ آپ ؐ کے بعد یہ نیک دستور تمام مسلمانوں میں جاری ہوجائے۔ جب حضور ؐ اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو خلفاء راشدین نے اس دستور پر عمل فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ خلیفہ ہونے کے بعد پہلی مرتبہ منبر پر تشریف لائے تو آپ نے سب سے پہلے یہ اعلان فرمایا۔ ''اے لوگو! میں تمہارے معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا ہوں، اگر چہ میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں لہٰذا اگر ٹھیک راستہ پر رہوں تو میرا ساتھ دینا اور اگر صحیح راہ سے ہٹ جاؤں تو تم مجھے ٹھیک کر دینا۔'' آپ ؓ کے بعد حضرت عمر ؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ جب مجھ میں کوئی کمی دیکھے تو سیدھا کر دے۔ یہ سنتے ہی ایک بدوی نے چلا کر کہا، اگر ہم تمہیں غلط راستے پر چلتے ہوئے دیکھیں گے تو تلوار سے ٹھیک کریں گے۔ حضرت عمر ؓ نے یہ سن کر خدا کا شکر کیا اور فرمایا، یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا کر دیئے ہیں جو عمر کو تلوار کے ذریعہ سے ٹھیک کر سکتے ہیں۔ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر ؓ کا عام طرز عمل بھی یہی تھا، جن معاملات میں کوئی صریح آیت یا حدیث نہ ملتی تو آپ ؓ بڑے بڑے صحابہ کو جمع فرماتے اور ان سے مشورہ لے کر اس کے مطابق عمل پیرا ہوتے۔ حضرت عثمان ؓ نے بھی عام بیت کے بعد یہی ارشاد فرمایا تھا۔ ''اے قوم! میں اپنے فیصلہ میں تمہارے فیصلوں کا تابع ہوں۔ خلیفہ چہارم حضرت علی ؓ کا کوئی جملہ جو اس مضمون پر مشتمل ہو مجھے اس وقت یاد نہیں ہے لیکن ایسے متعدد واقعات موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ؓ کا عمل بھی اسی طریقہ پر تھا۔

لیکن اگر ان تفصیلات سے آنکھ بند کر لی جائے تو اس بنیادی اصول کے لیے یہ مختصر جملہ کافی ہے کہ جب خدا نے اپنے رسول ؐ کو مشورہ کا حکم دیا ہے تو دوسرے لوگ بدرجہ اولیٰ اس کے مخاطب ہوں گے اور ان پر بہت زیادہ ضروری ہوگا کہ وہ مشورے سے قوم کا انتظام کریں۔ یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ اسلامی حکومت کا نظام، عربی ملکہ سبا سے گرا ہوا ہو جو مشورہ پر قائم تھی۔ اگر چہ بعض فقہاء نے اپنے اپنے بادشاہوں اور حاکموں کو خوش کرنے کے لیے مشورہ کرنے کو مستحسن یا بہتر قرار دیا ہے مگر وہ علماء جو قرآن، حدیث، سیرت نبوی ؐ اجماع امت پر نظر رکھتے ہیں اور پھر ان کی نیتیں بھی صاف ہیں، ان کا فیصلہ یہی ہے کہ حکومت اسلامیہ کی بنیاد مشورہ پر ہے اور یہ مجلس شوریٰ واجب اور ضروری ہے محض مستحسن نہیں ہے۔

خلفائے راشدین کے بعد مسلمان بادشاہوں نے اس اسلام اصول کو چھوڑ دیا اور حکومت اسلامی بھی میراث کی طرح باپ سے بیٹے کی طرف منتقل ہونے لگی۔ ادھر علماء سوء اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسد امراء نے ان کی ہمت افزائی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ مسلمان اپنے اسلامی حکومت کے قاعدے سے بالکل ناواقف ہوگئے اور ان کے خیال میں بھی یہی بات جم گئی کہ اسلامی حکومت بھی شخصی ہوتی ہے اور حکومت کے قیام و بقاء میں عام مسلمانوں کو کوئی دخل نہیں۔ ادھر مسلمانوں نے یہ افسوسناک پلٹا کھایا، ادھر یورپ نے ان اسلامی اصول کو مسلمانوں سے سیکھا اور اپنے ہاں رائج کیا۔ یہ اہل یورپ کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے مسلمان بادشاہ سے مقابلہ کرنا پڑا جو اپنی حکمرانی میں خلفاء راشدین اور حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے نقش قدم پر چلتا تھا۔ اسی بادشاہ کا ایک واقعہ ہے کہ اس کے ایک خاص مصاحب نے اس سے ایک شخص کی فریاد کی، سلطان نے کہا کہ اس معاملہ میں میرا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور میں خود کچھ بھی نہیں ہوں۔ قانون شریعت ہر خاص و عام پر جاری ہے اس کے لیے قاضی شرع مقرر ہے۔ تم قاضی کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرو جو حق ہوگا فیصلہ میں ظاہر ہو جائے گا۔ سلطان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اسے ذاتی اختیار کچھ بھی نہیں ہے وہ محض قانون کو نافذ کر سکتا ہے اور قاضی اپنی جگہ پر بالکل آزاد ہیں، بادشاہ کے دباؤ میں نہیں ہیں۔ کیونکہ انہیں عدل و مساوات کے قانون کی بنا پر فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔

اہل یورپ نے اسلامی حکومت میں عدل و مساوات کا یہ منظر دیکھا تو مطلق العنانی اور شخصی جبر کی جگہ ان کو جمہوریت و حریت کی روشنی نظر آئی۔ پھر انہوں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا اور حکومت اسلامی کے بلند و انصاف پرور اصول سے آگاہ ہوئے، ان سے واقف ہو کر انہوں نے اپنی حکومتیں بھی اس بنا پر قائم کیں کہ اختیارات کی اصلی طاقت قوم ہی کے ہاتھوں میں رہے۔

مگر اہل یورپ نے دھوئی یہ کیا کہ اس طرز حکومت کی ایجاد کا سہرا انہیں کے سر ہے اس سے بھی بڑھ کر صرف اسلامی حکومتوں پر نہیں بلکہ خود اسلام پر یہ طعن کرنے لگے کہ وہ شخصی حکومت کا حامی اور جمہوریت کا دشمن ہے۔ انہوں نے یہ پروپیگنڈا اتنے زور و شور سے کیا کہ بہت سے مسلمان بھی اس سے مرعوب ہو کر چلا اٹھے کہ اسلامی حکومتوں کی اصلاح و ترقی محض یورپ والوں کی تقلید سے ہو سکتی ہے۔ افسوس کہ یہ بے خبر لوگ اپنی اصلیت کو اتنا بھول گئے کہ آج اپنے سرمایہ کو وہ دوسروں کی ملک قرار دے رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانون سازی کے چار اصول:

اہل سنت کے نزدیک قانون سازی کے بنیادی اصول چار ہیں۔ (۱) قرآن مجید۔ جو چیز، قرآن سے ثابت ہے، وہ اسلامی قانون ہے۔ اس بارے میں علماء اصول کا مشہور قول ہے کہ وہ قرآنی آیات جن کا تعلق دینی، قانونی اور سیاسی احکام سے ہے وہ کل آیات قرآنی کا دسواں حصہ ہیں۔ بعض علماء نے شمار کر کے بتایا ہے کہ عبادات اور معاملات کے متعلق کل پانچ سو آیتیں ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس سے ان حضرات کی مراد، ان آیتوں سے ہے جن میں صراحت کے ساتھ کوئی حکم بیان کیا گیا ہے اور وہ زیادہ تر دین کے متعلق ہیں۔ کیونکہ اکثر دنیاوی معاملات لوگوں کے دستور اور اجتہاد پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ (۲) قانون سازی کی دوسری بنیاد حدیث شریف ہے۔ یہ احکام قرآن کی تشریح ہے، اسے خواہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا ہو یا عمل کر کے دکھلایا ہو۔ علماء نے تحریر فرمایا ہے کہ اصولی احکام کی حدیثیں بھی پانچ سو ہیں اور ۴ ہزار کے قریب وہ احادیث ہیں جو ان احکام کے متعلقات سے ہیں۔ (۳) اجماع امت۔ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ دینیات میں صحابہ کا اجماع حجت (ایک قابل تسلیم قانون) ہے۔ اور شیعوں کے نزدیک اہل بیعت کا اجماع ایک مسلمہ قانون اور قطعی دلیل ہے۔ اس کے بعد مجتہدین کے اجماع میں اختلاف ہے۔ (۴) اجتہاد و قیاس۔ اس سے مراد اماموں، قاضیوں، حاکموں اور سپہ سالاروں کا اجتہاد (رائیں اور فیصلے) ہے جو عدالتی، سیاسی، انتظامی اور جنگی معاملات کے متعلق ہو۔ بعض علماء نے اجتہاد کو قیاس کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور بعض نے قیاس کا بالکل انکار کر دیا ہے۔ خود قیاس کر کے قانون بنانے اور فیصلہ کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کہ پہلے تینوں اصول کسی معاملہ کی بابت خاموش ہوں۔ قیاس و اجتہاد کو تسلیم کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ اوپر کے تینوں اصول میں سے کسی کے مخالف نہ ہوں۔

قانون سازی کے یہ چاروں اصول اور ان کی ترتیب احادیث اور آثار صحابہ سے ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت معاذؓ کا واقعہ مشہور ہے۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو پوچھا، معاذ! معاملات کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا۔ حضورؐ کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پوچھا، اگر کتاب الٰہی میں صریح حکم نہ ہو تو کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ اگر تم سنت میں بھی اس کے متعلق کچھ نہ پاؤ، جواب دیا۔ ایسی صورت میں میں اپنے اجتہاد سے کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوں گا اور کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور پھر فرمایا۔ خدا کا شکر ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس امر کی توفیق بخشی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی)

خلفاء راشدین کے زمانہ میں اسی ترتیب سے عمل ہوتا رہا اور اسی بات کا حکم حضرت قاضی شریح کو اپنے مشہور خط میں دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاف حدیث ہے جسے تمام محدثوں نے نقل کیا ہے۔ اس سے حکام کے لیے اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ حدیث یہ ہے کہ جب کسی حاکم کے سامنے معاملہ پیش ہو اور وہ اپنے اجتہاد سے اس کا فیصلہ کرے تو اگر فیصلہ ٹھیک ہوتا ہے تو اسے دو ثواب ملتے ہیں اور اگر فیصلہ غلط ہوتا ہے تو ایک ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے سرداروں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ مصلحت وقت کے مطابق اپنی رائے سے کام لو۔ چنانچہ حضورؐ نے ان میں سے ایک کو فرمایا کہ جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے تم سے کہیں کہ فیصلہ الٰہی کے مطابق وہ ہتھیار رکھ دینے پر آمادہ ہیں تو تم اس کو نہ مانو بلکہ انہیں مجبور کرو کہ وہ تمہارے فیصلہ کے سامنے ہتھیار رکھ دیں کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ حکم الٰہی کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کرسکو گے یا نہیں؟ یہ حدیث بہت صراحت کے ساتھ یہ بتا رہی ہے کہ سیاسی اور لشکری احکام خلفاء سرداروں اور سپہ سالاروں کے سپرد ہوتے ہیں اور وہ مصلحت وقت کے مطابق احکام نافذ کرتے رہتے ہیں۔

اجتہاد کے قاعدے:

کتاب و سنت کے بعض احکام تو اعمال اور واقعات کے ساتھ خاص ہیں اور بعض میں قانون سازی کے عام اصول بیان کیئے گئے ہیں۔ خاص احکام کی دو قسمیں ہیں کچھ ایسے ہیں جو روایت اور معنی پر دلالت کے لحاظ سے قطعی ہیں اور ان میں اجتہاد کی بالکل گنجائش نہیں ہے، نیز ان کی تعمیل سے گریز کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں، ہاں کوئی مانع شرعی پیش آ جائے یا کوئی ضرورت اور مجبوری کا عذر سامنے ہو تو اور بات ہے مثلاً حدود شرعیہ ہیں کہ اگر شبہ ہو تو انہیں جاری نہیں کیا جاتا۔ اسی سلسلے میں حضرت عمرؓ کا وہ فرمان بھی ہے جو آپ نے قحط کے زمانے میں جاری فرمایا تھا کہ چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ خاص احکام کی دوسری قسم وہ ہے جو قطعی نہیں ہوتے۔ ان میں حکام، سپہ سالاروں اور قاضیوں کے اجتہاد پر عمل کیا جاتا ہے۔

خاص احکام کے علاوہ، عام احکام ہیں جن کی رعایت بے حد ضروری ہے، وہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) ہر حال میں جہاں تک ممکن ہو حق اور انصاف کو تلاش کیا جائے۔ (۲) حقوق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادتوں اور احکام میں مساوات کی رعایت کی جائے۔ (۳) مصالح کی حفاظت ہونی چاہیے۔ (۴) مفاسد کو روکا جائے۔ (۵) حدود کو شبہات کی وجہ سے قائم نہ کیا جائے۔ (۶) ضرورت کی وجہ سے ممنوعات کو مباح نہ سمجھا جائے۔ (۷) وہ حکم جو ضرورت کی بنا پر ہو، اسے ضرورت ہی تک محدود رکھا جائے۔ (۸) معاملات کی بنیاد اس قاعدے پر رکھی جائے کہ نیکیاں حاصل ہوں اور برائیاں دور کی جائیں۔

قرآنی حکومت کا مقصد اقصیٰ:

قرآن کے نزدیک، تمام احکام اور قوانین کی اچھائی، قانون عدل پر موقوف ہے ہر حکم اور ہر قانون جس میں عدل کی رعایت نہ ہو کبھی انسانوں کی فلاح و بہبود کا سبب نہیں بن سکتا۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے مکی اور مدنی سورتوں میں اس پر بہت زور دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ. بے شک خدا تمہیں عدل کا اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

پھر دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ.

بے شک خدا تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کے حوالہ کردو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

پھر ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ. اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا. فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا. وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا.

اے ایمان والو! انصاف کو قائم کرنے والے بنو۔ اور گواہی خدا کے لیے دو، اگرچہ وہ خود تمہارے والدین یا رشتہ داروں کے خلاف پڑے۔ اگر کوئی شخص مالدار یا غریب ہے تو اللہ تعالیٰ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے، لہٰذا خواہشات کی پیروی کر کے انصاف سے نہ ہٹو۔ اور اگر گول مول باتیں کرو گے یا عدل سے ہٹو گے تو خدا تمہارے عمل سے خبردار ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نہایت قوت سے عدل کے قیام کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ قوام صیغہ مبالغہ ہے جس کی وجہ سے آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ نہایت مضبوطی سے عدل کو قائم کرو اور اس میں ذرا بھی سستی اور کوتاہی کو دخل نہ دو۔ اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ تم نہ مدعی کے لیے شہادت دو، نہ مدعا علیہ کے لیے بلکہ دونوں کے مفاد اور مصالح سے بالاتر محض اللہ کے لیے شہادت دو۔ یہاں تک کہ سچی گواہی اگر خود تمہارے یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف بھی پڑے تو بھی اس میں کوتاہی نہ کرو۔ شہادت حق میں اس قدر ثابت قدم رہو کہ کسی امیر کی محبت یا کسی فقیر پر شفقت و مہربانی کا خیال تمہیں اس سے نہ ہٹا دے۔ اگر کوئی شخص اس حکم کی تعمیل نہیں کرتا تو خداوند تعالیٰ نے اسے عذاب کی دھمکی دی ہے یہی مضمون دوسری جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ. وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ. وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ.

اے ایمان والو! خدا کے نام پر کھڑے ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لیے اور کسی کی دشمنی تمہیں انصاف کے خلاف نہ ابھارے عدل کرو کہ عدل کرنا ہی انسان کو تقویٰ سے زیادہ قریب لے جاتا ہے۔ خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اس آیت نے پہلی آیت کے مضمون کو بالکل پورا کر دیا ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں بیان تھا کہ کوئی قرابت یا کسی کی محبت کو شہادت حق سے نہ روکے، اس آیت میں بیان ہوا کہ کسی کی دشمنی میں بھی پڑ کر تم عدل و انصاف سے باز نہ رہو۔ واضح رہے کہ دنیا میں محبت یا عداوت دونوں باتیں ہی عدل و انصاف سے ہٹانے والی ہوتی ہیں۔ خدا نے دونوں کا ذکر کر کے حکم عدل کو مکمل فرمایا ہے۔ اور ظلم کے ہر دروازہ کو بند کر دیا ہے۔ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ عداوت خواہ کسی قسم کی ہو، دینی ہو یا دنیوی، کسی سبب سے بھی عدل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا جا سکتا کیونکہ خداوند تعالیٰ نے یہاں شنآن کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے معنی بغض و عداوت کے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ خواہ دوسروں کو تم سے عداوت ہو یا تمہیں ان سے دشمنی ہو، دونوں حالتوں میں عدل پر جمے رہو۔ بہرحال پہلی آیت میں کسی کی طرف داری کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور اس دوسری آیت میں عداوت و مخالفت کی بنا پر عدل و انصاف سے تجاوز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن نے دونوں قسم کے لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ اللہ کسی طرح بھی ظالموں اور ناحق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسندوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قرآن پاک میں عدل کو میزان (ترازو) کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ. وہ خدا ہی ہے جس نے حق کے ساتھ قرآن اور میزان (انصاف) کو نازل فرمایا۔ دوسری جگہ یوں حکم دیا گیا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ.

ہم نے اپنے رسول کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجے اور کتاب و میزان (انصاف) ان کے ساتھ اتاری تا کہ لوگ انصاف کو قائم کریں اور لوہا اتارا جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں۔

پس سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو قرآنی ہدایتوں کی وجہ سے ظلم اور زیادتی سے باز رہیں۔ ان کے بعد وہ لوگ ہیں جنہیں انصاف و عدل سلطانی جور سے باز رکھے۔ اور سب سے زیادہ بدتر وہ لوگ ہیں، جو صرف تلوار سے رکتے ہیں۔ اس آیت میں ''حدید'' سے مراد حکومت کی سزا اور تعزیز ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ دنیا کی بہتری کا راز انہیں دونوں باتوں میں پوشیدہ ہے، یا تو لوگ کتاب الٰہی پر صدق دل سے ایمان لائیں اور اس وجہ سے ظلموں اور برائیوں سے بچتے رہیں کیونکہ اصل ایمان دار وہی ہے جو خوف خدا اور عذاب آخرت کی وجہ سے ظلم کی جرات نہ کرے۔ اس کے بعد دوسرا درجہ یہ ہے کہ بادشاہ کا خوف ظلم کے ہاتھ کو قطع کردے۔

قاعدہ عدل و انصاف کی تائید ان آیتوں سے بھی ہوتی ہے جن میں ظلم کو حرام ٹھہرایا گیا ہے اور اس کے ارتکاب پر عذاب سخت کا وارد ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں سینکڑوں آیتیں ایسی ہیں جن میں ظلم کا ذکر مذمت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور اس کی دنیاوی و آخروی سزائیں بیان کی گئیں ہیں۔ یہ بھی ذکر ہے کہ ظلم علت اور سبب ہے اور تباہی اور بربادی اس کا معلول و مسبب ہے اور دنیا عاقبت میں جو بھی ہلاکتیں پیش آتی ہیں، وہ خدا کے ظلم کی وجہ سے نہیں بلکہ خود انسانوں کے ظلم کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ خدا کی شان یہ بیان کی گئی ہے۔ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا. اور تیرا پروردگار کسی شخص پر بھی ظلم نہیں کرتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِیُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ. اور خدا کی شان ہی نہیں کہ وہ ظلم سے کسی بستی کو ہلاک کردے، حالانکہ اہل بستی اصلاح یافتہ ہوں۔ یعنی خدا کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ قوموں پر ظلم کر کے انہیں ہلاک کردے جب کہ وہ اپنی اصلاح میں مصروف ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں جب ان میں صرف ظلم اور فتنہ وفساد ہی باقی رہ جاتا ہے تو عذاب آ جاتا ہے۔ وَتِلْكَ الْقُرٰى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِداً ان بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کی تباہی کا ہم نے وقت مقرر کر رکھا تھا، توضیح مطالب کے لیے اسی قدر آیات کافی ہیں، تفصیل کے لیے قرآن پاک کی تلاوت کرو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ بعض مظالم افراد سے متعلق ہوتے ہیں اور بعض اقوام سے متعلق ہوتے ہیں اور یہ کہ انسان خود اپنے اوپر بھی ظلم کرتا ہے اور دوسرے لوگوں پر بھی ظلم کرتا ہے۔ اور یہ ظلم یا تو حکم میں ہوتا ہے یا قول اور عمل میں۔ ظلم مالی بھی ہوتا ہے اور ظلم بدنی بھی ہوتا ہے۔ ان تمام ظلموں کا نتیجہ یہ ہے کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پاتا۔ اس بیان سے حکومت اسلامی کا مقصد آشکارا ہو گیا اور اس کی تعبیر صرف دو لفظوں میں ہو سکتی ہے، عدل کا قیام اور ظلم کا استیصال۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین کے ساتھ دنیاوی حکومت بھی اپنے ہاتھوں میں لی، وہ محض اسی مقصد کے لیے تھی، خلفاء راشدین کا تخت کو قبول کرنا بھی اسی مقصد کے لیے تھا، قرن اول میں مسلمانوں نے جو دوسری حکومتیں اپنے قبضہ میں کیں وہ بھی اسی لیے تھیں کہ غرباء کو ظلم سے نجات دلائیں اور عدل و انصاف کا ڈنکہ بجے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور مالی اصلاحات

ہم پہلے لیکچروں میں بیان کر چکے ہیں کہ اسلام نے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں کیسے پاکیزہ اور بلند اصلاحات پیش کی ہیں۔ دینداری، ایمان، عقائد اور عمل کی اونچی تعلیمات کا ذکر ہو چکا۔ علم و حکمت اور سیاست و حکومت کے اعلیٰ اصولوں پر بھی روشنی ڈالی جا چکی۔ اب ہم اس اہم مسئلہ کو بیان کریں گے جو اس دنیا کے بڑے سے بڑے فتنوں اور فسادوں کا سرچشمہ بنا رہا ہے اور جس کا صحیح حل نہ ہو سکنے کے باعث آج بھی آدھی سے زیادہ دنیا سخت ترین مصیبت میں گرفتار ہے۔ یہ اہم مسئلہ، دولت اور غریبی کا مسئلہ ہے۔ افراد ہوں یا قومیں اور جماعتیں موجودہ زمانے میں ان کی ترقی یا زوال کا بہت بڑا انحصار، ان کے مالی نظام کی درستگی اور بے درستگی پر موقوف ہے۔ آج دنیا کے ہر گوشے میں امیری و غریبی اور سرمایہ و محنت کی جنگ جاری ہے اور ہر روز بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کا سبب بھی دنیا کے نظام مالی کی خرابی ہے۔ مسلمان آج ہر میدان میں شکست پر شکست کھا رہے ہیں۔ اس کی وجہ غربت و فلاکت نہیں بلکہ صحیح وجہ مال کا غلط استعمال ہے۔ اس بحث کے یہ معنی ہیں کہ موجودہ دنیا میں دولت اور سرمایہ داری کا سوال، ایک آخری حل طلب سوال ہے۔ ناظرین اس بحث کو نہایت غور سے پڑھیں۔ چونکہ دولت کا موضوع نہایت اہم موضوع تھا، اس واسطے قرآن پاک نے بھی اس کی ہر حیثیت پر نہایت تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ہم ان تمام تفصیلات کو سمیٹ کر سات عنوانوں میں بیان کریں گے۔

۱۔ دولت کے متعلق قرآنی نظریہ:

دولت اچھی ہے یا بری ہے؟ نفس مال و دولت کے بارے میں قرآن نے جو بنیادی خیال اور نظریہ پیش کیا ہے، وہ یہ ہے، دولت امتحان ہے۔ یعنی دولت، انسانی زندگی کے امتحان و آزمائش کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس سے انسان اپنی زندگی بنا بھی سکتا ہے اور تباہ بھی کر سکتا ہے، اس سے خیر بھی حاصل کر سکتا ہے اور شر بھی۔ اس کا کمانا اور خرچ کرنا دونوں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی بڑی لڑائیوں اور باہمی رشک وحسد کا سبب ہیں۔ اس سے عام طور پر دنیاوی بڑائی حاصل ہوسکتی ہے اور زندگی کے تمام مفاد اور مصالح کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک اکثر قوموں اور سلطنتوں میں، قبیلوں اور اشخاص میں، اس کی وجہ سے جنگ ہوتی رہی۔ پھر اس کی وجہ سے دنیا کی بڑی بڑی مشکلات بھی حل ہوتی رہی ہیں اور ہورہی ہیں۔ سرمایہ اور دولت کی اسی حیثیت کو مدنظر رکھ کر علم الاجتماع کے بعض محققین نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ دنیا کے تمام سیاسی، ملکی، اجتماعی اور مذہبی انقلابات صرف دولت ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارے زمانہ کے بہت سے علماء نے بھی دنیا کے مالی نظام کی اصلاح کے لیے بہت بڑی اور ضخیم کتابیں تحریر کی ہیں مگر ان کتابوں میں کہیں اصلاح کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ اس بارے میں قرآنی اصلاحات پر نظر ڈالی جائے۔ قرآن نے دولت کے متعلق بنیادی بات یہ کہی ہے کہ وہ فتنہ (امتحان) ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ لَتُبْلَوُنَّ فِیْ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ. یعنی تمہارے مال اور جان میں تمہارا امتحان کیا جائے گا۔ انبیاء کرام مال و دولت کو بالکل اسی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے تخت بلقیس اپنے سامنے دیکھا تو فرمایا۔ هٰذا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ. یہ میرے پروردگار کا فضل ہے اور یہ اس لیے ہے تاکہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکر گذار بنتا ہوں؟ پھر دوسری جگہ زیادہ صراحت کے ساتھ ارشاد ہوا ہے۔ وَمَا اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا. یہ تمہاری دولت اور یہ تمہاری اولاد تم کو ہماری بارگاہ میں مقرب نہیں بناتی، مقرب بننے کی اصل راہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے تو انہیں نیک کاموں کا دگنا بدلہ عطا کیا جائے گا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۟ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ. جو روپیہ تم نے سود پر دیا ہے تاکہ تم لوگوں کے مال و دولت کو زیادہ جمع کرلو، تو یاد رکھو کہ اس طرح اللہ کے نزدیک روپیہ زیادہ نہیں ہوتا۔ ہاں اگر تم سچے دل سے خدا کی خوشنودی کے لیے زکوٰۃ ادا کرو، تو ہی لوگ دگنا پانے والے ہوں گے۔ اسی سلسلے میں یہ بھی فرمایا۔ زُیِّنَ. لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ. لوگوں کے لیے خواہشات مختلفہ عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے ڈھیروں، گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتی باڑی کی محبت کا جال سجا دیا گیا ہے۔ لیکن یہ سب دنیا کی دولتیں ہیں اور خدا کے ہاں کا ٹھکانہ، بہت بہتر ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ" عَظِيْمٌ. اے لوگو! جان لو کہ یہ تمہارے مال و اولاد آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

اسی مضمون کو سورۃ تغابن میں بھی ارشاد فرمایا ہے۔ اور اس کے بالکل ساتھ ہی خرچ کرنے کی ترغیب ہے اور بخل کی مذمت ہے۔ اس طرح کہ بھلائی کو کنجوسی سے بچنے پر موقوف ٹھہرایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَاباً وَّخَيْرٌ" اَمَلاً. یہ مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں، تیرے پروردگار کے پاس ثواب کے لحاظ سے بہتر ہیں اور بہترین توقعات کا ذریعہ ہیں۔ یہاں مال اور اولاد کو زینت قرار دیا گیا ہے۔ مگر سورۃ کہف میں خود زینت کی یوں تعریف کی گئی ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَاعَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً. ہم نے زمین پر جو چیزیں بنائیں وہ اس کے لیے زینت ہیں تاکہ ہم آزمائیں کہ انسانوں میں کون اچھے عمل کرتا ہے؟ یہاں عمل سے مراد وہ عمل ہے جس میں انسانوں کو زیادہ فائدہ پہنچے اور خدا کی شکر گزاری کامل ہو۔ اسی سورۃ کہف میں خدا نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، ان پر غور کرنا چاہیے۔ پہلی مثل میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص بہت بڑا متمول تھا، اس کے پاس نہایت عمدہ باغ تھا، یہ شخص شکر گزاری تو کیا کرتا، ہمیشہ ادھر ادھر اکڑا پھرا کرتا اور اپنے باغ پر جا بجا فخر و ناز کا اظہار کرتا تھا۔ اس کے ایک دوست نے اسے ایک دن بہت سمجھایا کہ دیکھ خدا کی نافرمانی مت کر، ایسا نہ ہو کہ ایک دن سارا باغ بالکل تباہ و برباد ہوئے۔ لیکن سرمایہ دار پر اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ تاہم کچھ عرصہ کے بعد خدا کا غضب آیا اور وہ تمام باغ آن کی آن میں تباہ و برباد ہو گیا۔ دوسری مثال میں دولت و دنیا کو زمین کی گھاس اور نباتات سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جب برسات ہو جائے تو ان میں شادابی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد یہ سب چیزیں خشک ہو جاتی ہیں اور انہیں ہوا ادھر ادھر اڑائے لیے پھرتی ہے، دولت اور سرمایہ داری کا آخری انجام بھی یہی ہے ان دونوں مثالوں سے جو چیز ذہن نشین کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مال و دولت، انسان کو صرف امتحان و آزمائش کی خاطر دیا جاتا ہے۔ یہ چیز صرف ایک موسمی ہوا کی طرح ہوتی ہے۔ ایک وقت یہ مال چھن جاتا ہے، مال باقی نہیں رہتا۔ ہاں، اس شخص کا عمل ضرور باقی رہ جاتا ہے۔ اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ جب مال آئے تو انسان کو چاہیے کہ اس کے جمع کرنے کے درپے نہ ہو بلکہ اس کے ذریعہ سے جلد از جلد نیکی کمانی چاہیے۔ اسی بنا پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. اپنی دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اس آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جو اشخاص اور اقوام مال و دولت کی قربانی نہیں کرتیں وہ یقینی طور پر ہلاک ہو جاتی ہیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ اگر تم مال و دولت کی قربانی کرو گے تو تمہارا نام خدا کے محبوں میں لکھ دیا جائے گا۔ یہی مضمون سورۃ لیل میں اس طرح بیان ہوا ہے۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی. وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗ اِذَا تَرَدّٰی. مختصر بات یہ ہے کہ جو شخص مال و دولت کے فرائض ادا کرے، خدا سے ڈرے اور نیک ہدایت کو تسلیم کر لے تو ہم اس کو آسانیوں میں داخل کر دیں گے یعنی اس کے لیے زندگی کا سفر اور منزل مقصود آسان ہو جائے گا لیکن اگر کسی شخص نے ادائے فرائض میں کنجوسی کی مال کے صحیح استعمال سے بے پرواہی اور صحیح تعلیمات کو جھٹلاتا رہا تو ہم اس کو سختی میں آسانی سے پہنچا دیں گے۔ اور جب وہ اس طرح زوال کے گڑھے میں گر جائے گا تو یہاں اس کا نہ مال کام آئے گا اور نہ دولت۔ ان آیات سے پہلی آیات یہ ہے۔ اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی. بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں، اس کے بعد اوپر کی آیات بیان ہوئی ہیں اور اس طرح ان کا صاف مطلب ایسا ہوگا۔ اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی. کمانے اور خرچ کرنے کے لحاظ سے انسانی کوششوں کے نتائج و ثمرات مختلف ہیں فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی بس جو شخص اپنے تمام حقوق واجبہ خواہ وہ شخصی ہوں یا قومی، خانگی ہوں یا شہری ادا کرتا ہے وَاتَّقٰی اور ان نقصانات سے بچتا ہے جو حقوق نہ ادا کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی اور نیک اصولوں کی پیروی کرتا ہے۔ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لیے اچھائی اور راحت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ یہ شخص اپنے مال سے خود بھی نفع اٹھاتا ہے۔ لوگ بھی اس سے خوش رہتے ہیں، خدا بھی راضی رہتا ہے۔ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ اور جو شخص اپنے حقوق واجبہ کے پورا کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے۔ وَاسْتَغْنٰی اور اپنے مال کے گھمنڈ میں ادائے فرائض، خدمت خلق اور خوشنودی خدا سے بے پروائی برتتا ہے وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی اور زبان سے یا عمل سے وعدہ الٰہی کی تکذیب کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس پر مشکلات و تکلیفات کی راہیں کھول دیتا ہے، وہ خود بھی گرفتار بلا رہتا ہے۔ دوسرے لوگ بھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور خدا بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ اس طرح دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اس کے لیے ناکامی اور عذاب کے جال بچھ جاتے ہیں۔

۲۔ دولت کی بنیادی کمزوری (دولت کا غرور حق کی پرواہ نہیں کرتا)

قرآن حکیم نے دولت کی بنیادی کمزوری یہ بیان کی کہ دولت کا گھمنڈ حق کی پروا نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا۔ سورۃ علق میں ہے۔ كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّآهُ اسْتَغْنٰى. (یقیناً آدمی سرکشی کرنے لگتا ہے جب آپ کو مال دار دیکھتا ہے) یعنی تمول کی حالت میں دولت کا غرور اسے یہ سمجھاتا ہے کہ تمہارے لئے دولت کافی ہے، تم دوسرے لوگوں سے بے نیاز ہو۔ پس اگر تمہاری عیش پرستی سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے تو تمہیں اس کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے۔ اس خیال کے بعد دولت مند، حق و انصاف سے بے پرواہ ہو کر ظلم و فساد پر کمر بستہ ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ آیات اور اس کے بعد کی آیتیں ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی تھیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور یہ آیت اس مضمون کے سلسلہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد دوسری سورۃ میں ابولہب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ. سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ. یعنی ابولہب کے ہاتھ ٹوٹے اور وہ ہلاک ہوا۔ اس کے کام نہ اس کا مال آیا نہ کمائی (جس کا اس کو بڑا گھمنڈ تھا) وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی بھی جو چغلخور ہے۔ اس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی ہوگی یہی مضمون سورۃ حمزہ میں ہے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ. اَلَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ. یعنی ہلاکی ہے ہر غیبت کرنے والے اور طعنہ مارنے والے کے لیے جس نے مال جمع کیا اور پھر اسے گنتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ باقی رہے گا۔ یہ سورۃ لمیہ بن خلف کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ اسی مضمون کو اور آیات میں بھی ملاحظہ کیجئے۔ ذَرْنِىْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا. وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ. كَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا. خدا کہتا ہے، مجھے اور اس شخص کو تنہا چھوڑ دو جسے میں نے پیدا کیا ہے۔ اور بہت سامان دیا ہے اور حاضر رہنے والے لڑکے دیئے ہیں اور اس کے لیے ہر قسم کا سامان ہموار کر دیا ہے۔ اس کے باوجود بھی اسے زیادہ کی لالچ ہے۔ اب میں اسے ہرگز کچھ نہ دوں گا۔ وہ ہماری آیات کا بہت سخت دشمن ہے۔ عنقریب اس پر بہت بڑی چڑھائی کی جائے گی۔ یہ آیتیں ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔

اس کے متعلق سورۃ نون میں ارشاد ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ. مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ. اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مت پیروی کر ہر قسم کھانے والے کی، جو ذلیل ہے، غیبت کرنے والا چغلخور ہے، بھلائی کو روکنے والا ہے، زیادتی کرنے والا گنہگار ہے، سرکش اور بدنام بھی ہے، یہ سب سرکشی اس لیے ہے کہ وہ مال دار اور اولاد والا ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

اوپر کی آیات میں جتنے لوگوں کا بیان ہوا ہے، یعنی ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ کا، یہ سب قریش میں اونچی ناک والے تھے، مال و دولت کے نشہ میں چور تھے۔ اس لیے انہوں نے آنحضورؐ سے دشمنی کی، دولت کے غرور میں حق کو ٹھکرادیا۔ پھر ان میں ہر ایک کا جو عبرتناک حشر ہوا، وہ دنیا کو معلوم ہے انہیں کے متعلق خدا نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً یُغْلَبُوْنَ. بے شک کفار اپنا مال اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ خدا کے راستے سے لوگوں کو روکیں۔ ابھی یہ اور خرچ کریں گے پھر ان کا یہ مال انہیں کے لیے باعث حسرت ہوگا (جبکہ) یہ مغلوب ہوجائیں گے۔ اسی طرح عام عیاش سرمایہ داروں، عیش پسندوں کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ. وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے پاس سب سے زیادہ مال واولاد ہے۔ لہٰذا ہمیں ہرگز عذاب میں مبتلا نہ کیا جائے گا۔ یہی مضمون عام انسانوں کی فطرت کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ (نفس انسانی بخل سے وابستہ ہے)۔ سورۃ معارج میں ارشاد ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ ھَلُوْعًا اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّہُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا.

(بے شک انسان بزدل پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بے قرار ہوجاتا ہے اور جب اسے مال ملتا ہے تو نیک کاموں سے رکتا ہے)۔ اس آیت میں خیرات سے مراد مال ہے۔ آپ اس آیت کی صداقت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کررہے ہوں گے، ان کے ایمان پر نگاہ ڈالئے، آپ کے سامنے اس آیت کی عملی تفسیر آجائے گی۔

یہاں یہ ایک غلط فہمی کا دور کردینا ضروری ہے۔ اوپر کی آیت سے بعض لوگوں کو بڑی غلط فہمی ہوگئی ہے، وہ سمجھنے لگے ہیں کہ مال و دولت کا حاصل کرنا ہی سرے سے ممنوع ہے۔ چنانچہ آپ نے اکثر واعظین کو دیکھا ہوگا کہ یہی آیات پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دنیا سے اور مال و دولت سے نفرت دلاتے ہیں، حالانکہ اسلام حصول مال سے منع نہیں کرتا۔ وہ صرف اس بات کی ہدایت کرتا ہے کہ مال جمع کرنے میں کسی ناجائز ذریعہ کو کام میں نہ لایا جائے۔ اس سلسلے میں اس نے سود، رشوت اور غصب وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ کنجوسی، حرام کمائی اور ریاکارانہ خرچ کی مذمت:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اپنی دولت بخشی ہے اور وہ اس میں بخل سے کام لیتے ہیں، وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ یہ بخل ان کے حق میں اچھا ہے، نہیں بلکہ بہت برا ہے، قیامت کے دن یہی مال جس میں وہ کنجوسی کرتے ہیں ان کے لیے بیڑیاں بن جائے گا۔

قرآن کے پارہ دوم میں پہلے یہ بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں پاک کمائی صرف کرنی چاہیے اس میں نہ تو ریاکاری کی جائے اور نہ دے کر احسان جتلایا جائے۔ اس کے بعد یہ ارشاد ہے۔ اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا. (شیطان تمہیں غریبی سے ڈراتا ہے اور بدکاری کا حکم دیتا ہے اور خدا تم سے اپنی بخشش و فضلوں کا وعدہ فرماتا ہے) یہاں فحشاء سے مراد بخل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان انسان کو غریب ہو جانے کا ڈر دلا کر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے اور بخل کا حکم دیتا ہے حالانکہ اس کا نقصان حد سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی طرح والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دے کر خدا نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا. اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ. خدا اکڑنے والوں اور فخر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ یعنی ان لوگوں کو جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں، انہی لوگوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ انہوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر انہیں مال و دولت ملے گی تو وہ خدا کی راہ میں خوب خرچ کریں گے۔ لیکن دولت مند ہو جانے کے بعد انہیں اپنا یہ وعدہ ذرا بھی یاد نہیں ہے۔

فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ. فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ.

جب خدا نے انہیں اپنے فضل سے دولت مند کیا تو انہوں نے بخل کیا اور اپنے عہد سے بالکل پھر گئے۔ تب خداوند تعالیٰ نے سزا کے طور سے قیامت تک ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا کیونکہ انہوں نے وعدہ خلافی کی اور جھوٹ بولا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری آیت یہ ہے۔

هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم.

اے لوگو! تمہیں اس لیے بلایا جارہا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرو لیکن تم میں بعض لوگ بخل کرتے ہیں جو شخص بخل کرے گا، اپنے ہی حق میں بخل کرے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ تو غنی ہے اور تمہیں لوگ محتاظ ہو اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تمہاری جگہ دوسروں کو پیدا کردے گا اور وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔

یعنی اگر خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے اعراض کرو گے تو خدا تمہاری دولت مٹادے گا اور تمہیں ہلاک کردے گا اور تمہاری جگہ ایسی قوم حاکم ہوگی جو رفاہ عام میں، ملک کی حفاظت میں، عدل وانصاف کے قیام میں اپنی دولت صرف کرے گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ.

اے ایمان والو! بے شک، بہت سے علماء اور درویش، لوگوں کا مال ناجائز طریقہ پر کھاتے ہیں اور خدا کی راہ سے روکتے ہیں۔ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے تو اے پیغمبر! انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیجئے۔ جس دن یہ سونا چاندی دوزخ میں گرم کئے جائیں گے اوران کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھ داغے جائیں گے اور کہا جائے گا یہ ہے وہ دولت جو تم نے اپنے لیے جمع کی تھی اب اپنے خزانہ کا مزا چکھو۔

ناجائز کمائی کے متعلق ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ. اے ایمان والو! اپنا مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ مزید فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. تم آپس میں ناجائز طریقہ پر مال نہ کھاؤ۔ اور مقدمہ بنا کر (یا رشوت اور ڈالیاں لے کر) حکام کے پاس نہ لے جاؤ تا کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طریقہ سے کھاؤ، حالانکہ تمہیں یہ معلوم ہو۔

یہودیوں کی بابت ارشاد ہوا۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا.

یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاک چیزیں حرام کر دیں۔ جو ان کے لیے جائز تھیں اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ لوگوں کو خدا کے راستے سے بہت روکتے تھے۔ اور باوجود مخالفت کے سود لیتے تھے اور لوگوں کا مال حرام طریقہ سے کھاتے تھے۔ ان میں سے کافروں کے لیے ہم نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

انہیں یہودیوں کے متعلق خدا نے اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی چھوٹی چھوٹی اور ذلیل رقموں کے مارنے اور کھانے والے ہیں جن کا کھانا بڑی وناءت اور کمینگی ہے اور اکل بالباطل کا یہ مطلب ہے کہ انسان لوگوں سے مال اسی طرح حاصل کرے جس میں خیانت، مکاری اور فریب کو دخل ہو، یا رشوت، سود، ظلم وغیرہ کے ذریعہ وصول ہوا ہو۔

۴۔ دولت کے روشن پہلو پر ایک نظر:

سورۃ نوح میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا. يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا.

پس میں نے کہا، خدا سے بخشش طلب کرو، وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر بہت بارش نازل کرے گا اور مال و اولاد میں ترقی دے گا۔ وہ تمہیں باغ عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ ہود میں حضرت ہود علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ.

اے میری قوم! خدا سے مغفرت طلب کر اور اس کی طرف رجوع کرو۔ وہ تم پر خوب پانی برسائے گا تمہاری قوت میں زیادتی کرے گا اور گنہگار بن کر اس سے منہ نہ موڑو۔

اسی طرح سورۃ طٰہٰ میں حضرت آدم وحوا اور ان کی اولاد پر اپنی نعمتوں کا ذکر کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ". فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى. فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ. وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا.

خدا نے فرمایا تم سب جنت سے چلے جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے لیکن جب میری طرف سے ہدایت آئے گی تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا۔ نہ تکلیف میں پڑے گا اور جو شخص میرے ذکر سے منہ پھیرے گا اس کی گزران تنگ ہوگی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ابتدا ہی سے ہدایت خداوندی کی پیروی کا یہ نتیجہ مقرر ہو چکا ہے کہ انسان دنیاوی تکلیفوں سے محفوظ رہے گا۔ اور اس کی زندگی خوشگوار طریقہ سے گزرے گی اور اس کے خلاف ہدایت سے منہ پھیرنے کا یہ نتیجہ مقرر کر دیا گیا تھا کہ بدبختی حاصل ہوگی اور زندگی نہایت تنگی سے گزرے گی اور اسی مضمون کو خدا تعالیٰ نے سورۃ جن میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا. اور بے شک، جب ہم نے ہدایت کو سنا تو اس پر ایمان لائے۔ پس جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لاتا ہے تو اسے نہ کمی کا خوف ہوتا ہے نہ زیادتی کا۔ یعنی ایسے آدمی کا کوئی حق ضائع نہیں ہوتا، اس لیے کہ خود اس کا ایمان اس کی حفاظت کرتا ہے اور اسے ہر خسارہ سے بچاتا ہے اور یہ حکم دنیا و آخرت دونوں کو شامل ہے۔

پھر خصوصیت سے دنیا کے متعلق فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا.

•اور اگر لوگ صحیح تعلیم پر ثابت قدم رہے تو ہم انہیں بہت زیادہ شاداب کرتے تاکہ اس فارغ البالی میں ان کا امتحان لیں جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیرتا ہے تو خدا اسے سخت عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔

یعنی یہ لوگ اگر اس صراط مستقیم پر جم جاتے جسے اسلام نے پیش کیا تو ہم ان کے رزق میں بہت زیادہ ترقی کرتے اور اس طرح ہم ان کا امتحان لیتے کہ رزق میں فراخی کے بعد بھی یہ لوگ احکام الٰہی کی اطاعت کرتے ہیں یا نافرمانیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں؟ اور یہ ایک قرآنی قانون ہے کہ جو شخص خدا کی تعلیم سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے زندگی سے مشکلات اور مصیبت کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم نے اس مضمون کو بعض دوسری آیات میں بھی ظاہر کیا ہے۔ اگرچہ ہمارے مفسرین نے اس طرف کچھ بھی توجہ نہیں کی ہے۔ اس سلسلے کی ایک آیت یہ ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ. (یعنی اگر تمہیں محتاجی کا خوف ہے تو خدا چاہے گا تو اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا)۔ اس آیت میں پہلے حکم ہوا کہ مشرکین کو مسجد حرام میں نہ آنے دو مسلمانوں کو خیال ہو سکتا تھا کہ ان کے نہ آنے سے تجارت کو صدمہ پہنچے گا اور عام طور پر سے غربت چھا جائے گی۔ یہاں خدا نے اس وہم کا ازالہ فرما دیا کہ مشرکین کے نہ آنے سے تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا، بلکہ اسلامی فتوحات کا دروازہ کھلے گا اور تم مالدار ہو جاؤ گے۔ اسی طرح ان لوگوں سے فرمایا جو بدر میں قید ہو کر آئے تھے اور آزادی کے لیے انہیں فدیہ دینا پڑا تھا۔ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ. (اگر خدا تمہارے دلوں میں نیکیاں پائے گا تو وہ تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا جو کچھ تم سے لیا گیا ہے)۔ چنانچہ واقعہ میں یہی ہوا، مفلس اور فاقہ مست عربوں کو اسلام کی برکت سے اتنی تونگری نصیب ہوئی کہ وہ دنیا کی تمام قوموں سے بڑھ گئے۔

مال کے خداوندی ہونے کا دوسری آیات سے بھی ثبوت ملتا ہے مثلاً سورۃ والضحیٰ میں ہے، ووجدک عائلا فاغنی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں گناتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، خدا نے آپ کو محتاج پایا، پس غنی کر دیا۔ سورۃ لایلاف میں اس احسان کا ذکر ہے کہ خدا نے اہل عرب کو توفیق بخشی کہ وہ جاڑے اور گرمیوں میں تجارت کے لیے دور دراز کا سفر کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک میں متعدد جگہ مال کو خیر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔مثلاً، اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْد". (بے شک انسان مال کی محبت میں بہت ہی سخت ہے) یا اِنْ تَرَکَ خَیْرَ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ اوَ الْاَقْرَبِیْنَ. (اگر کسی مرنے والے نے خیر یعنی مال چھوڑا ہو تو والدین یا رشتہ داروں کے لیے وصیت ضروری ہے)۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ شکر گزار، پرہیز گار اور ایمان دار آدمی، خدا کی نعمتوں کا ایک بدکار، ظالم اور ناشکر گذار شخص سے زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ اس لیے کہ نیک بخت شخص خدا کی نعمت پا کر اسے ضرور حکم خدا کے مطابق صرف کرے گا، اور اس کا لازمی نتیجہ، ازدیادِ نعمت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَ اِذْتَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْد".

اور جب خدا نے خبر دے دی کہ اگر شکر کرو گے تو میں ضرور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اسی طرح دوسری آیت میں بتلایا گیا ہے کہ ناشکری سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِعْمَۃً اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا اَنْفُسِھِمْ (یہ اس لیے کہ خدا اپنی دی ہوئی نعمت کو کسی قوم سے نہیں چھینتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے)۔ یہاں یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ شکر سے مراد زبانی شکر اور الحمدللہ کہہ لینا نہیں ہے بلکہ شکر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نعمت کو جس غرض سے پیدا کیا ہے، وہ اسی طور پر خرچ کی جائے۔ اس معنی کا لحاظ کر کے مال کا شکر یہ ہوگا کہ مال سے بے کسوں اور کمزوروں کی مدد کی جائے۔ حق و انصاف کو قائم کیا جائے اور اسے انسان کی عام فلاح و بہبودی میں صرف کیا جائے۔

مال کی زیادتی اور کمی کے متعلق قرآن نے جو قانون بنایا ہے، اس میں ایمان دار اور کافر کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ اسی طرح آمدنی اور کمائی کے ذرائع مثلاً زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کی راہیں بھی مومن و کافر کے لیے یکساں کھلی ہوئی ہیں اس میں نہ مومن کا لحاظ ہے، نہ کافر کی بے لحاظی ہے۔ جو شخص صحیح طور پر کام کرے گا دولت حاصل کر لے گا۔

چنانچہ ارشاد ہے۔ کُلًّا نُّمِدُّ ھٰٓؤُلَآءِ وَھٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا. ہم تیرے پروردگار کی بخشش بانٹتے رہتے ہیں، انہیں بھی اور انہیں بھی۔ اور خدا تعالیٰ کی بخشش میں کسی طرح کی کوئی بندش نہیں ہے۔ یعنی خدا کی بخشش سب کے لیے برابر ہے، ان لوگوں کے لیے بھی عام ہے جو اس کے ذریعہ محض دنیاوی آرام کے طالب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اور ان کے لیے بھی عام ہے جو اس سے اپنی آخرت درست کرنی چاہتے ہیں۔ ہاں، اگر اس عام بخشش الٰہی میں کہیں کمی اور کہیں زیادتی ہوتی ہے تو وہ صرف مال کے صحیح یا غلط استعمال کا نتیجہ ہے۔ جو لوگ اپنے مال کو بدکاری، فساد، ظلم اور گھمنڈ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، ان کا مال یا تو تباہ ہو جاتا ہے اور یا نقصان میں مبتلا ہو کر بے برکت رہ جاتا ہے۔ آپ نے بہت سے بدکار اور فضول خرچ رئیسوں کو دیکھا ہوگا کہ تھوڑے ہی دنوں کی عیاشی کے بعد وہ یا تو بالکل مٹ جاتے ہیں یا ایسی مہلک بیماریوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ وہ ہر وقت مرنے کی آرزو کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بہت سی عیش پسند اور ظالم قوموں کی تاریخ بھی آپ کے سامنے ہوگی کہ وہ بہت ہی کم عرصہ میں کمزور ہو کر دوسری قوموں کی غلام بن گئیں۔ لیکن اس کے برخلاف جو لوگ اپنے مال کو باقاعدہ صحیح مصرف میں اور نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں، ان کا مال ترقی کرتا جاتا ہے، ان کا نام روشن ہوتا ہے، ان کا ضمیر مطمئن اور دل مسرور رہتا ہے۔ اس مضمون کو ہم نے کئی جگہ بیان کیا ہے اور آیت کی تفسیر میں بھی ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ یہ نعمتیں دنیا میں ایمانداروں کے لیے ہیں اور قیامت میں خالص ان ہی کے لیے ہوں گی)۔ یعنی دنیا میں تو یہ نعمتیں انہیں اس لیے ملتی ہیں کہ وہ ان کے مستحق ہیں۔ اور ذرائع اور وسائل کے لحاظ سے یہ نعمتیں کافروں کو بھی ملتی ہیں۔ لیکن آخرت میں خدا کی تمام نعمتیں مومنین ہی کے لیے مخصوص ہوں گی، کفار کا ان میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اہل ایمان، شکر گزاری اور حق پرستی کا راستہ اختیار کر کے اپنی اخروی فلاح اور دائمی سعادت کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اگر دنیاوی زندگی میں مومن اور کافر ایک قانون کے تابع نہ ہوتے تو پھر دنیا کی ساری دولت بس کفار ہی کو مل جاتی اور ایمانداروں کو اس سے ایک ذرہ بھر دولت بھی نصیب نہ ہوتی۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ.

اور اگر یہ بات ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی جماعت بن جائیں، تو ہم ان لوگوں کے لیے جو رحمٰن سے کفر کرنے والے ہیں چاندی کی چھتوں والے گھر بنا دیتے، انہیں بلند زینے دیتے جن پر وہ چڑھتے ان کے گھروں میں پھاٹک لگا دیتے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں تخت دیتے جن پر یہ لوگ آرام سے بیٹھتے اور سونے کی چیزیں دیتے۔ مگر یہ سب چیزیں دنیاوی زندگی کی متاع ہیں اور آخرت کی بھلائی تیرے پروردگار کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

یعنی تمام مخلوق کا کافر ہونا ہمیں پسند نہیں، ورنہ ہم صرف کافروں کے لیے یہ کرتے کہ ان کے گھروں کی چھتیں، چڑھنے کے زینے اور بچھونے سب چاندی کے بنا دیتے اور جب عام لوگ کفار کے پاس اس قدر سونا اور چاندی دیکھتے تو اکثر وہ کافر ہو جاتے حالانکہ یہ تمام چیزیں محض دنیا کی زینت و آرائش ہیں اور بہت جلد مٹ جانے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان سے دنیاوی زینت و آرائش کو مومن و کافر دونوں کے لیے عام کر دیا ہے تاکہ اپنی اپنی محنت کے مطابق دونوں کمائیں، لیکن کافر اس دولت کو صرف اپنے ذاتی آرام و راحت پر صرف کرتے ہیں اور ایمان دار شکر کے ذریعہ سے اور اچھے موقعوں پر خرچ کر کے اپنی دنیا کو بھی درست کر لیتے ہیں اور آخرت کو بھی سنوار لیتے ہیں۔

۵۔ مال کی حفاظت اور کفایت شعاری:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَاماً وَّارْزُقُوْا هُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْ هُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً. وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوْا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْداً فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافاً وَّ بِدَاراً اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيّاً فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْراً فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْباً.

بے سمجھ نادانوں کو اپنا مال نہ دو جسے خدا نے تمہارے لیے زندگی کے قیام کے سبب بنایا ہے۔ انہیں اس میں سے کھلاتے اور پہناتے رہو، اور انہیں معقول بات کہو، اور یتیموں کو سدھارتے رہو، ان کے نکاح کی عمر کو پہنچنے تک۔ پھر اگر ان میں ہوشیاری دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دو۔ اور یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ نہ کھا جاؤ اور نہ حاجت سے پہلے کھاؤ، اس ڈر سے کہیں یہ بڑے نہ ہو جائیں اور جو شخص غنی ہو، وہ مال یتیم سے پرہیز کرے، اور جو شخص محتاج ہو تو وہ ضرورت اور بھلائی کے ساتھ کھائے۔ پھر جب ان کا مال انہیں دینے لگو، تو اس پر گواہی لے لو اور اللہ حساب لینے کو کافی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں تین لفظ قابل تشریح ہیں۔ قیاما۔ سفہاء۔ ابتلاء۔ قیام کے معنی ہیں وہ چیز جو دوسرے کی بقا و حفاظت اور درستگی کا ذریعہ ہو۔ سفہاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی کم عمری یا اخلاقی کمزوری یا بے عقلی کی وجہ سے مال میں فضول خرچی کریں۔ ابتلاء کے معنی تجزیہ اور آزمائش ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یتیموں کو اچھی طرح نگرانی کرو اور ان کا مال اس وقت ان کے سپرد کرو، جب یہ دیکھو کہ یہ لوگ سمجھدار ہو گئے ہیں اور اپنے مال کا انتظام خود کر سکتے ہیں اور اگر تم متولی ہو تو تم پر یہ لازم ہے کہ مال نہایت احتیاط سے صرف کرو، اور جب مال سپرد کرنے لگو تو دوسرے لوگوں کو گواہ بنا لو تا کہ آئندہ کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو۔

خداوند تعالیٰ ایمانداروں کی تعریف میں بیان فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَاماً. (وہ لوگ جب کہ وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اعتدال کو اختیار کرتے ہیں)۔

اسی طرح متقیوں کی تعریف کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے سورۃ بقر کے شروع میں فرمایا ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ. (اور ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں)۔ اس آیت میں کفایت شعاری کا ایک جامع اصول فرما دیا گیا ہے۔ غور کیجئے، یہاں امیر و غریب کا سوال نہیں بلکہ پرہیزگار کی تعریف میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے جو کچھ اسے بخشا ہے۔ اس میں سے کچھ (بعض حصہ) صرف کرتا ہے۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ کل صرف کرتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی شخص اپنے مال کا بعض حصہ صرف کرے گا تو کچھ ضرور بچ رہے گا۔ اور وہ مفلس و قلاش نہ ہوگا۔ کیونکہ جو شخص اپنے مال کا کچھ حصہ صرف کرتا ہے اور کچھ بچاتا ہے وہ شاذ و نادر ہی غریب ہو سکتا ہے۔

اسی کفایت شعاری کے مضمون کو سورۃ اسرا میں اس طرح درج کیا گیا ہے۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً. (اور قرابت مند اور مسکین و مسافر کو اس کا حصہ دو اور بے جا خرچ نہ کرو)۔ اس مضمون کی مزید تائید اس طرح کی گئی کی بے جا صرف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْراً. (بے شک، بے جا صرف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکر گذار ہے) یعنی جس طرح شیطان اپنی نافرمانی اور سرکشی سے دنیا میں فساد پھیلاتا ہے، اسی طرح بے جا خرچ کرنے والا بھی زندگی کے نظام کو بگاڑتا ہے۔ کیونکہ زندگی کا نظام اعتدال پر قائم ہے اور مسرف اس اعتدال اور میانہ روی کی حدوں کو توڑ دیتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میانہ روی و کفایت شعاری کی بابت خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا. (اے نبی! آپ اپنے ہاتھوں کو گردن سے باندھ لیجئے اور نہ بالکل کھول دیجئے کہ ملامت کیے ہوئے اور عاجز ہو کر آپ بیٹھ جائیں)۔ یعنی خدا کی ہدایت یہ ہے کہ آپ اپنی مٹھی کو اتنا بھی نہ بند کرلیں کہ کسی کو کچھ نہ دیں اور بخل کی وجہ سے ہر طرف ملامتوں کی بوچھاڑ شروع ہو جائے۔ اور نہ آپ اتنے فیاض بن جائیں کہ ہر چیز لٹا ڈالیں اور آخر میں غمگین، پریشان اور عاجز ہو کر رہ جائیں۔

اے کاش کہ مسلمان ان آیات قرآنی پر غور کرتے اور ان حکمت سے بھری ہوئی ہدایتوں پر عمل پیرا ہوتے۔ آج ہم مسلمانوں میں جو ہر طرف یہ فقر و فاقہ دکھائی دے رہا ہے۔ تو یہ اسی قرآنی تعلیم کو پس پشت ڈال دینے کا نتیجہ ہے۔

۶۔ مال کا راہ خدا میں خرچ کرنا تمام انسانی سعادتوں اور کامیابیوں کا ذریعہ ہے:

مال کے بارے میں جتنی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ پر زور وہ آیات ہیں جن کا تعلق انفاق فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں خرچ کرنا) سے ہے۔ کیونکہ اسی ایک اصل اور بنیاد پر اسلام کی تمام واقعی شوکتوں اور عزتوں کا دارومدار ہے۔ اس سے پہلے جو پانچ عنوانات ذکر کئے گئے ہیں۔ وہ تمام درحقیقت اسی مقصود کے ذرائع اور وسائل ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہر مسلمان مضمون کے اس حصہ کو نہایت تدبر اور غور سے مطالعہ کرے۔

راہ خدا میں صرف مال کی اہمیت کے لیے یہ قول کافی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس وصف کو ایمان اور نفاق کا معیار قرار دیا ہے۔ جو شخص دعویٰ ایمان کے بعد اپنے عمل سے یہ ثابت کردے کہ وہ اپنے اندر انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ رکھتا ہے۔ وہ مومن ہے۔ خدا کے ہاں بھی اس کا ایمان مقبول ہے اور ایمان کی تمام دنیاوی اور آخروی سعادتیں ایسے ہی خوش قسمت انسانوں کا حصہ اور ورثہ ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے پاس انفاق فی سبیل اللہ کی گواہی نہیں ہے تو اس کا یہ دعویٰ غلط ہے، خواہ وہ اپنے کو کتنا ہی مسلمان کہلائے۔ چونکہ اسلام کا دارومدار توحید و رسالت کے ظاہری اقرار پر ہے۔ اس واسطے ہم اسے مسلم تو کہہ سکتے ہیں لیکن اسے مومن کا خطاب حاصل نہ ہوگا۔ نہ اس کا ایمان مقبول ہوگا، نہ اس کی زندگی دنیوی و اخروی برکتوں سے بہرہ ور ہوگی۔ اس مضمون کی تائید کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات ذیل ملاحظہ ہوں۔

وَقَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا. اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ.

اور گاؤں والوں نے کہا کہ ہم ایمان لا چکے ہیں۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو۔ ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے۔ ایمان تو تمہارے دلوں میں اب تک داخل ہی نہیں ہوا ہے۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے عمل کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ اللہ غفور اور رحیم ہے۔ پس ایماندار وہی ہیں جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مال و جان سے خدا کی راہ میں جہاد کیا، یہی لوگ سچے ہیں۔

دیکھئے اس آیت میں نہایت صراحت کے ساتھ ایمان کو جہاد مالی اور جانی پر موقوف ٹھہرایا گیا ہے۔ اس آیت میں جہاد مالی کی اہمیت اس طرح بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ اس کو جہاد نفس پر مقدم کیا گیا ہے۔ پھر دوسری جگہ اسی مضمون کو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ آیت بِرّ میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں ایمان کی نشانیوں میں سے سب سے اول مال کا خرچ کرنا بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، پھر زکوۃ دینا اور اس کے بعد دوسرے اخلاق عالیہ کا بیان ہے ارشاد ہوتا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ.

نیکی (بِرّ) یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو۔ نیکی تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں ہے کہ انسان خدا، یوم آخرت، فرشتوں، کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور باوجود مال کی محبت کے اسے وہ قرابت مندوں، یتیموں، مسکینوں، مسافر، مانگنے والوں اور آزاد کرانے میں صرف کرے۔ نماز قائم کرے، اور زکوۃ دے۔ اور وعدہ کے مطابق اپنے عہدوں کو پورا کرے۔ اور تکلیف اور مصیبت اور سختی میں صبر کرے۔ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

اس آیت میں آتی المال علی حبہ کے دو معنی مفسرین نے بیان کیئے ہیں۔ (۱) حُبّ کی ضمیر مال کی طرف لوٹائی جائے یعنی وہ لوگ باوجود مال کی محبت کے اسے صرف کرتے ہیں۔ (۲) یہ ضمیر اللہ کی طرف راجع ہو یعنی وہ لوگ مال کو خدا کی محبت میں خرچ کرتے ہیں۔ اور یہی مطلب اس آیت کا ہے۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا. یعنی اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو خدا کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ مال و متاع دنیا کے متعلق سب سے اہم حکم یہ ہے کہ خدا کی محبت اور رسول کی اطاعت میں اسے بے دریغ خرچ کیا جائے اور مال کی محبت کو کبھی خدا اور رسولؐ کی محبت پر ترجیح نہ دی جائے۔ ورنہ یہ وہ بدترین گناہ ہوگا جس کے بعد عذاب خداوندی کا آنا یقینی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ قرآن پاک نے کس زور سے اس مضمون کو بیان کیا اور پھر یہ بھی غور کیجئے کہ آج اس آیت کی صداقت دنیا میں کس طرح درخشاں ہو رہی ہے۔ یہ واقعہ ہے اور واللہ بالکل یہی واقعہ ہے کہ موجودہ مسلمانوں کی تمام تر تباہی کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے خدا اور رسولؐ کی محبت پر اپنے مال و اولاد، جائداد و تجارت کی محبت کو ترجیح دے دی ہے۔ آج جو تعلق ان کا متاع دنیا سے ہے، اس کا ہزارواں تعلق بھی خدا اور رسول سے نہیں ہے۔ آیت قرآنی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ.

اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے لڑکے اور تمہارے ماں باپ، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان اور وہ مال جسے تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے ڈرتے ہو اور گھر بار جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں خدا اور رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہوں تو بس پھر خدا کے عذاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا انتظار کرو۔ کیونکہ اللہ نافرمانوں کو راہ نہیں دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر یہ بھی نہایت واضح طور سے بیان فرمایا ہے کہ جو مسلمان اللہ کی راہ میں مالی و جانی جہاد کرتے ہیں، ان کا رتبہ ان لوگوں سے بدرجہا زائد ہے جنہوں نے مالی و جانی جہاد نہیں کیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

لَایَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَةً وَکُلًّا الْمُجَاهِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا۔

وہ مسلمان جو بغیر کسی عذر کے گھروں میں بیٹھے رہے، ان مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو خدا کے راستے میں اپنے مالوں اور جان سے جہاد کرنے والے ہیں۔ جانی اور مالی جہاد کرنے والوں کو خدا نے بیٹھنے والوں پر فضیلت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھائی کا وعدہ کیا ہے۔ مگر مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر بہت زیادہ ثواب کے ساتھ فضیلت دی ہے۔

اور فرمایا۔

وَمَالَکُمْ اَنْ لَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی۔

اور آخر تم خدا کے راستہ میں کیوں نہ خرچ کرو گے، حالانکہ زمین و آسمان کی میراث سب خدا ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا ہے اور جہاد کیا ہے، وہ تمہارے برابر نہیں، ان کا درجہ بہت بلند ہے، ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں صدہا آیتیں ہیں جن میں مال خرچ کرنے کا بیان ہے کہیں مطلقاً صدقہ کی فضیلت ہے، کہیں صدقہ کا حکم ہے، کہیں زکوٰۃ کا حکم ہے، اس کے علاوہ خرچ کرنے کی نیت خرچ کرنے کا طریقہ، مال کے مستحقین کی تفصیل، ہر چیز کا کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کو قرض خداوندی سے تعبیر کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے۔ یہاں تمام آیات کا جمع کرنا ناممکن ہے، لہٰذا ایک مسلسل حصہ ان آیات کا لکھ دیا جاتا ہے جو انفاق فی سبیل اللہ کے بہت سے احکام کو شامل ہے۔

۱۔ صدقہ کی مثال: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس دانہ جیسی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں اور ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے زیادتی کرتا ہے اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے۔

۲۔ صدقہ اور ریاکاری: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ۔

جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کے راستہ میں صرف کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں نہ تکلیف دیتے ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ان کے پروردگار کے پاس ہے اور نہ ان کے لیے کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ بھلی بات کہہ دینی۔ اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔

۳۔ صدقہ دے کر احسان جتلانے والے کی مثال: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان بنا کر اور تکلیف پہنچا کر بیکار نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنے مال کو ریاکاری میں صرف کرتا اور خدا اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتا ہے۔ پس ایسے شخص کی مثال اس چکنے پتھر کی ہے جس پر کچھ مٹی پڑی ہوئی تھی پھر اس پر زور سے بارش پڑی کہ اسے بالکل صاف کر گئی۔ یہ لوگ اپنی کمائی پر کچھ اختیار نہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ناشکر گزار قوم کو ہدایت نہیں دیتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

۴۔ خدا کی رضامندی کے لیے مال صرف کرنے کی مثال: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

اور ان لوگوں کی مثال جو خدا کی رضامندی کی طلب اور اپنے نفسوں کو ثابت قدم بنانے میں مال صرف کرتے ہیں ایسی ہے کہ کسی ٹیلہ پر ایک باغ ہو جب اس پر پوری بارش ہوتی ہے تو اس کے پھل دگنے چوگنے پیدا ہوتے ہیں اور اگر زیادہ بارش نہ ہوتی تو ہلکی پھوار ہی کافی ہوتی ہے۔ اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

۵۔ ریاکاری کا صدقہ بے سود ہے: اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَاَصَابَهَا اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔

کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کے باغ ہو۔ جس میں نہریں بہتی ہوں اور وہ طرح طرح کے میووں سے بھرا ہوا ہو۔ اور اس شخص پر بڑھاپا چھایا ہوا ہو۔ اس کے بال بچے کمزور ہوں۔ ایسی حالت میں باغ پر آگ کا بگولہ آ جائے۔ اور وہ جل جائے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور کرو۔

۶۔ خدا کی راہ میں کیسا مال خرچ کرنا چاہیے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

اے ایمان والو! تم نے جو کمایا ہے اور زمین میں تمہارے لیے ہم نے جو پیدا کیا ہے اس میں سے عمدہ صاف مال صرف کرو۔ گھٹیا اور خراب مال کا ارادہ نہ کرو کہ اسے خرچ کرو حالانکہ تم خود اسے نہ لو گے مگر یہ کہ دھوکا کھا جاؤ اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریف والا ہے۔

۷۔ شیطان کا کام: اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش ولطف کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

۸. نیک کاموں میں خرچ کرنا ہی دانائی ہے: يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ.

وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس شخص کو دانائی ملتی ہے تو اسے بڑی دولت ملتی ہے اور اسے تو بس عقل والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ تم نے جو کچھ خرچ کیا اور جو کچھ تم نے نذر مانی، اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور وہ ظلم کرنے والوں کا مددگار نہیں ہے۔

۹. حسب موقع صدقہ کو ظاہر کر دینا بھی اچھا ہے: إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ".

اگر تم صدقات کو ظاہر کر کے دو تو یہ اچھا ہے اور اگر چھپا کر فقراء کو دے دو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے خبردار ہے۔

۱۰. لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ.

اے رسول! آپ کے ذمہ ان کی ہدایت نہیں ہے۔ یہ تو خدا جس پر چاہتا ہے۔ ہدایت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

۱۱. وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ.

اور جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ بھی محض خدا کی رضامندی کے لیے خرچ کرتے ہو تو اس کا نفع تمہیں کو ملے گا۔ اور تم جو کچھ خرچ کرو گے خدا کے ہاں پورا پورا مل جائے گا۔ اور تمہارا حق کاٹا نہ جائے گا۔

۱۲. لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ".

ان محتاجوں پر خرچ کرو جو خدا کی راہ میں پابند ہو چکے ہیں اور زمین میں ادھر ادھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے کی قوت نہیں رکھتے (یعنی دین خدا کی خدمت میں لگے رہنے کی وجہ سے اپنے معاش دنیوی کا سامان نہیں کرسکتے)۔ ناواقف لوگ تو انہیں مالدار سمجھتے ہیں مگر تم ان کے چہروں سے ان کے فقر کو پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے اصرار کرکے نہیں مانگتے ہیں اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ اس سے واقف ہے۔

۱۳. اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ.

جولوگ اپنا مال دن اور رات میں چھپا کر اور ظاہر کرکے خرچ کرتے ہیں تو ان کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ان آیات کو غور سے پڑھ جایئے اور دیکھئے کہ خدا نے کیسی کیسی بلند اور روشن تعلیمات ہمیں دی ہیں۔ آج ان پر دسواں حصہ بھی عمل کیا جائے تو ہماری موجودہ مشکلات سے سوگنا زیادہ مشکلات کا خاتمہ چند ہی دنوں میں ہوسکتا ہے۔ مگر افسوس یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ مسلمان اول تو خدا کی راہ میں دین کی خدمت کے لیے اور جہاد کے واسطے کچھ صرف ہی نہیں کرتے اور اگر قدر سے قلیل صرف کرتے بھی ہیں تو بالکل منشائے قرآنی کے خلاف، نہایت غیر منظم طور پر اور بالکل غلط اصولوں پر جس سے مسلمانوں کو قومی حیثیت سے کوئی نفع نہیں پہنچتا ہے۔ نہ ان کی قومی غربت دور ہوتی ہے، نہ غیروں کی غلامی سے نجات ملتی ہے۔ نہ ان میں تعلیم عام ہوتی ہے نہ صنعت وحرفت کو فروغ ہوتا ہے۔ مسلمانو! خدا کے لیے آنکھیں کھولو، ہر زید وعمر کی باتیں نہ سنو، اگر تم کچھ کرسکتے ہو تو قرآن حکیم کا دامن تھامو اور اس کے حکم کے مطابق مالی قربانی کے لیے تیار ہوجاؤ۔ پھر دیکھو کہ ایک ہفتہ بھی نہ گزرے گا اور تم عزت و رفعت میں تمام قوموں میں ممتاز نظر آؤ گے۔

۷۔ مالی حقوق اور ان کا اصلاحی نظام:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا. (اے نبی! مسلمانوں کے مال میں خیرات وصول کیجئے اور اس طرح ان کی ظاہری اور باطنی زندگی کو ہر کھوٹ اور نقصان سے پاک وصاف بنادیجئے)۔

اس آیت میں حکم دیا ہے کہ پبلک کی مالی امداد کے لیے ایک مستقل مالی نظام قائم کرنا چاہیے۔ جس کی صورت یہ ہو کہ امراء سے زکوۃ وصول کی جائے اور ان کو یہ سمجھایا جائے کہ جب تم خود اپنی رضامندی سے محتاجوں کے لیے روپیہ ادا کرو گے تو اس سے سوسائٹی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت ایسی بن جائے گی جس سے لوگوں کو چوری، ڈاکہ، فریب کاری وغیرہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی، یعنی زندگی کا ظاہری رخ پاک ہو جائے گا اور تم خود اس سے محفوظ رہو گے۔ اسی طرح جب تم غریبوں کی ہمدردی کرو گے تو وہ تمہاری ہمدردی کریں گے۔ اور اس طرح تمہارا اور عام پبلک کا دل بھی پاک ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اسلام کی تجویز دنیا کی ظاہری اور باطنی اصلاح کے لیے ایک بہترین تجویز ہے۔ خاص طور پر موجودہ دور میں جب کہ ایک طرف تو دنیا کی سرمایہ داری جماعت قارون کی طرح مال و دولت جمع کر کے عالم انسانی کو غلام، غریب اور قلاش بنا رہی ہے اور اپنی قساوت قلبی اور درندگی کا ثبوت دے رہی ہے اور دوسری طرف ایک دوسری جماعت اصلاح کے جوش میں بین الاقوامی نظام کو درہم برہم کر کے دنیا میں ایک برابر سطح پیدا کرنے کی بے سود کوشش کر رہی ہے۔ اسلام نے ان دونوں جماعتوں کی غلطیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ اور وہ تمام جھگڑے چکائے ہیں جو ان دونوں جماعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مال و دولت کی وجہ سے دنیا میں جتنے بھی فتنے اور فساد پھیلے ہوئے ہیں، ان کا دفعیہ محض اسلامی تعلیمات کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے اور یہ تعلیمات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسلام شخصی ملکیت مانتا ہے مگر ناجائز طریقہ پر لوگوں کا مال کھانا حرام قرار دیتا ہے۔

۲۔ سود خوری اور قمار بازی حرام ہے۔

۳۔ ایسا نہ ہو کہ روپیہ صرف دولت مند لوگوں کے ہاتھوں میں گردش کرتا رہے۔

۴۔ بے سمجھوں اور بے عقلوں کو ان کے مال میں خرچ کی آزادی نہ دی جائے۔

۵۔ زکوٰۃ عقیدہ فرض ہے اور ہر غریب اس کا حصہ دار ہے۔ خواہ اسلامی حکومت ہو یا نہ ہو، محض مسلمان ہونا اس اشتراکیت کے لیے کافی ہے۔

۶۔ اسلامی حکومت کے لیے ضروری ہے کہ مقررہ زکوٰۃ (نقدی) عشر (یعنی کھیتی وغیرہ میں دسواں حصہ) خمس (دفینہ میں پانچواں حصہ) اور مویشی کی زکوٰۃ وصول کرے۔

۷۔ زوجیت اور قرابت کا خرچ فرض ہے۔

۸۔ تمام بے بسوں (کسی مذہب کے ہوں) کی خبر گیری اور پردیسیوں کی دعوت فرض ہے۔

۹۔ بعض گناہوں کے کفارہ میں مال کا خرچ کرنا ضروری ہے۔

۱۰۔ محتاجوں پر وقتاً فوقتاً صدقہ کرنا بہتری کا ذریعہ ہے۔

۱۱۔ گناہ کے کام میں مال خرچ کرنا، فضول خرچ کرنا اور بخل کرنا ممنوع ہوگا۔

۱۲۔ عمدہ کپڑے اور عمدہ کھانے اپنے اپنے شرائط کے لحاظ سے ہیں۔ کیونکہ تہذیب و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمدن اور صنعتی ترقی کا ان سے گہرا تعلق ہے۔

۱۳۔ میانہ روی کفایت شعاری ممدوح ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

۱۴۔ سوسائٹی میں شکر گزار دولت مند، صبر کرنے والے فقراء سے بہتر سمجھے جائیں۔

الغرض مال و دولت کی اصلاح کے لیے اسلام نے جو قاعدے مقرر کیئے ہیں، انہیں پر عمل کرنے کی وجہ سے مال خیر و برکت کا سبب بن سکتا ہے جیسا کہ قرآنی اصطلاح میں اسے لفظ خیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور انہیں قواعد کی پیروی کی وجہ سے آج دنیا کے تمام جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ سرمایہ داروں اور مزدوروں میں صلح ہو سکتی ہے اور امیر و غریب، محبت اور خلوص کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے قابل بن سکتے ہیں۔ اگر دنیا کے مدبرین اپنے ذاتی افکار کی پیروی کی جگہ قرآن کریم کو دیکھتے اور اس کی مالی اصلاحات کو دنیا میں رائج کرتے تو یہ شور و غل، جنگ و جدال اور درد و دکھ سے بھری ہوئی دنیا، آج سے بہت پہلے امن و سکون، راحت و اطمینان اور مسرت و شادمانی کی منزل کو حاصل کر لیتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا جنگی نظام

(جنگ کمزوروں کی حفاظت، بے کسوں کی حمایت اور دنیا میں امن و امان، سکون واطمینان قائم کرنے کے لیے ہے)

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ روزی کمانے مال و دولت جمع کرنے اور عزت و شان کا مالک بننے کے لیے انسان مختلف ذریعوں سے کام لیتے ہیں۔ اور اسی سعی و کوشش اور جدوجہد میں ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہیں۔ اور آخر کار یہی تصادم بڑی بڑی لڑائیوں کا پیش خیمہ بن جاتا ہے جس سے زمین پر انسانی خون کی ندیاں بہنے لگتی ہیں۔ ملک کے ملک تباہ ہو جاتے ہیں، پررونق بستیاں اجاڑ اور باعظمت آبادیاں سنسان ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جنگ کا ظاہری نقشہ جس قدر زیادہ خوفناک اور بھیانک ہوتا ہے، اس کا نتیجہ اسی قدر دلفریب اور جہاں آرا ہوتا ہے، فرض کیجئے کہ ایک طرف کمزوروں اور مظلوموں کی جماعت ہے جو اپنی آزادی اور حقوق کے لیے جنگ کا علم بلند کیئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اہل ظلم وستم کا گروہ ہے جو اپنے ذاتی عیش و آرام کے لیے غریبوں کا گلا گھونٹنے میں تلا ہوا ہے۔ اس جنگ میں اگر چہ کشت و خون بھی ہوگا اور عارضی بدامنی بھی ہوگی لیکن اگر کمزوروں اور مظلوموں کو فتح حاصل ہو جائے تو یہ چیز لاتعداد انسانوں میں امن و امان اور آرام وراحت کے قیام کا باعث ہوگی۔ اس قسم کی جنگوں کے خاکستر اور کھنڈرات پر اکثر حالات میں تہذیب وتمدن اور عدل و انصاف کے فلک بوس قصر تعمیر ہوا کرتے ہیں۔

قرآن پاک نے انسانی زندگی کے دوسرے مسائل کی طرح مسئلہ جنگ پر بھی نہایت تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اس نے سب سے پہلے غلبہ اور کامیابی کے متعلق یہ نظریہ پیش کیا کہ جب حق و باطل میں جنگ ہوگی تو حق کو فتح نصیب ہوگی۔ علم و جہل میں مقابلہ ہوگا تو علم غالب رہے گا۔ نظم اور بدنظمی میں کش مکش ہوگی تو جیت نظم کے حصہ میں آئے گی۔ نیکی اور بدی کے تصادم میں نیکی کو فروغ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ. ہم حق کو باطل پر ڈال دیتے ہیں، تو حق باطل کا سر توڑ ڈالتا ہے اور باطل مردہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر رہ جاتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حق و باطل کی مثال دے کر اس نتیجہ کو ایک دوسرے طریقے سے نمایاں کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ. فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ.

خدا نے آسمان سے پانی برسایا جس سے اپنے انداز کے مطابق ندی، نالے بہنے لگے پھر سیلاب نے پھولا ہوا جھاگ اٹھایا اور ایسا ہی جھاگ اس چیز سے اٹھتا ہے جسے زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کے لیے آگ پر دھونکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حق اور باطل کی بھی یہی صورت ہے۔ جھاگ سوکھ جاتا ہے اور آدمیوں کے فائدہ کی چیز زمین میں باقی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

یہاں باطل کو بے کار جھاگ اور کھوٹے دھوئیں سے مشابہت دی گئی ہے۔ حق وہ کھرا سونا ہے جو کٹھالی میں رہ جاتا ہے اور زمین کی آبادی اور زینت کا باعث ہے۔

عالمگیر جنگ کا خطرہ اور قرآنی ہدایات

یوں تو دنیا میں ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں اور ان کی وجہ سے انسانوں کو ناقابل بیان نقصانات پہنچتے رہے ہیں مگر موجودہ زمانہ میں جس جنگ کا خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے خدانخواستہ اگر وہ چھڑ گئی تو تباہی و ہولناکی کے لحاظ سے پچھلی تاریخ میں تم اس کی کوئی مثال نہ پا سکو گے، اس کی وجہ سے موجودہ تہذیب و تمدن کی ساری ترقیاں دم کے دم میں ختم ہو جائیں گی کیونکہ علوم سائنس کی ترقیوں کی وجہ سے ایسی ایسی مشینیں، توپیں اور بندوقیں ایجاد ہو چکی ہیں اور اس قسم کے تباہ کن آلات بن چکے ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا کے عظیم شہر صرف چند ہی گھنٹوں میں خاک سیاہ کیے جا سکتے ہیں۔ اس جنگ کا خطرہ دن بدن یقینی ہوتا جا رہا ہے کیونکہ ناجائز ملک گیری، ظالمانہ اقتدار، غرور و تکبر اور کمزوروں کو غلام بنانے کے جذبات ہر روز بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور ایک قوم کو دوسری قوم سے جو خطرات ہیں، ان میں روزمرہ اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر ایک قوم اپنی اپنی جگہ پریشان ہے اور کھلم کھلا یا خفیہ طور سے جنگی تیاریوں میں مصروف ہے۔ خصوصیت سے وہ قومیں تو بہت پریشان ہیں جن کے پاس جنگ کے سازوسامان، ہوائی جہاز، بحری بیڑے، ٹینک وغیرہ وغیرہ کا کافی ذخیرہ ہے، ان کو ڈر لگا رہتا ہے کہ اچانک کوئی دشمن ان کی ہتھیار بند آبادی کا خاتمہ نہ کر ڈالے۔ اس لیے تم دیکھو گے، یہ قومیں آپس میں امن و امان کے لیے جنگ سے علیحدہ رہنے اور تخفیف اسلحہ کے لیے ہر روز کانفرنسیں منعقد کرتی ہیں، معاہدے کرتی ہیں۔ حلف اٹھاتی ہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ آج جو کچھ طے یہ کرتی ہیں، کل شرارت اور فریب سے خود ہی اسے توڑ ڈالتی ہیں، یہ تماشہ ایک طویل عرصہ سے جاری ہے۔ دنیا اسے دلچسپی سے دیکھ رہی ہے اور خودغرضی اور نفس پرستی کے اس ذلیل اور ناپاک مظاہرے اور منصوبہ بازیوں کو سمجھ بھی رہی ہے۔

خداوند تعالیٰ نے اس ناکامی کے سبب کو ایسے جامع پیرایہ میں بیان فرمایا ہے جسے پڑھ کر ہر منصف مزاج انسان کی روح وجد کرنے لگتی ہے۔ قرآن کا یہ بیان مشرکین عرب کے بارے میں ہے مگر آج وہ ان سے بھی زیادہ یورپ والوں پر آمادہ جنگ قوموں پر اور تخفیف، اسلحہ کی کانفرنسوں پر چسپاں ہوتا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ آیات انہی کے متعلق ہیں۔ یہ چیز بھی قرآن کے معجزات علمیہ میں سے ایک معجزہ ہے۔ خدا تعالیٰ ایفائے عہد کا حکم دینے اور وعدہ شکنی سے منع فرمانے کے بعد ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ.

تم اپنے عہدوں کے توڑنے اور جوڑنے میں اس پاگل عورت کی طرح نہ بن جاؤ جو اپنے سوت کو بٹنے کے بعد خود ہی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی تھی۔ اپنی قسموں کو ایک دوسرے کے فریب دینے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اس غرض سے کہ ایک قوم دوسری قوم سے زیادہ فائدے میں رہے۔ یعنی اس لیے دوسروں کو فریب نہ دو کہ تمہاری فوجی قوت بڑھ جائے یا سامان جنگ زیادہ ہو جائے یا مال و دولت اور صنعت و تجارت میں غلبہ ہو جائے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ قوموں میں صلح و اتفاق کے معاہدے، امن و اصلاح اور عدل و مساوات کی غرض سے ہونے چاہئیں اور یہ غرض اسی وقت پوری ہو سکتی ہے جب کہ معاہدوں کی بنیاد نیک نیتی پر ہو، فریب و دھوکہ بازی پر نہ ہو۔ اس آیت کی روشنی میں یورپین اقوام کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمیٹیوں کو دیکھو گے تو تمہیں صاف نظر آ جائے گا کہ ان کی ناکامی کی وجہ کیا ہے؟ جنگ عظیم کے بعد جتنے معاہدے ہوئے ہیں ان پر گہری نظر ڈالو گے تو تمہیں محسوس ہوگا کہ ان معاہدہ کرنے والوں کی غرض یہ نہ ہوتی تھی کہ دنیا میں امن و امان کی حکومت ہو اور طاقتور و کمزور اپنے اپنے ملک میں آرام کی زندگی بسر کریں بلکہ مقصود یہ ہوتا تھا کہ کچھ دنوں کے لیے جنگ کا ہنگامہ ختم ہو جائے تا کہ وہ خفیہ خفیہ اپنی فوجی طاقت اور ہتھیاروں کی قوت بڑھالیں اور سامان جنگ، رسد اور حفاظتی اسباب مہیا کرلیں، پھر یکبارگی کسی کمزور ملک پر حملہ کر کے اسے ہضم کرلیں یا اپنے پرانے دشمن سے انتقام لینے کی فکر کریں۔ انہی پرفریب معاہدوں کا نتیجہ یہ ہے کہ جنگ عظیم کے بعد کئی کمزور ملک ختم کر دیئے گئے اور جب کسی فرعون بے سامان کی رگ فرعونیت جوش میں آتی ہے تو وہ کھڑا ہو کر دنیا کو جنگ کے لیے للکارنے لگتا ہے حالانکہ جمعیۃ الاقوام بھی قائم ہے اور تخفیف اسلحہ کی کمیٹیاں بھی باقی ہیں۔ اگر اہل یورپ قرآنی تعلیم کے مطابق نیک نیتی کے ساتھ اپنے معاہدوں اور قسموں کو استوار کرتے تو عالمگیر جنگ کا خطرہ پیش نہ آتا اور نہ کمزوروں پر طاقتوروں کو ظلم کا موقعہ ملتا۔ اب ہم یہاں اسلامی نظام جنگ کے چند اصول کا ذکر کرتے ہیں۔ تفصیلی بحث ہم نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ جہاں سورۃ انفعال کی آیات سے ۲۸ جنگی اصول اور سورۃ توبہ سے ۱۳ حربی قاعدے اور ۲۰ جنگی احکام اور جزیہ کے مسائل مستنبط کیے گئے ہیں۔ ہم یہاں ان کا صرف خلاصہ پیش کریں گے۔

قاعدہ اول: اسلام میں جنگ کب فرض ہے؟

قرآن پاک میں جنگ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ سرکش لوگوں کی زیادتیاں حد سے گزر گئیں اور دشمنان دین حق نے بالکل تہیہ کرلیا کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے لیکن خدا تعالیٰ نے جنگ کے حکم کے ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت کر دی کہ مسلمانوں کی طرف سے کسی قسم کی زیادتی نہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ. اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں مگر ادر زیادتی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اس آیت میں زیادتی کی ممانعت کرنے کے بعد یہ فرمانا کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اس امر کی دلیل ہے کہ اسلام میں زیادتی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ممنوع اور حرام ہے۔ ہم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ غزوات جو کفار کے ساتھ ہوئے، مدافعانہ تھے، کسی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقدام نہ تھا اور نہ کسی قسم کی زیادتی تھی پھر سورۃ توبہ کی تفسیر میں ہم نے یہ دکھایا ہے کہ عرب کے بت پرستوں سے جنگ اور فتح کے بعد ان سے معاہدے کا منسوخ کرنا، یہ سب اسی قاعدہ پر جاری رہا حالانکہ اسلام کی سیاست جو خالص عربی قوم کے متعلق تھی وہ اس سیاست سے بالکل جدا تھی جس کا تعلق دوسری قوموں سے تھا، اس لیے کہ عرب کے متعلق اسلام کا مطمع نظر یہ تھا کہ یہ سب اپنے اختیار سے مسلمان ہوجائیں اور شرک کو چھوڑ کر اسلام کی غلامی قبول کرلیں، نیز یہ کہ جزیرۃ العرب اسلام کا گہوارہ اور مرکز قرار پاجائے۔ ان امور کے لیے بظاہر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمام مخالف تحریکوں اور دینوں کو زبردستی کچل دیا جائے لیکن اسلام کی فطرت چونکہ زبردستی اور زیادتی کے خلاف ہے اس لیے پیغمبر اسلامؐ نے صرف مدافعت پر اکتفا فرمائی اور ایک بھی جارحانہ حملہ نہیں کیا۔ عربوں کے علاوہ دوسری قوموں کے ساتھ اسلام کا برتاؤ یہ تھا کہ وہ ان کے وطن اور دین کو برقرار رکھتا تھا مگر ان کی سیاست کو ضرور اسلامی حکومت کے ماتحت لے آتا تھا، اس آخری چیز کا منشا یہ تھا کہ ان قوموں کی سازشیں اسلام کے خلاف کامیاب نہ ہوسکیں۔ اس بحث میں ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کا کفار سے جو معاہدہ ہوا تھا۔ اس کا توڑ دینا اسی قانون مدافعت کے ماتحت تھا۔ جب یہ معاہدہ توڑا گیا تو بعض صحابہ پر یہ چیز بہت گراں گزری، اس پر خداوند تعالیٰ نے بتادیا کہ معاہدہ شکنی میں تمہاری طرف سے کوئی زیادتی نہیں بلکہ یہ تو مدافعت ہے، کیونکہ زیادتی تو ان کفار کی طرف سے ہوئی ہے جنہوں نے پہلے اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے، لہٰذا اب تمہارا فرض ہے کہ ان زیادتی کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْماً نَّكَثُوْاۤ اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ.

کیا تم ایسی قوم سے جنگ نہ کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اور انہیں نے جنگ اور عہد شکنی میں پیش قدمی کی۔

ایک شبہ کا جواب:

بعض نافہموں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بعض جنگیں ایسی بھی ہوئی ہیں جن میں ابتدا مسلمانوں کی طرف سے تھی، لہٰذا یہ کہنا کہ تمام جنگیں مدافعانہ تھیں، غلط ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مدافعت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ حملہ آوروں کے جواب میں فوراً حملہ کیا جائے بلکہ ایک فریق کی طرف سے جب پیش قدمی ہوچکی اور وہ مسلسل سازشیں کر رہا ہے، ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے تو اس کے جواب میں جتنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی حملے ہوں گے خواہ وہ فوراً ہوں یا کچھ عرصہ کے بعد ہوں، سب مدافعت ہی پر محمول کیے جائیں گے۔ اب اسی صحیح نظریہ کی روشنی میں حضورؐ کے تمام غزوات کو دیکھا جائے تو ایک غزوہ بھی ایسا نہ ملے گا جسے جارحانہ کہا جا سکے۔

مدافعت کے لیے جنگ کی فرضیت، ان آیات کی طرح جو ابتدا میں نازل ہوئیں ان آیات سے بھی ثابت ہوتی ہیں جو جہاد کے متعلق آخر میں نازل ہوئیں۔ چنانچہ سورۃ حج کی آیات ملاحظہ فرمائیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ.
ان لوگوں کو جنگ کی اجازت ہے جن سے لڑائی کی جارہی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ مظلوم ہیں۔ بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ.
یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گھروں سے محض اس بات پر نکال دیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا اللہ ایک ہے۔

پھر جب کفار نے اس عہد کو توڑ دیا جو صلح حدیبیہ ۶ھ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوا تھا اور ۸ھ میں حضورؐ نے فتح مکہ کا ارادہ فرمایا تو ممتحنہ میں حسب ذیل آیتیں نازل ہوئیں۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ.
اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ.
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.
جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں گھروں سے نکالا اللہ ان سے اچھا سلوک اور بھلائی کرنے سے منع نہیں کرتا، بے شک اللہ بھلائی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تو ان لوگوں سے دوستی کرنے کو منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی۔ جو لوگ ایسوں کو دوست بنائیں گے تو وہ ظالموں میں شمار ہوں گے۔

ان آیتوں نے بھی بتلایا کہ جنگ صرف ان لوگوں سے ہوگی جو دین کے بارے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں سے جنگ کریں گے۔ اس خاص گروہ کے علاوہ دوسرے مشرکوں کے ساتھ اگر اچھا سلوک کیا جائے اور ان پر احسان کیا جائے تو یہ ممنوع نہیں بلکہ خدا کے ہاں پسندیدہ ہے۔ (بشرطیکہ یہ مشرکین ظاہرا یا در پردہ مسلمانوں کی مخالفت یا تباہی کی تیاریاں نہ کر رہے ہوں)۔

قاعدہ دوم۔ جنگ سے غرض اور اس کا نتیجہ:

اسلام میں جنگ کی غرض یہ قرار دی گئی ہے کہ ظالموں کا ظلم ختم ہو جائے، زیادتی کرنے والوں کی دست درازیاں رک جائیں اور حق کے غلبہ اور امن کے قیام کے بعد دیگر مذاہب والوں کی حفاظت کی جائے اور خود مسلمان نہایت آزادی سے خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کر سکیں، کلمہ حق کو پھیلا سکیں اور آسمانی قانونی و قرآنی شریعت کو نافذ کر سکیں جس میں تمام انسانوں کی بھلائی ہے اور تمام مخلوقات کی بہبودی ہے۔ بس اسلام میں جنگ سے غرض یہی ہے۔ یہ مقصود نہیں ہے کہ انسانوں کو غلام بنایا جائے اور ملکوں پر قبضہ کر کے مسلمان خود عیاشیاں کریں اور محکوموں کو فاقہ مستی اور تباہی کے گڑھے میں دھکیلیں۔

اس مدعا کے ثبوت کے لیے آیات ذیل کی تلاوت کریں۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا. وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ.

اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا۔ تو بہت سی خانقاہیں، تعلیم گاہیں، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے، منہدم کر دی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ضرور مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ بے شک، اللہ زبردست اور غالب ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی امداد ان لوگوں کے لیے ہے) جو زمین پر حکمران ہونے کے بعد نمازیں قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ یاد رکھو کہ تمام معاملات کی باگ خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔

آیات قرآنی کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تین باتوں کے لیے جنگ کی اجازت دی ہے۔

۱۔ مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو۔ ان کی جانیں خطرہ میں گھری ہوئی ہوں۔ وہ مسلمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی وجہ سے گھروں سے نکالے جا رہے ہوں، اور ان کے اموال لوٹے جا رہے ہوں۔ ایسے وقت میں جہاد ضروری ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ظالموں کی قوت ٹوٹ جائے اور مسلمانوں کی آزادی نصیب ہو جائے۔ ہم نے اسی مقصد کو سورۃ انفعال سے اخذ کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ ہر شخص کو مذہبی آزادی ہونی چاہیے اور کسی شخص کو بھی مذہب سے پھرنے کے لیے ستانا یا تکلیف دینا جائز نہیں ہے اور اسی مقصد کی تائید ہم نے اس آیت سے کی ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ " وَ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّه لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْر.

اور کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ (زبردستی) باقی نہ رہے اور دین کا معاملہ خدا ہی کے باقی رہ جائے، پس اگر وہ لوگ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو اچھی طرح دیکھتا ہے۔

اس ہدایت و تعلیم کا اثر یہ تھا کہ جب مسلمان کافروں پر غلبہ پاتے تھے تو ان کو دین سے پھرنے کے لیے ذرا بھی زبردستی نہ کرتے تھے حالانکہ بت پرست اپنے غلبہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو محض اسلام اور خدا پرستی کی وجہ سے سخت ترین تکلیفیں دیتے تھے اور ایذائیں پہنچاتے تھے قرن اول میں مسلمانوں کا اس اصول پر بلا استثناء عمل تھا اور اس کے بعد میں بھی عام طور پر مسلمان اس ہدایت پر جمے رہے۔ اگرچہ بعض تاریخی مثالیں اس کے خلاف بھی نظر آتی ہیں تو اس کی ذمہ داری اسلامی احکام پر نہیں ہے۔ بلکہ یہ افراد کی غلطیوں کے نتائج ہیں۔ جنہوں نے احکام اسلامی کی خلاف ورزی کی۔

۲۔ جنگ کی اجازت کا دوسرا مقام۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ مدافعت کی اجازت نہ دیتا تو عموماً تمام عبادت گاہیں کھود ڈالی جاتیں۔ راہبوں کی خانقاہیں، عیسائیوں کے گرجا گھر اور یہودیوں کے کنائس، بت پرستوں اور منکرین انبیاء کے ہاتھوں برباد کر ڈالے جاتے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلامی جنگ صرف مسلمان غریبوں کے لیے نہیں بلکہ دیگر اقوام اور ان کی پرستش گاہوں کے لیے بھی رحمت ہے۔ اس جگہ ایک شبہ کا جواب دینا بہت ضروری ہے۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب اسلام نے یہود و نصاریٰ کو اپنے اپنے دینوں پر باقی رکھا اور اسلام لانے کے لیے کوئی زبردستی نہیں کی تو عرب کے بت پرستوں کو اپنے دین پر کیوں نہیں رہنے دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اگر گمراہ ہو چکے تھے، ان میں شرک پھیل چکا تھا لیکن ان کے مذہبوں کی بنیاد آسمانی شریعت تھی جس کے اصول سچے تھے، اور ان کی وجہ سے انسانوں کو فلاح و بہبود نصیب ہو سکتی تھی۔ اس کے بالکل برعکس عرب والوں کا دین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا نہ تھا جس سے انسانوں کو ادنیٰ فلاح نصیب ہوتی، نہ تو وہ عقیدہ جزا وسزا کے قائل تھے، نہ نیک کاموں کے لیے کسی اصول کے پابند تھے، نہ گناہوں سے بچنے کے لیے کسی قانون کے مقلد تھے، پس سوائے توہم پرستی، جہالت، بدعملی اور نفس پروری کے ان کے پاس اور کچھ نہ تھا۔ لہٰذا اس حالت پر ان کو چھوڑ دینا ان کے ساتھ صریح ظلم تھا، ان کی دنیا و آخرت کو تباہ کرنا تھا۔ لہٰذا اسلام نے ان کو سچے اصول کی طرف بلا کر ان کو انسانیت کے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جسے دیکھ کر دنیا حیران ہے اور قیامت تک حیران رہے گی۔

۳۔ جنگ کی اجازت اس شرط پر ہے کہ جب کہ اس کا نصب العین یہ ہو کہ (۱) ملک میں نماز قائم کی جائے۔ جو نفس انسانی کو پاک و صاف بناتی ہے، گناہوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔ دلوں میں خدا کے خوف اور محبت کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ (۲) زکوٰۃ کا نظام بھی رائج کیا جائے تاکہ ملک میں غربت و مفلسی نہ پھیلنے پائے۔ سرمایہ و محنت کی جنگ نہ ہو، اس کے علاوہ ہر برائی اور گناہ کا قلع و قمع کر کے نیکوکاری اور بھلائی کا پھیلانا اسلامی حکومت کا سب سے بڑا نصب العین ہے۔

وہ قومیں جو اس وقت جنگ میں مبتلا ہیں، اوپر کے مقاصد کی مدعی ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے پاس خوش کن الفاظ کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے، بلکہ ان کے کارنامے ان کے دعاوی کو جھٹلا رہے ہیں۔ آپ انکار نہیں کر سکتے کہ آج ہر مغربی قوم تہذیب و تمدن اور علم و اخلاق کی مدعی ہے مگر ان کے پاس جو مقبوضات ہیں، ان کے حالات نہایت ہی دردناک ہیں۔ آج جب کسی ملک پر کسی یورپین قوم کا قبضہ ہوتا ہے تو وہاں فوراً ہی گناہوں اور برائیوں کا اتنا زور ہو جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ مذہب کو خیر باد کہہ دیا جاتا ہے، روحانی عظمتوں کے خلاف جنگ کی جاتی ہے، شراب خواری، قمار بازی، زنا اور بدکاری کھلم کھلا ہونے لگتی ہے اس ملک کی اصلاح کے لیے اگر تعلیم بھی رائج کی جاتی ہے تو اس کی غرض محض یہ ہوتی ہے کہ محکوم قوم پر اپنی عظمت و بڑائی کا سکہ بٹھایا جائے اور اس کے نوجوانوں سے آزادی ضمیر، محبت دین و ملت اور الفت ملک و وطن کو فنا کر دیا جائے تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ غلام بنے رہیں اور فاتح قوم کے ہر ظلم کو عین عدل اور ان کی ہر بداخلاقی کو اعلیٰ اخلاق سمجھ کر اس کے سامنے سرنگوں رہیں۔ دنیا کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالو جو اسلام کے قرن اول میں ہوئی تھیں۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ اسلامی حکومت کا یہ حال نہ تھا، وہ مفتوح قوم کے حق میں سراپا رحمت و برکت ہوتی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ سوم۔ امن کو جنگ پر ترجیح:

اس قاعدہ کی بنیاد ان دونوں قاعدوں پر ہے جو پہلے مذکور ہوئے۔ یہ حقیقت بیان ہو چکی ہے کہ جنگ ایک عارضی چیز ہے جو فتنہ و فساد مٹانے اور امن قائم کرنے کے لیے پیش آتی ہے اور اصل چیز صلح اور امن ہے جس پر انسان کو قائم رہنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر دشمن صلح پر راضی ہو تو تم جنگ پر صلح کو ترجیح دو۔ ارشاد ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

اور اگر وہ لوگ صلح پر مائل ہوں تو تم بھی ان کے لیے جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

قاعدہ چہارم۔ دشمنوں سے بچنے کے لیے پوری جنگی تیاریاں:

اسلامی سلطنت کے لیے یہ ضروری ہے کہ جنگ سے پہلے، قوم کو پوری طرح جنگ کے لیے تیار کیا جائے اور اس کے لیے ہر قسم کی جنگی قوتیں، جنگی ساز و سامان، گھوڑے اور ہتھیار مہیا کیئے جائیں اور یہ اس لیے ہے کہ دشمنوں کے دلوں میں اسلامی سلطنت کی دھاک بیٹھی رہے اور ان کو جرات نہ ہو سکے کہ عام اسلامی مفاد یا مسلمانوں کی کسی جماعت کے خلاف قدم اٹھا سکیں۔ یہ صورت اس لیے پیدا کی گئی تا کہ مسلمان اپنی سلطنت اور دوسری سلطنتوں میں اطمینان و امن کی زندگی بسر کر سکیں اور آزادی سے اپنے دینی فرائض ادا کر سکیں۔ اس چیز کو آج کل کی اصلاح میں پر امن ہتھیار بندی کہتے ہیں۔ اگر چہ آج تمام اقوام عالم اسی چیز کی مدعی ہیں مگر ان کا یہ دعویٰ بالکل جھوٹ اور سراسر دھوکا ہے۔ ظاہرا طور پر تو وہ پر امن ہتھیار بندی میں مصروف ہیں لیکن ان کے گذشتہ اور موجودہ کارنامے یہ بتا رہے ہیں کہ ان کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ سامان جنگ سے پوری طرح آراستہ ہو کر اچانک کسی غریب ملک پر ٹوٹ پڑیں اور اس کو فتح کر کے غلام بنا لیں۔

یہ اسلام اور صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے جنگی تیاریوں کا حکم دیا اور صاف طریقہ سے اس کی غرض بھی بتا دی۔ ارشاد ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم سے جہاں تک ہو سکے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے قوت اور گھوڑے جمع کرو تاکہ تم اس طرح خدا کے اور دشمنوں کو مرعوب رکھ سکو۔

قاعدہ پنجم ۔ جنگ میں شفقت و مہربانی:

جب جنگ کا میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے اور دشمنوں پر انہیں کامل فتح نصیب ہو تو خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی کو ہرگز قتل نہ کیا جائے بلکہ جنہیں قید کرنا مناسب ہو قید کر لیا جائے۔ اس کے بعد پھر مسلمانوں کو یہ اختیار ہے کہ قیدیوں پر رحم کھا کر بلا کسی معاوضہ کے انہیں چھوڑ دیں یا ان سے کچھ فدیہ لے کر آزاد کر دیں۔ چنانچہ سورۃ محمد میں مذکور ہے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا.

جب تم کافروں سے مقابلہ کرو تو گردنیں مارو یہاں تک کہ جب خونریزی ہو چکے تو انہیں گرفتار کر لو، پھر یا احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا فدیہ لے لو۔ یہاں تک کہ لڑائی بالکل ختم ہو جائے۔

دشمنان اسلام کا ایک شبہ:

دشمنان اسلام کا اس آیت پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کو حکم یہ دیا گیا ہے کہ جہاں کفار کو پائیں، قتل کر ڈالیں۔ لارڈ کریمر نے بھی ایک بار مصر میں تقریر کرتے ہوئے قرآن پاک پر یہی اعتراض کیا تھا حالانکہ یہ اعتراض دشمنوں کی جہالت کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ آیت ہر ایک کافر کے لیے نہیں ہے۔ یہ صرف ان کافروں کے لیے ہے جو اسلام کے خلاف صفت آراء ہوں اور کسی میدان میں ان سے مڈھ بھیڑ ہو رہی ہو۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ کفار کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) مستامن یا ذمی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی حکومت میں آ جاتے ہیں، ان کو تمام عدالتی اور شہری حقوق مسلمانوں کے برابر ملتے ہیں اور اسلامی حکومت پر ان کے جان و مال کی حفاظت ضروری ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی ان کے جان و مال پر دست درازی کرے تو مسلمانوں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ انہیں بچانے کے لیے خود جنگ کریں۔ (۲) معاہد۔ ان کا حکم یہ ہے کہ جب تک یہ اپنے عہد پر قائم رہیں، ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ (۳) محارب۔ ان کا وہی حکم ہے جو آیت میں مذکور ہوا اور عقل صحیح بھی اسی کو چاہتی ہے کہ دشمن کا زور ہر طرح سے توڑ دیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ ششم۔ معاہدوں کا پورا کرنا اور خیانت کا حرام ہونا:

لڑائی اور صلح میں معاہدوں کو پورا کرنا اتنا ہی سخت ضروری ہے جتنا کہ دوسرے موقعوں پر۔ معاہدات کے سلسلے میں کسی قسم کی خفیہ یا ظاہری خیانت قطعی حرام ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ کسی کی رکھی ہوئی امانت میں خیانت کرنا حرام ہے۔ اس بارے میں اتنی کثرت سے آیتیں موجود ہیں کہ انہیں دیکھ کر اس کی گنجائش بالکل نہیں نکلتی کہ کسی طرح فریب اور دھوکا دے کر عہد شکنی کی جائے یا طاقت حاصل ہونے کے بعد معاہدوں کو پامال کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ کی چند آیات ملاحظہ ہوں۔

وَاَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا.

اور عہد کو پورا کرو جب تم خدا سے عہد کر چکو اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو۔

اس آیت میں دونوں باتیں جمع کر دی گئی ہیں۔ عہد پورا کرنے کا حکم بھی ہے اور عہد شکنی کی ممانعت بھی ہے۔ پھر اس مضمون کی تاکید ایک مثل کے ذریعہ سے کر دی گئی جسے ہم اس لیکچر کے شروع میں لکھ چکے ہیں۔ یعنی:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا. تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ.

اور اس عورت کی طرح نہ بن جاؤ جو سوت کاتنے کے بعد اس کو خود ہی توڑ ڈالتی ہے۔ اپنی قسموں کو باہمی دھوکے کا ذریعہ نہ بناؤ اس خیال سے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے زیادہ فائدہ میں رہے۔

ایک جگہ ایمانداروں کی تعریف میں ارشاد ہے۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا. اور اپنے عہدوں کو پورا کرتے ہیں جب عہد باندھ لیتے ہیں۔

جب یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کی تھی تو خدا نے ان کی مذمت کی اور انہیں بدترین حیوان قرار دیا۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ.

بے شک، بدترین حیوان وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا، پس وہ ایمان نہ لائیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے، یہ لوگ وہی ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا ہے مگر وہ اپنا عہد ہر دفعہ توڑ دیتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے۔

پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ان مشرکین نے عہد شکنی کی ہے ان کے معاہدہ کو توڑ دیں تو اس حکم سے ان مشرکین کو مستثنیٰ کر دیا گیا جو عہد کے پابند تھے اور خیانت کے مرتکب نہ ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ سب ایک ہی گھرانے اور ایک ہی قوم و مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ.

ہاں وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کیا اور انہوں نے پابندی عہد میں کوئی کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی کو مدد نہیں پہنچائی تو ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کر دو۔ بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ. اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ.

مشرکین کا معاہدہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک باقی کیسے رہ سکتا ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے قریب معاہدہ کیا۔ بس جب تک وہ لوگ اس پر قائم رہیں تو تم بھی اس کی پابندی کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

عہد کی پابندی پر اس قدر زور دیا گیا کہ ہمارے لیے یہ بھی جائز نہیں قرار دیا گیا کہ ان کافروں کے مقابلہ میں جن سے معاہدہ ہو چکا ہے، ہم اپنے ان مسلمان بھائیوں کی مدد کریں جو ہماری حکومت میں داخل نہیں ہیں۔ چنانچہ جن مسلمانوں نے ہجرت نہیں کی تھی، ان کے حق میں ارشاد ہوا۔

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر مسلمان تم سے دین کے معاملہ میں مدد مانگیں تو تم ان کی مدد کرو۔ مگر ان لوگوں کے مقابلہ میں نہیں جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے۔

اللہ اکبر! عہد پورا کرنے کی کتنی سخت تاکید ہے، کیا کسی مذہب وملت میں اس کی نظیر مل سکتی ہے؟

قاعدہ ہفتم۔ اسلامی جزیہ کی حقیقت:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ.

ان لوگوں سے جنگ کرو جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان نہ لاتے ہوں اور خدا اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہ کرتے ہوں اور نہ سچے دین کے تابع ہوں، اہل کتاب میں سے یہاں تک کہ وہ کشادہ ہاتھ سے چھوٹے بن کر جزیہ ادا کریں۔

جزیہ کے متعلق خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے حاصل کرنے سے جنگ نہیں چھیڑی جاتی ہے بلکہ جب خاص وجوہ سے جنگ چھڑ جاتی ہے تو اس کا خاتمہ یونہی ہوتا ہے کہ دشمن مغلوب ہو کر جزیہ دینا منظور کر لیں۔ لہٰذا جزیہ جنگ کا سبب نہیں، بلکہ جنگ شروع کرنے کے اصل اسباب وہی ہیں جو پہلے بیان ہوئے یعنی یہ کہ کافروں نے اسلامی ملک پر چڑھائی کر دی ہو یا کسی دینی معاملہ میں مدافعت کی ضرورت ہو یا تمہاری سلامتی وآزادی کے لیے خطرہ بن چکے ہوں۔ پس جب ایسے وجوہ موجود ہوں گے تو جنگ کی جائے گی اور اس کا خاتمہ اس وقت ہوگا جب کہ حکومت اسلامیہ کے لیے خطرہ باقی نہ رہے گا اور دشمن جزیہ دے کر اپنی مغلوبیت تسلیم کر لیں۔ لیکن جزیہ کے لیے بھی دو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط قرآن پاک نے عین بد کے لفظ سے بیان فرمائی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جزیہ اسی وقت لگایا جائے گا جب کہ مغلوب قوم اس کے ادا کرنے کی استطاعت رکھتی ہو اور اگر اسے قدرت نہیں تو جزیہ کے لیے ظلم وزبردستی نہ کی جائے۔ دوسری شرط صاغرون کے لفظ سے ظاہر فرمائی ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ جزیہ ادا کرنے والوں کی قومی حیثیت، شوکت اسلامی کے مقابلہ میں پست ہونی چاہیے اور انہیں اسلام کی سیادت وحکومت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ وہ لوگ جب حکومت اسلامی کے ماتحت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوجائیں گے تو انہیں اس کا موقعہ ملے گا کہ اسلام کی خوبیوں، اسلامی حکومت کے عدل و انصاف اور اس کے شریفانہ عالمگیر قانون کو دیکھیں۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی توفیق بخشی تو دین الٰہی کی حکومت صرف جسموں پر نہیں بلکہ روحوں اور دلوں پر بھی قائم ہوجائے گی اور انسانوں کے ایک بڑے گروہ کو نجات کا راستہ مل جائے گا۔ اور اگر وہ لوگ مسلمان نہ ہوئے تو بھی اس صورت میں انہیں یہ بڑا فائدہ رہے گا کہ وہ اسلام کے منصفانہ قوانین کے زیر سایہ اپنی زندگی بسر کریں گے اور مسلمانوں کو ان سے جانی اور مالی نقصان کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا۔

جزیہ دینے کے بعد ان کی حمایت و حفاظت حکومت اسلامی پر فرض ہوجاتی ہے۔ اگر انہیں کوئی ستائے یا ان کے دینی معاملہ میں مداخلت کرے تو ان کی طرف سے اسلامی حکومت جنگ کرے گی۔ اور ان کے دینی اور ملکی حقوق ہر ممکن صورت سے محفوظ رکھے گی۔ عدالت اور قانون کی نظر میں ان کی اور مسلمانوں کی حیثیت بالکل ایک ہوگی۔ انہیں وجوہ سے ان لوگوں کو ذمی یا اھل ذمہ کہا جاتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے حقوق کی حفاظت اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ ہے اور ہر اسلامی سلطنت کا فرض ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو حتی الامکان پورا کرے۔

ہم یہاں اسلامی تاریخ کے دو واقعے درج کرتے ہیں جن سے یہ بات پوری روشنی میں آجائے گی کہ جزیہ ان ٹیکسوں کی طرح نہیں ہے۔ جن کو فاتحین اپنے مالی نفع کے لیے مفتوح قوم پر لگادیا کرتے تھے بلکہ اس کی تحصیل محض اس لیے ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے مفتوح قوم کے جان و مال اور حقوق کی حفاظت کی جائے۔

۱۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فرات میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے تو آپ نے نصلو با ابن نسطونا کو حسب ذیل معاہدہ لکھ کر دیا۔

''خالد بن ولید کی طرف سے نصلو با ابن نسطونا اور اس کی قوم کے نام یہ تحریر ہے کہ میں نے تم سے ''جزیہ اور حفاظت'' پر معاہدہ کیا ہے۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ جزیہ ادا کرو اور ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم تمہارے حقوق کی حفاظت کریں۔ ہم جب تک تمہاری حفاظت کرسکیں گے اس وقت تک جزیہ ادا کرنا تم پر ضروری ہوگا اور اگر ہم حفاظت نہ کرسکیں تو تمہیں اختیار ہے کہ جزیہ نہ دو۔''

یہ تحریر نہایت صفائی کے ساتھ بتا رہی ہے کہ جزیہ اسی قوم کے فائدے کے لیے ہے۔ اسلامی سلطنت اپنے فائدہ کے لیے کسی قوم سے کچھ نہیں لیتی۔

۲۔ اس قانون کی تائید صحابہ کرام کے عمل سے بھی ہوتی ہے۔ بلاذری نے فتوح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البلدان اور ازدی نے فتوح الشام میں حسب ذیل واقعہ لکھا ہے۔

جب واقعہ یرموک پیش آیا تو صحابہ کرام جو شہر حمص پر قابض تھے، انہیں مجبوراً کچھ دنوں کے لیے شہر چھوڑنا پڑا۔ اس وقت انہوں نے جزیہ کی تمام رقم واپس کر دی جو اہل شہر سے وصول کی تھی اور ان سے یہ صاف صاف کہہ دیا کہ ہم نے جزیہ کی رقم تمہاری ہی حفاظت کے لیے لی تھی، چونکہ اب ہم جا رہے ہیں اور تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے اس لیے یہ رقم واپس ہے۔ حمص کے یہود و نصاریٰ، اسلام کے اس بے نظیر قانون پر سخت متعجب تھے اور جب صحابہ روانہ ہوئے تو اہل شہر روتے تھے اور کہتے تھے کہ مسلمانو! خدا تمہیں جلد واپس لائے۔

جنگ کے متعلق یہ جتنے قرآنی ارشادات ہیں، انہیں پڑھ جایئے اور انصاف سے بتلایئے کہ جنگ جو انسانی تباہی کے مترادف سمجھی جاتی ہے، کیا قرآن نے اسے عام انسانوں کے لیے رحمت اور غریبوں اور کمزوروں کے لیے امن و راحت کا ذریعہ نہیں بنا دیا؟ کاش! دنیا قرآن کو پڑھے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرے تو عالم کی بے چینی دور ہو جائے اور یورپ کے خون آلود مطلع سے امن و سکون کی بوندیں برسنے لگیں۔

یہ حقیقت بھی ہر وقت پیش نظر رہے کہ یہ اصول اس نبی نے پیش کیے ہیں جو اُمّی تھے، حضورؐ نے کسی انسان سے بھی تعلیم نہیں حاصل کی تھی، کوئی کتاب نہیں دیکھی تھی، سیاست عالم کا مطالعہ نہیں کیا تھا، کیا ان حقائق کے ہوتے ہوئے اس ذات گرامی کی نبوت میں کسی قسم کا شک باقی رہتا ہے؟ ہرگز نہیں! بے شک! وہ اللہ کا پیارا نبی ہے، اس کا سچا رسول ہے، اس نے جو کچھ بتلایا وہ وحی الٰہی ہے، انسان کی گھڑی ہوئی بات نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور عورتوں کے حقوق

اسلام سے پہلے عورتیں نہایت مظلومی کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔ تمام قوموں میں ان کا درجہ حیوانوں سے بھی کم سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ اہل کتاب کے ہاں بھی ان کے ساتھ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ ان کو مذہبی حلقوں میں بہت برے برے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ لیکن جب دنیا میں آفتاب اسلام طلوع ہوا اور خدا تعالیٰ نے خاتم النبیین کو بالکل کامل (مکمل) شریعت دے کر مبعوث فرمایا تو قانون اور عملی حیثیت سے ان کو وہ تمام حقوق مل گئے جو مردوں کو ملے تھے۔ صرف وہ حقوق جو عورت کی فطرت وطبیعت کے مخالف ہیں اور مردوں کی فطرت کے موافق، انہیں مردوں ہی کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا اور ساتھ ہی اس کی سخت تاکید کی گئی کہ عورتوں کی عزت کی جائے ان کے ساتھ رحم اور نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ اس امر میں جتنی زیادہ تاکید کی گئی ہے آپ اس کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے لگا سکتے ہیں۔ مَا اَکْرَمَ لِنِسَاءَ اِلَّا کَرِیْمٌ" وَلَا اَھَانَھُنَّ اِلَّا لَئِیْمٌ. شریف ہی عورتوں کی عزت کرتا ہے اور سوائے کمینہ شخص کے ان کی تذلیل اور کوئی شخص نہیں کرتا ہے۔ (اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب ان عظیم الشان انقلابات پر غور کرتے تھے جو اسلام کی برکت سے عرب میں ہو گئے تھے تو وہ حیران رہ جاتے تھے۔ کیونکہ اسلام سے پہلے عرب میں کفر وشرک، بداخلاقی، بدکاری، توہم پرستی اور جہالت کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا تھا اور اسلام کے بعد یہ منظر سامنے تھا کہ ہر طرف ایمان وحسن عمل کی روشنی جلوہ گر ہے، ہر سمت علم وحکمت کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ ہر چہرہ سے خوش اخلاقی اور تقویٰ وتقدس کا نور آشکار ہے۔ وہ ان انقلابات کو دیکھتے تھے اور پکار اٹھتے تھے کہ بے شک یہ تمام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل ہیں۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی زنجیروں کی گرفت اس وقت کمزور ہو جائے گی جب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو حالت جاہلیت سے ناواقف ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو جاہلیت کی گمراہی کا علم نہیں ہے، وہ دولت اسلام کی کما حقہ قدر نہیں کرسکیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عمر فاروق اعظمؓ تمام دنیا کی قوموں اور ملکوں پر نظر فرماتے تو اسلام کی فضیلت صرف زمانہ جاہلیت ہی کے مقابلہ میں نہ پیش فرماتے کیونکہ اسلامی تہذیب وتمدن، اسلامی اصلاح وترتیب صرف جاہلیت کے مقابلہ میں نہیں بلکہ تمام مذہبوں اور تمام زمانوں کے مقابلہ میں اتنی ہی زیادہ روشن ہے جتنا کہ آفتاب، دوسرے ستاروں کے مقابلہ میں۔ پھر یہ کہ اسلامی اصلاح کسی خاص قوم اور فرقہ تک محدود نہیں بلکہ وہ دنیا کے تمام انسانوں، عالموں اور جاہلوں، بادشاہوں اور محکوموں، نوجوانوں اور بوڑھوں، مردوں اور عورتوں کی اصلاح وترقی کے لیے بے مثال تعلیمات پیش کرتی ہے۔ اس لیکچر میں ہم ان ہدایتوں کو پیش کریں گے جو عورتوں اور ان کے حقوق سے متعلق ہیں۔

اسلام سے پہلے عورتوں کی حالت:

اسلام سے پہلے عورتیں جانوروں اور جائدادوں کی طرح خریدی اور بیچی جاتی تھیں انہیں زنا اور بدکاری پر مجبور کیا جاتا تھا۔ ان کے مال کی میراث تقسیم ہوتی تھی مگر انہیں خود مال میراث میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ لوگ ان کے مال کے مالک بن جاتے تھے مگر وہ خود کسی چیز کی مالک نہیں بن سکتی تھیں۔ شوہروں کو اختیار تھا کہ عورتوں کے مال کو جس طرح چاہیں، صرف کریں مگر عورتوں کو یہ بھی حق نہ تھا کہ اپنا یا اپنے شوہر کا مال بلا اجازت خرچ کرسکیں۔ بعض ملکوں میں ان باتوں میں بڑا اختلاف تھا کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح غیر فانی روح رکھتی ہیں یا نہیں؟ عورتوں کو دینی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟ عورتوں کی عبادت قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ عورتیں جنت میں داخل ہوں گی یا نہیں؟

روم کی ایک مذہبی جماعت نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ عورت ایک ناپاک حیوان ہے جس میں انسانی روح موجود نہیں ہے لہٰذا اس کو عبادت میں شامل نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بھی فتویٰ تھا کہ عورت کا منہ کتے اور اونٹ کی طرح باندھ دینا چاہیے تاکہ وہ ہنس نہ سکے کیونکہ وہ شیطان کا جال ہے۔ بعض قدیم شریعتوں نے باپ کے لیے یہ جائز کردیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو فروخت کرے۔ بعض عربوں کے نزدیک باپ کو یہ حق تھا کہ اگر اپنی بیٹی کو قتل کردے تو اس سے نہ قصاص لیا جائے گا اور نہ خون بہا وصول کیا جائے گا۔ اور یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ تمام اہل عرب کے نزدیک دختر کشی کوئی جرم نہ تھا۔ پھر بعض قبائل میں یہ قانون بھی موجود تھا کہ شوہر اپنی بیوی کو قتل کردے تو اس کو کسی قسم کی سزا نہیں دی جاسکتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی روشنی:

عورت کی زندگی انہیں مظالم کا تختہ مشق بنی ہوئی تھی کہ مذہب فطرت (اسلام) کی روشنی نمودار ہوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو وہ تمام حقوق عطا فرمائے جو اس کی فطرت کے لیے ضروری اور مفید تھے۔ آپ نے قانون قرآن کے مطابق یہ فیصلہ فرمایا کہ عورت محکوم نہیں ہے بلکہ مرد کی طرح آزاد ہے۔ وہ مال و دولت کی مالک بن سکتی ہے اور اپنے مال کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر سکتی ہے۔ وہ خود اپنے مال کی مالکہ ہے، اس کے مال کا مالک شوہر نہیں بلکہ خود اس کو مالکانہ حقوق حاصل ہیں۔ جس طرح مردوں کو وراثت ملتی ہے، اسی طرح وراثت میں اس کا بھی ایک خاص حصہ مقرر ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے عورت کا مزید حق اس طرح مقرر کر دیا کہ شوہر پر بیوی کا مہر اور نان و نفقہ، فرض کر دیا، خواہ عورت مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ پھر خرید و فروخت، صدقہ و ہبہ میں عورت کو مختار بنایا۔ اسے یہ بھی حق دیا کہ قرض وغیرہ کا معاملہ کر سکے اور اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے عدالت میں دعویٰ بھی کر سکے۔ الغرض اس بے کس و بے بس مخلوق کی تمام مجبوریوں کو دور کر کے اسے اتنا آزاد اور خود مختار بنایا کہ دنیائے انسانیت میں وہ سر بلند و معزز ہو کر زندگی بسر کر سکے۔ اس مسئلہ کی تفصیل ہم دس عنوان کے ماتحت کرتے ہیں۔

ا۔ انسانوں میں عورت کا درجہ:

فرنگیوں کے بعض حلقوں میں یہ عام خیال پھیلا ہوا تھا کہ عورت کا شمار چوپایوں یا شیاطین میں ہے اور وہ انسانی گروہ میں ہرگز داخل نہیں ہیں۔ بعض لوگ تو اس خیال پر مضبوطی سے قائم تھے اور بعض لوگ شک و تذبذب میں تھے۔ یہاں تک کہ قرآن آیا اور اس نے صاف صاف بتایا کہ عورت انسان ہے اور انسانیت میں بھی اس کو یہ بلند درجہ حاصل ہے۔ بغیر اس کے انسانی دنیا قائم نہیں رہ سکتی۔ قرآن نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ.

اے بنی نوع انسان! ہم نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں خدا کے نزدیک زیادہ شریف وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاءً.
اے انسانو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔

۲۔ مذہبی امور میں عورت کا حصہ:

یورپ میں یہ خیال بھی رائج تھا کہ مذہب کی مقدس تعلیمات محض مردوں کے لیے ہیں، عورتیں کسی دینی کام میں حصہ نہیں لے سکتیں حتیٰ کہ انجیل مقدس کی تلاوت بھی ان پر حرام ہے۔

جب اسلام آیا تو اس نے بتایا کہ دینی احکام کے پابند مرد اور عورت دونوں ہیں۔ قرآن کی تعلیمات دونوں جنسوں کے لیے ہیں، چنانچہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن کریم اور دیگر مذہبی کتب میں مومنین کے ساتھ مومنات کا ذکر مسلمین کے ساتھ مسلمات کا ذکر سینکڑوں مقامات پر ہوا ہے۔ اسی طرح واقعات کو دیکھیں تو مذہبی کارناموں میں عورت کو بہت بلند مقام پر پائیں گے۔ مثلاً (۱) خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے ایک عورت (حضرت خدیجہؓ) کا نام آتا ہے۔ (۲) قرآن پاک میں عورتوں کی بیعت کے متعلق جو خاص آیت اتری، اس کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر مردوں سے بھی بیعت لی۔ (۳) جب قرآن پاک ایک جلد میں باضابطہ جمع کیا گیا تو ایک عورت یعنی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا گیا اور خلیفہ اول کے وقت سے لے کر خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک تک انہیں کے ہاں رکھا رہا۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں ان کے ہاں سے قرآن پاک لیا گیا اور اسی نسخہ پر سب سے زیادہ اعتماد کیا گیا اور اس کی نقلیں نہایت اعتماد اور وثوق سے اسلامی ممالک میں بھیجی گئیں، آج جو قرآن کریم ہمارے پاس ہے وہ اسی قرآن کی صحیح نقل ہے جو حضرت حفصہؓ کے پاس عرصہ تک محفوظ رہا۔

۳۔ عورت اور دائمی زندگی:

کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ عورت کی روح فانی ہے لہٰذا وہ مردوں کے ساتھ جنت کی نعمتوں سے لذت نہیں اٹھا سکتی۔ اسی خیال کی بنا پر انہوں نے مذہبی احکامات کی پابندی عورتوں پر نہیں رکھی۔ اس خیال کے برخلاف قرآن پاک نے جس طرح مردوں کی روحوں کی بابت یہ فرمایا کہ ان کو دائمی عذاب یا دائمی آرام نصیب ہوگا اسی طرح عورتوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَا اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتَابِ. مَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا يُجْزَبِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا.

تمہاری اور اہل کتاب کی محض آرزوؤں اور تمناؤں سے کچھ نہیں ہوتا ہے (صاف بات یہ ہے) کہ جو شخص بھی بدی کرے گا وہ سزا پائے گا اور خدا کے مقابلہ میں کسی کو یاور و مددگار نہ پائے گا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا.

اور جو انسان اچھے کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان دار بھی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور ذرا بھی اس کی حق تلفی نہ ہوگی۔

سورۃ عمران کے آخر میں فرمایا:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ. فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ.

پس ان کے پروردگار نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہ کروں گا خواہ مرد ہو یا عورت اور تم دونوں تو ایک جنس کے ہو۔ پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انہیں میری راہ میں ستایا گیا اور انہوں نے میری راہ میں جہاد کیا پھر قتل کر دیئے گئے۔ تو میں ان تمام لوگوں کی خطاؤں کو مٹادوں گا۔ اور یقیناً ایسی بہشت میں داخل کروں گا جس میں نہریں جاری ہیں۔ یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ان کے نیک کاموں کا بدلہ ہے۔ اور خدا کے پاس بہترین انعام و جزا ہے۔

یہاں صرف یہ دو آیتیں پیش کی گئی ہیں۔ اسی قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جن میں تصریح ہے کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی بہشت میں داخل ہوں گی اور وہاں کی نعمتوں سے ہمیشہ ہمیشہ لطف اٹھائیں گی۔

۴۔ عورت اور قومی خدمت:

بعض جگہوں میں عورت اتنی ذلیل سمجھی جاتی تھی کہ وہ مردوں کے ساتھ کسی کام میں حصہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں لے سکتی تھی۔ نہ وہ عبادت گاہوں میں جا سکتی تھی نہ ادبی مجلسوں میں شریک ہو سکتی تھی، نہ قومی معاملات میں دخل دے سکتی تھی، نہ سیاسی کام کر سکتی تھی الغرض وہ ہر قسم کے تعمیری اور اصلاحی کاموں میں حصہ لینے سے روکی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ قرآن آیا اور اس نے بد قسمت عورت پر سے تمام ناجائز پابندیوں کو مٹا دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْ مُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ. اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ.

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، یہ سب مل کر نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔ اور خدا اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ عنقریب خدا ان پر رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے۔ اس آیت میں مومن عورتوں کو مومن مردوں کا مددگار بتایا گیا ہے۔ لہٰذا قرآنی تعلیم کے مطابق ضروری ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں عورتیں مردوں کی مدد کریں حتیٰ کہ جنگ و جہاد میں بھی مردوں کے ساتھ حصہ لیں خواہ وہ تلوار اور بندوق سے دشمنوں کا مقابلہ نہ کریں لیکن ان پر واجب ہے کہ مجاہدین تک کھانا پانی پہنچانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کریں۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ دیکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام مذہبی اور قومی کاموں میں عورتیں کس قدر سرگرمی اور جوش سے حصہ لیتی تھیں۔ نماز باجماعت کے لیے مسجدوں میں حاضر ہوتی تھیں، مردوں کے ساتھ حج کرتی تھیں، نہایت جرات سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتی تھیں حتیٰ کہ بعض عورتیں حضرت عمر فاروق ؓ جیسے جلیل القدر و بارعب خلیفہ کو برسر منبر ٹوک دیتی تھیں اور ان کی ٹھیک بات کے سامنے حضرت فاروق اعظم ؓ تک اپنا سر جھکا دیتے تھے۔

یہ آیت جو اوپر لکھی گئی ہے، اس کے بعد ہی خداوند کریم نے مومن مرد اور عورتوں کے لیے جن بلند مرتبوں اور اونچے درجات کا وعدہ فرمایا ہے، اسے بھی ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ. وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ.

اللہ تعالیٰ نے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کے لیے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ایماندار اس میں ہمیشہ رہیں گے اور باغات بہشت میں ستھرے مکانات کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت، ان کے لیے خدا کی رضامندی اور خوشنودی ہوگی۔ عظیم الشان کامیابی یہی ہے۔

۵۔ عورت اور مال وراثت:

دنیا کے اکثر حصہ میں عورت مال وراثت سے بالکل محروم رہتی تھی۔ میت کا مال صرف مردوں میں تقسیم ہو جاتا تھا اور یہ دکھیا اور بیکس اپنی بدقسمتی پر رونے کے لیے زندہ رہتی تھی اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے بالکل مردوں کے محتاج رہتی تھی کیونکہ مال وراثت کے علاوہ اگر ان کے پاس کوئی جائداد اور دولت ہوتی تو اسے صرف کرنے کا اس کو کوئی حق نہ تھا۔ جب اسلام آیا تو اس نے اس ظلم وستم کا پردہ چاک کر دیا۔ عورت کو مالک اور خودمختار بنایا اور اس مظلوم کو اجازت بخشی کہ شرعی حدود میں رہ کر اپنے مال کو اپنی مرضی کے مطابق صرف کرے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا.

والدین اور رشتہ دار جو کچھ چھوڑ کر مریں، اس میں مردوں کا حصہ ہے اور اس طرح عورتوں کا بھی حصہ ہے خواہ وہ کم مال چھوڑیں یا زیادہ۔ یہ مقرر کردہ حق ہے۔

لِلرِّجَالِ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ.

جو کچھ مرد کمائیں وہ ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتیں کمائیں وہ انہیں کا حق ہے۔

اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے سے مسلمان عورتوں کو یہ حقوق بخش دیئے ہیں، اس کے مقابلہ میں دوسری قوموں کا مقابلہ کیجئے۔ ہر طرح کی تعلیم و ترقی کے باوجود کچھ دنوں پہلے امریکی عورت مالکانہ حق سے محروم تھی، اسے مال خرچ کرنے کا کچھ بھی اختیار نہ تھا۔ حال ہی میں ان مدعیان تہذیب وتمدن نے ان غریبوں کو ملکیت اور تصرف کا حق بخشا ہے اور فرانس میں تو اب تک عورت مجبور و بے بس ہے، وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہ کچھ خرچ کر سکتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور نہ کسی قسم کا لین دین اور معاملہ کر سکتی ہے۔

۶۔ عورت اور نکاح:

بعض بدوی قبائل اور متمدن قوموں میں نکاح کا مطلب محض یہ تھا کہ عورت مرد کے ہاتھ پر بک جائے اور اس کی باندی بن کر رہے۔ لیکن اسلام نے اس خیال کی تردید کی اور بتایا کہ نکاح ایک دینی اور تمدنی رشتہ ہے، جس کے ذریعہ فطرت انسانی کا مقصد پورا ہوتا ہے اور انسانی نفس کا اضطراب آرام وسکون سے بدل جاتا ہے، دو روحوں میں جو محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ آگے سے بڑھ کر ایک خاندان وقبیلہ کو اپنے آغوش میں لے لیتے ہیں۔ اسی رشتہ نکاح سے انسان کی پاک محبت، کمال تک پہنچتی ہے۔ اس سے فطری شفقت کے دریا ابلتے ہیں۔ لہٰذا یہ وہ تعلق نہیں ہے جو آقا اور باندی میں ہوتا ہے بلکہ یہ خلوص ومحبت کا وہ عظیم الشان رشتہ ہے جو دو برابر کے انسانوں میں ہوتا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ.

اور خدا کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم میں سے تمہارے لیے جوڑے (عورتیں) پیدا کیے تاکہ تم اس سے چین وسکون پاؤ اور تمہارے درمیان اس نے پیار اور محبت پیدا کر دیا بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

۷۔ عورت ومرد کی مساویانہ ذمہ داری:

قرآن پاک نے نیکی اور بھلائی کی جتنی ذمہ داری مرد پر رکھی ہے، اتنی ہی عورت کو بھی سپرد کی ہے۔ بچوں کی خیر خواہی و بہبودی کے حقوق مرد اور عورت دونوں پر یکساں ہیں۔ لیکن اس ذمہ داری کے برابر ہونے کے باوجود مرد کو سرداری اس لیے عطا کی گئی کہ وہ کمانے اور روزی حاصل کرنے کی قوت زیادہ رکھتا ہے اور اہل وعیال کی محافظت عورت سے کہیں زیادہ کر سکتا ہے۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ.

مرد، عورتوں پر سردار ہیں، اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور --

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

اسی سرداری کی وجہ سے مرد پر بیوی اور بچوں کا نان ونفقہ واجب ہے۔ عورت خواہ مالدار کیوں نہ ہو، وہ نفقہ کی ذمہ دار نہیں ہے۔ نان ونفقہ کے علاوہ شوہر پر مہر بھی واجب ہے اگر نکاح کے وقت کوئی رقم مقرر کی گئی ہے تو وہی ادا کی جائے گی، ورنہ مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ یہ بات میاں بیوی کی رضامندی پر موقوف ہے کہ مہر فوراً ادا کردیا جائے یا اس کی ادائیگی موخر کردی جائے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام نے مرد وعورت کے کتنے حقوق واجب کردیئے۔ اسلام کی ان تعلیمات کے مقابلہ میں ایک بات کا ذکر لطف سے خالی نہ ہوگا۔ ''ہم غیر مسلم قوموں میں دیکھتے ہیں کہ عورت مجبور کی جاتی ہے کہ مرد کو مہر ادا کرے۔''

دنیا میں عورت پر یہ بھی ایک بہت بڑا ظلم ہوتا ہے کہ جب وہ بیوہ ہوجاتی یا اس کو شوہر طلاق دے دیتا تو اس کے رشتہ دار اسے یا تو نکاح ہی نہیں کرنے دیتے تھے یا اس کو خلاف مرضی نکاح پر مجبور کرتے تھے، قرآن پاک نے ان دونوں باتوں کو حرام قرار دیا اور اولیاء کو منع کردیا کہ عورت کو ان دونوں باتوں میں سے کسی پر مجبور نہ کریں۔

۸۔ تعداد ازدواج:

اہل عرب، بنی اسرائیل اور دیگر قوموں میں یہ رواج تھا کہ مرد جتنی عورتوں سے چاہے شادی کرلیتے۔ نکاح کے لیے عورتوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی اور نہ اس کا لحاظ تھا کہ بیویوں میں عدل ومساوات قائم رکھا جائے۔ اسی لیے لاکھوں عورتیں شوہروں کے ہوتے ہوئے بھی بدترین زندگی بسر کررہی تھیں۔ کیونکہ جن عورتوں کی طرف شوہر کی توجہ نہ ہوتی، وہ یا تو بھوکوں مرتی تھیں یا غیروں سے خفیہ تعلقات اور آشنائی کرکے بے حیائی و بدکاری میں مبتلا ہوجاتی تھیں۔ جب اسلام آیا تو اس نے اس سلسلہ میں پہلی اصلاح یہ کی کہ نکاح کے لیے عورتوں کی تعداد چار تک محدود کردی، ساتھ ہی سب سے کٹھن اور مشکل شرط یہ لگادی کہ تمام بیویوں میں عدل ومساوات کو قائم رکھا جائے۔ اور اگر کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ وہ عورتوں میں عدل قائم نہیں رکھ سکتا یا سب کو نان ونفقہ نہیں دے سکتا تو اس کے لیے واجب کردیا کہ فقط ایک ہی عورت پر قناعت کرے۔

تعداد ازدواج کی حکمتیں:

یہاں مناسب ہے کہ وہ چند حکمتیں بیان کردی جائیں جن کی بنا پر اسلام نے متعدد شادیوں کی اجازت دی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پہلی بیوی پیدائشی بانجھ ہوتی ہے یا اسے کوئی ایسا مرض ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اولاد والی نہیں ہوسکتی، ایسی صورت میں نکاح کا اصل مقصد فوت ہوجاتا ہے اور انسان مجبور ہوتا ہے کہ دوسری شادی کرے۔ (۲) عورت جب حالت حمل میں ہو تو اس سے مقاربت خود عورت کے اور نیز بچے کے لیے بہت مضر ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں طاقتور انسان جو ضبط نفس پر قادر نہ ہو۔ اس کے لیے خطرہ ہوتا ہے کہ وہ زنا میں مبتلا ہوجائے لہٰذا اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ اور نکاح کرے تاکہ گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ لیکن نکاح کے ساتھ عدل ومساوات بھی اس پر واجب ہوگا۔ (۳) بعض ممالک ایسے ہیں کہ وہاں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے دگنی یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے یا کبھی جنگ میں مردوں کی بڑی تعداد کام آجاتی ہے تو ایسی صورتوں میں اگر تعداد ازدواج کی اجازت نہ دی جائے تو عورتوں کی نصف آبادی مردوں کے بغیر رہے گی اور اس سے جو برے نتائج پیدا ہوں گے ان کے اظہار کی حاجت نہیں ہے۔

انصاف سے بتلاؤ کہ زنا کو حرام کرنے والی شریعت اور اس پر سخت سزا دینے والی شریعت کیونکہ اس کی اجازت دے سکتی ہے کہ عورتیں مردوں سے زائد ہوجائیں تو وہ زوجیت کی پرکیف زندگی سے۔ اس کی پرہیزگاری سے شوہر کی کفالت سے اور ماں بننے کے رتبہ سے محروم رہیں۔ اسلامی تعداد ازدواج پر اعتراض کرنے والو! جواب دو، کیا انسانیت کا فائدہ اس میں ہے کہ عورتوں کو بدکاری کی اجازت دے دی جائے اور اس طرح وہ اپنی عفت وعصمت لٹائیں اور طرح طرح کے بدنی امراض میں گرفتار ہوں؟ جیسا کہ ہم آج یورپ کی عورتوں اور ان کے پیچھے پیچھے چلنے والیوں کو دیکھ رہے ہیں۔

ہم نے مسئلہ تعداد ازدواج کی پوری تفصیل سورۃ نساء کی تفسیر میں کی ہے اور اپنی کتاب ''حقوق النساء فی اسلام'' میں جو دلائل اس بحث پر ہم نے پیش کیے ہیں، وہ ہر منصف مزاج انسان کو اطمینان دلانے کے لیے کافی ہیں۔ ہم نے لکھا ہے کہ تعداد ازدواج کی اجازت عدل وانصاف اور مصلحت انسانی کے بالکل مطابق ہے اس میں صرف مردوں کا فائدہ نہیں بلکہ عورتوں کا بھی بے حد نفع ہے۔ یہ بات بھی خیال کرنے کی ہے کہ تعداد ازدواج، قرآن نے واجب نہیں کیا ہے بلکہ بہت سی سخت شرطوں کے ماتحت اسے جائز قرار دیا ہے۔ پھر عورت کی اس میں حق تلفی اس طرح نہیں کہ نکاح کرنا یا نہ کرنا بالکل اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ جان لینے کے بعد کہ یہ شخص پہلے بھی ایک عورت کا شوہر ہے، اس کو اختیار ہے کہ نکاح قبول کرے یا انکار کردے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر بعض فقہا تو اس کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ نکاح کے وقت عورت یہ شرط کرسکتی ہے کہ وہ جب چاہے گی، خود اپنے آپ کو طلاق دے کر آزاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے گی۔

ان حقیقتوں کے سامنے ہوتے ہوئے کوئی عقلمند اسلامی تعداد ازدواج کے خلاف لب کشائی کی جرات نہیں کر سکتا۔

۹۔ مسئلہ طلاق:

شوہر اور بیوی کے تعلقات کا بگڑنا، باہمی رنجش و آزردگی کا پیدا ہونا، ایک دوسرے سے روٹھنا اور خفا ہو جانا، یہ سب کچھ ممکن ہی نہیں بلکہ زوجیت کی زندگی میں اکثر ہوتا رہتا ہے۔ پھر یہ تعلقات کبھی اس درجہ خراب ہو جاتے ہیں کہ ان کی اصلاح کی توقع ہی نہیں رہتی۔ میاں بیوی میں باہمی نفرت ایسی پیدا ہو جاتی ہے جس کا علاج سوائے علیحدگی اور جدائی کے کچھ نہیں ہوتا۔ یہی علیحدگی جب ایک خاص قاعدے کے ساتھ انجام پاتی ہے تو اسے طلاق کہتے ہیں۔

اسلام سے پہلے طلاق، اہل کتاب اور بت پرستوں میں رائج تھی، مگر جو اس کا طریقہ تھا، اتنا ناقص اور مذموم تھا جس سے عورت کی زندگی بجائے خوشگوار ہونے کے طرح طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں کی شکار ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ اسلام آیا اور اس نے مسئلہ طلاق کے متعلق ایسی اصلاحات پیش کیں جن کی نظیر و مثال کسی قوم کے قوانین و شریعت میں نہ تھی۔

فرنگیوں نے پہلے تو اسلام کے قانون طلاق پر خوب خوب قہقہے لگائے اور اسے ظلم و جبر بتاتے رہے، مگر جب حالات نے مجبور کیا تو خود بھی چپ چاپ قانون طلاق بنا لیا۔ لیکن چونکہ انہوں نے شریعت اسلامیہ کے مطابق طلاق کے قوانین نہیں بنائے لہٰذا یہ قوانین ان کے لیے بہت سی مشکلات کا سبب بن چکے ہیں۔ ان کی خانگی زندگی تباہ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ شوہر، بیوی اور اولاد کے بندھے ہوئے تعلقات بھی ٹوٹے جا رہے ہیں اور وہ بھی ایسی ایسی باتوں پر جنہیں سن کر ہنسی آتی ہے۔ یورپ کے اخبارات طلاق کے وجوہ میں عموماً حسب ذیل باتیں لکھتے رہتے ہیں۔ بیوی پورے سر پر بال رکھتی ہے۔ شوہر روزانہ ڈاڑھی مونچھ منڈاتا ہے یا نہیں۔ شوہر بوسے زیادہ لیتا ہے۔ شوہر غسل نہیں کرتا ہے اس لیے اس کے بدن سے بدبو آتی ہے، وہ کتاب کے مطالعہ میں زیادہ مشغول رہتا ہے، عورت ٹیلیفون پر بات کیا کرتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسلام نے نکاح کا معاملہ، مرد کے ہاتھ میں رکھا ہے اور اسی لیے طلاق کا حق بھی اسی کو دیا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ مرد کو یہ تعلق باقی رکھنے کی زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں مال و زر کا خرچ اسی کے ذمہ پڑتا ہے، پھر مہر کی ادائیگی بھی اسی پر واجب ہوتی ہے۔ علاوہ بریں قوت ضبط و صبر، معاملہ فہمی اور تدبر بھی خدا نے اسے عورتوں کی نسبت زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخشا ہے، اس سے بھی زیادہ یہ کہ خدا نے قرآن پاک میں مرد کو تاکید کر دی کہ عورت سے اگر کوئی ناپسندیدہ بات ظاہر ہو تو درگزر کرو اور باوجود ناگواری خاطر کے اسے علیحدہ نہ کرو، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

اور عورتوں کے ساتھ بھلائی سے رہو۔ اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اسی میں تمہارے لیے بہت کچھ بھلائی رکھ دے۔

مردوں کے مقابلہ میں اسلام نے عورتوں کو یہ حق دیا ہے کہ اگر شوہر میں کوئی پیدائشی عیب نکل آئے یا وہ کسی خراب بیماری میں مبتلا ہو تو قاضی کے ہاں درخواست دے کر نکاح فسخ کرا سکتی ہے اور اگر شوہر نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو تب بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے اور جب اسے طلاق مل جائے تو اس کے بعد بھی کم و بیش تین چار ماہ اس کا نان و نفقہ شوہر ہی کے ذمہ واجب رہتا ہے۔

۱۰۔ عورت کے متعلق مختلف اسلامی احکام:

قرآن نے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی اتنی تاکید فرمائی کہ عبادت الٰہی کے حکم کے ساتھ ساتھ ہی اس فرض کا اعادہ کیا گیا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے حق کی بہت زیادہ تاکید فرمائی یہاں تک کہ باپ کے حق سے ماں کا حق زیادہ قرار دیا گیا۔ پھر جن لوگوں سے صلہ رحمی کا حکم دیا، ان میں خصوصیت سے بیٹیوں اور بہنوں کی تربیت اور پرورش پر زیادہ زور دیا ہے۔ ان احکام کے علاوہ ہر عورت کا شرعی طور پر ایک ولی اور ایک کفیل مقرر کیا جو ان کی خبر گیری کرے اور اس کی ضروریات کا خیال رکھے اور اگر اس کا کوئی رشتہ دار ولی نہیں ہے تو مسلمانوں کے حکام اور امراء پر یہ فرض کیا کہ عورت کی خبر گیری کریں۔

ان تمام صراحتوں کی موجودگی میں یہ دعویٰ کرنا کسی طرح بھی بے جا نہیں کہ دنیا کا کوئی دین، کوئی شرع اور کوئی قانون ایسا نہیں ہے جس نے اسلام سے زیادہ عورتوں کو حقوق دیئے ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور غلاموں کی آزادی

قدیم زمانہ سے یہ بات چلی آتی ہے کہ طاقتور کمزوروں کو اپنا محکوم و غلام بنا لیتے ہیں اور یہ بات کچھ انسانوں کی خصوصیت ہی میں نہیں ہے بلکہ کیڑوں مکوڑوں میں بھی اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ چیونٹیوں کی کوئی فوج جب دوسری جماعت پر حملہ آور ہو کر فتح حاصل کرتی ہے تو شکست خوردہ چیونٹیوں کو پکڑ لے جاتی ہے اور انہیں گھر کے کام اور دانہ جمع کرنے پر مقرر کر دیتی ہے۔

مصری، بابلی، فارسی، ہندوستانی، یونانی، رومی، عربی اور دیگر تمام متمدن قوموں میں غلاموں کا رواج تھا۔ مگر ان تمام قوموں کا برتاؤ غلاموں کے ساتھ ایسا ظالمانہ اور وحشیانہ تھا جو انسانیت کے لیے ننگ و شرم کا باعث ہے۔ یہودی اور نصرانی شریعت بھی غلام بنانے کی اجازت دیتی تھی۔ فرنگیوں کے ہاں بھی غلامی کی رسم اٹھارویں صدی تک جاری رہی مگر اس صدی کے آخر میں حکومت امریکہ نے غلاموں کی آزادی کا اعلان کیا کہ تمام دنیا سے غلامی کی رسم مٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مگر یہ خوب واضح رہے کہ یہ اعلانات، انسانی مساوات یا غلاموں کی ہمدردی کی وجہ سے نہیں کیے گئے ہیں، بلکہ یہ اعلان کرنے والی قوموں کو اپنی خودغرضی اور ذاتی نفع پر مبنی ہیں۔ آپ اس کا فیصلہ ان انسانیت سوز اور شرمناک مظالم سے کر سکتے ہیں جو امریکہ کے سفید فام اقوام کے ہاتھوں وحشیوں اور وہاں کے اصلی باشندوں پر ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ان مظالم کی تھوڑی تفصیل بھی بیان کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، آئے دن اخبارات میں اس قسم کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ کسی سفید فام عورت کے چھو لینے پر امریکہ میں کسی حبشی کو جلا دیا گیا۔ اس کے فوطے کوٹے گئے۔ کسی صاحب بہادر کے ساتھ معمولی گستاخی پر کان کھنچوا دی گئی۔ کتوں کے ذریعے حبشیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا گیا وغیرہ وغیرہ۔

یہی حال ہمارے علمبردارن مساوات و آزادی یعنی اہل انگلستان کا بھی ہے۔ انگریز لوگ باوجود برصغیر پاک و ہند سے ہر قسم کے فائدہ اٹھانے کے بعد بھی ان کو جتنا ذلیل سمجھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہ کسی باخبر انسان پر پوشیدہ نہیں ہے۔ ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کی ایک مجلس کے لیے صدر کا انتخاب ہونے والا تھا۔ اکثر حلقوں سے اس عہدہ کے لیے ایک ہندوستانی طالب علم کا نام پیش کیا گیا۔ مگر اس پر انگریزی حلقوں میں شور محشر بپا ہوگیا۔ ہر طرف آوازیں اٹھیں کہ کالا ہندوستانی گوروں کی سوسائٹی میں کوئی عہدہ نہیں پاسکتا۔ اس واقعہ کے علاوہ یہ سب ہی جانتے ہیں کہ یورپین گرجوں میں کالا ہندوستانی (خواہ عیسائی ہی کیوں نہ ہو) نماز نہیں پڑھ سکتا۔

آفتاب اسلام کا طلوع:

آفتاب اسلام جب دنیا میں روشن ہوا تو اس کی روشن کرنوں نے تمام تاریکیوں کا پردہ چاک کرڈالا، اس کا نور دنیا کے تمام مظلوموں اور بیکسوں کے گھروں میں چمکا اور غلاموں اور باندیوں کی رنج وغم سے تاریک کوٹھڑیاں جگمگانے لگیں۔ اسلام نے غلاموں کے سر سے ظلم دور کرنے کی مہم شروع کی۔ اور غلامی کا خاتمہ کرنے کے لیے قدم اٹھایا۔ اس اہم کام میں اس نے جلد بازی سے کام نہیں لیا کیونکہ غلامی کا یکبارگی ختم کردینا اس زمانہ کے تمدنی نظام میں بالکل ناممکن تھا، اس کے علاوہ اس پر آقا اور غلام دونوں کا سخت نقصان تھا۔ آقا کا نقصان تو ظاہر تھا کیونکہ اس کی ایک قیمتی پونجی اس کی ملکیت سے نکل جاتی اور غلاموں کے نقصان کا اندازہ آپ ان واقعات سے لگاسکتے ہیں کہ جو امریکہ اور سوڈان میں غلاموں کو آزاد کردینے کے بعد پیش آئے۔ امریکہ میں جب لاکھوں غلام یکبارگی آزاد کردیئے گئے تو وہ روزی کی تلاش میں گلی گلی مارے مارے پھرنے لگے۔ اور آخر کار مجبور ہوکر اپنے پرانے آقا کے پاس آئے اور درخواست کی کہ وہ انہیں اپنی خدمت کے لیے دوبارہ غلام بنالیں۔

مصری سوڈان میں بھی یہی واقعہ پیش آیا، انگریزی حکام نے غلاموں کی معاش کے لیے مختلف راہیں نکالیں لیکن ان کو سب میں ناکامی ہوئی۔ مجبوراً انہیں یہ حکم نافذ کرنا پڑا کہ غلام اپنے اپنے مالکوں کی غلامی میں لوٹ جائیں اور ان کے مالک ان سے تمام خدمات لے سکتے ہیں، ہاں انہیں فروخت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

غلاموں کی آزادی کے متعلق اسلامی احکام

اسلام نے غلامی موقوف کرنے کے دو طریقے اختیار کئے۔ (۱) مستقبل میں نئے غلام نہ بنائے جائیں۔ (۲) پرانے غلاموں کو رفتہ رفتہ آزاد کردیا جائے تاکہ کسی کو نقصان و پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ ان دونوں طریقوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقہ اول کی تشریح:

غلام بنانے کے جتنے پرانے طریقے تھے ان تمام کو اسلام نے موقوف کردیا۔ ہاں، صرف ایک صورت باقی رکھی وہ یہ کہ جنگ کے قیدیوں کو غلام بنایا جائے۔ مگر یہ کوئی سہل اور آسان کام نہیں ہے اور نہ ظلم جاری کرنے کی کوئی ترکیب ہے۔ آپ پچھلے مضمون میں جنگ کے متعلق پڑھ چکے ہیں کہ اسلام نے جنگ کی اجازت صرف اس وقت دی ہے کہ جب ظالموں کا زور توڑنا مقصود ہو، کمزوروں اور بے کسوں کی حفاظت مطلوب ہو، فتنہ وفساد کا دور کرنا پیش نظر ہو اور امن و امان قائم کرنے کا عزم وارادہ ہو، لہٰذا جب اسلام نے خود جنگ میں انصاف وعدل کی تاکید کی ہے، زیادتی وظلم سے منع کیا ہے تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ قیدیوں کے بارے میں کوئی ظالمانہ حکم دے؟ اصل بات یہ ہے کہ اسلام نے یہ حکم نہیں دیا ہے کہ جنگ کے قیدیوں کو ضرور غلام بنالیا جائے جیسا کہ دوسری قومیں کیا کرتی تھیں۔ بلکہ ان کے متعلق خلفائے اسلام کو یہ ہدایت فرمائی کی مصلحت کے مطابق یا تو غلام بنالیں اور یا آزاد کردیں اور آزاد کرنے میں بھی دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے یا ان پر احسان کرکے بلا کسی معاوضہ کے انہیں چھوڑ دیا جائے اور یا فدیہ لے کر آزاد کیا جائے۔ فدیہ یا تو مال کی شکل میں ہو اور یا اس صورت میں کہ جو مسلمان دشمنوں کے ہاں قید ہوں، ان کو رہائی دے دی جائے۔ یہی مضمون اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ فَشُدُّوا الْوِثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً. (قید کرلو۔ اس کے بعد یا احسان کرو اور یا فدیہ قبول کرو) اس آیت سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کے لیے بس دو ہی راہیں ہیں اور ان کا غلام بنانا روا نہیں ہے لیکن دیگر احکام و معاملات کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں غلام بنانے کی قطعی ممانعت نہیں ہے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا جب کہ دوسری قوموں کے ہاں یہ قانون پوری قوت سے نافذ تھا کہ جتنے مسلمان قیدی ملیں ان کو غلام بنالیا جائے۔ ایسی حالت میں اگر مسلمانوں کو غلام بنانے کی بالکل اجازت نہ ملتی تو اس میں ان کا سیاسی، قومی اور فوجی نقصان تھا۔ اس لیے یہ بادشاہ اسلام کی رائے پر موقوف ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کا مفاد اور امن و امان کا قیام اسی میں دیکھے تو جتنے قیدی مناسب سمجھے، غلام بنائے بعض فقہاء کو اس مقام پر زبردست مغالطہ ہوا ہے وہ یہ فرما گئے ہیں کہ قیدیوں کو غلام بنانے یا آزاد کرنے کا اختیار خلیفہ یا بادشاہ کو نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ بالکل سپاہیوں اور فوج والوں کے ہاتھ میں ہے۔ ان بزرگوں کی دلیل یہ ہے کہ ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں حضورؐ نے خود حکم نہیں دیا کہ چھوڑ دیئے جائیں بلکہ مسلمانوں کو اختیار دیا کہ خواہ قید رکھیں یا آزاد کردیں لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقعہ پر جو حکم نہیں دیا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کو اختیار نہ تھا بلکہ محض مجاہدین کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے فیصلہ انہیں پر چھوڑ دیا اور یہ آپ ؐ کو پہلے ہی سے علم تھا کہ ان کا فیصلہ کیا ہوگا۔

غلام بنانے کا روشن پہلو:

سننے میں تو یہ جملہ بہت برا معلوم ہوتا ہے کہ ''مسلمان فوجیں قیدیوں کو آزاد کرنے کے بجائے غلام بنالیا کرتی تھیں'' لیکن اگر واقعات کو غور و فکر کی روشنی میں جانچا جائے تو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ غلامی ہی ان کے حق میں رحمت تھی۔ کیونکہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ بعض قبائل جن کی تعداد بہت کم ہوتی تھی، مسلمانوں سے ٹکراتے تھے اور جنگ میں ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے تھے۔ ان کے بعد بوڑھے بچے اور عورتیں باقی رہ جاتی تھیں جن کی زندگی بسر کرنے کا کوئی وسیلہ نہ ہوتا تھا۔ ایسی حالت میں انہیں بطور غلام اور باندی کے مسلمانوں کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ مسلمان ان کی کفالت کرتے، ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ ان کی آزادی کی صورت بہت جلد پیدا کر دیتے تھے۔

عورتوں کے ساتھ ایسا معاملہ اکثر ہوتا تھا کہ ان کے آقا ان سے اپنا تعلق قائم کر لیتے یا آزاد کر کے ان سے نکاح پڑھا لیتے، یہ ان عورتوں کی اور بھی خوش قسمتی ہوتی کیونکہ اس طرح وہ نہ صرف بدکاری و آوارگی سے محفوظ رہتی تھیں بلکہ آزاد مالکہ بن کر عزت و آبرو سے زندگی بسر کرتی تھیں۔

جب کسی مسلمان کے حصہ میں بچے آتے تو وہ ان کی تعلیم و تربیت میں پوری کوشش کرتا، ان کو اسلامی اخلاق و فضائل سے آراستہ کرتا، پھر اکثر و بیشتر وہ بچے بڑے ہونے کے بعد آزاد کر دیئے جاتے اور وہ تمام مسلمانوں کی طرح آزادانہ، شریفانہ اور امیرانہ زندگی بسر کرتے۔

یہ صرف خیالی باتیں نہیں ہیں بلکہ اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھو تو غلام اور ان کی اولاد کہیں مسند درس وارشاد پر متمکن نظر آئیں گے، کہیں اماموں اور مجتہدوں کی بزم میں معارف اسلامی کے موتی لٹاتے دکھائی دیں گے، کہیں فوج کی کمان ہاتھ میں لے کر فتوحات کر رہے ہوں گے، کہیں کرسی عدالت پر بیٹھ کر مقدمات فیصل کر رہے ہوں گے، کہیں تخت شاہی پر مسند آرا ہو کر جہاں بانی وحکمرانی میں مصروف ہوں گے۔ یہ ہے اسلامی غلامی جس پر مخالفین کو بڑا اعتراض ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ:

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ اسلامی غلامی بھی حقیقتاً آزادی کے مترادف ہے لیکن اس کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہم کو یہ بتاتا ہے کہ حتی الامکان قیدیوں کو آزاد ہی کرنا چاہیے۔ آنحضورؐ نے زبان سے بھی یہی ارشاد فرمایا اور عمل بھی اسی پر کیا۔ چنانچہ غزوہ بنی مصطلق، غزوہ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں جو آپ نے بے شمار قیدی ازراہ کرم و احسان رہا فرمائے۔ کتب سیرت میں ان کی تفصیل مذکور ہے۔ ان موقعوں پر حضورؐ نے یہ احسان اس لیے فرمایا کہ دشمن کسی مسلمان کو قید نہیں کر سکتے بلکہ اسلامی قوت کے سامنے بالکل بے بس ہو چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اقتدار کے موقعہ پر شریعت اسلامی نے نیکی و احسان کو ترجیح دی ہے پس نیکی اور بھلائی یہی ہے کہ قیدیوں کو بلا کسی فائدہ کی تحصیل کے محض نیکی اور احسان کی خاطر آزاد کر دیا جائے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اکثر اعرابی آنحضورؐ سے جنگ کرتے رہتے تھے لہٰذا ان کی اولاد کے متعلق مصلحت یہی تھی کہ ان کو مسلمانوں ہی میں رکھا جائے کیونکہ وہ اگر اپنے قبائل میں لوٹا دیے جاتے تو انہیں وہاں سوائے بدبختی، سنگدلی، شرک اور توہم پرستی کے کچھ حاصل نہ ہوتا، علاوہ بریں ان کے لیے یہ خطرہ بھی موجود تھا کہ یہ قتل نہ کر دیے جائیں کیونکہ عرب میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینا اور لڑکوں کو فقر کی وجہ سے قتل کر دینا روزمرہ کا مشغلہ تھا۔

دوسرا طریقہ آزادی کے احکام

۱۔ آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے:

اسلام میں آزادی انسان کا پیدائشی حق تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے۔

يَا عُمَرُ مُنْذُ كَمْ تَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَاراً.

اے عمر تم نے انسانوں کو کب سے غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔

یہ فرمان حضرت فاروق اعظمؓ کا حضرت عمر بن العاص گورنر مصر کے نام ہے جو ایک قبطی کا شکایت نامہ پہنچنے کے بعد تحریر کیا گیا تھا۔ اسی فرمان سے فقہاء نے یہ حکم نکالا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی غلامی کا اقرار کرے تو محض اقرار سے غلام نہ قرار دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص غلامی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے انکار کرے تو اس کا کہنا معتبر سمجھا جائے گا۔

۲۔ غلام بنانے پر وعید:

اسلام نے غلام بنانے کی محض ایک صورت جائز رکھی ہے اور وہ اوپر گزر چکی، یعنی یہ کہ اگر قیدی کو نہ مال لے کر چھوڑنا مناسب ہو، نہ فدیہ لے کر اور نہ بطور احسان کے، تو ایسی حالت میں امیر کو اختیار ہے کہ اسے غلام بنا دے۔ اس کے علاوہ اسلام نے غلامی کو کسی صورت میں جائز نہیں رکھا ہے۔ بلکہ آنحضورؐ نے اسے بہت بڑا گناہ بتایا ہے جیسا کہ ذیل کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثَلٰثٌ "اَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَجُلٌ" عَھِدَبِیْ ثُمَّ غَدَرَوَرَجُلٌ " بَاعَ حُرًّا ثُمَّ اَکَلَ ثَمَنَہٗ' وَرَجُلٌ" اِسْتَاجَرَ اَجِیْراً فَاِسْتَوْنیٰ مِنْہُ وَلَمْ یُعْطِم اَجْرَةٗ'.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی ہیں جن سے میں قیامت میں جھگڑوں گا ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا اور پھر اسے توڑ دیا۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد شخص کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھا گیا۔ تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا، اس سے کام پورا لے لیا اور مزدوری نہ دی۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

ثَلٰثٌ" لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْھُمْ صَلَاةً مِنْھُمْ رَجُلٌ" اِعْتَبَدَ مُحَرَّرًا.

آنحضورؐ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز خدا تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ ان تین میں سے آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس نے کسی آزاد کو غلام بنا لیا ہو۔

اس حدیث کی وعید میں وہ تمام لوگ آجائیں گے جو آزادوں پر اس طرح حکومت کرتے ہیں جس طرح آقا غلام پر کرتا ہے۔ اس حدیث میں وہ لوگ بھی داخل ہو جائیں گے۔ جو کسی آزاد کی آزادی سے انکار کر جائیں یا اس کو چھپا ڈالیں۔

۳۔ مکاتب بنانا:

اسلام نے غلامی دور کرنے کی ایک اور صورت بھی تجویز کی ہے یعنی یہ کہ غلام کو اختیار دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ مکاتب بن کر آزاد ہوجائے۔ مکاتب بننے کی صورت یہ ہے کہ اپنے آقا سے یہ بات طے کرلے کہ جب وہ ایک مقررہ رقم ادا کردے گا تو آزاد ہوجائے گا۔ قرآن نے فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ.

اور جو غلام تم سے مکاتب لینے کے لیے تیار ہوں تو تم ان کو مکاتب بنالو، اگر ان میں بھلائی دیکھو اور خدا نے جو تمہیں مال بخشا ہے، اس سے بھی ان غلاموں کی مدد کرو۔

ملاحظہ فرمایئے کہ اس آیت میں مالکوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ غلاموں کو مکاتب بنالیا کریں اور ان کی مالی امداد بھی کریں۔ اب مدد کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) اپنے پاس سے کچھ مال دے دیں۔ (۲) بعض قسطیں معاف کردیں۔ (۳) بالکل معاف کردیں۔ یہ تمام صورتیں اس لیے بنائی گئی ہیں تاکہ غلام جلد از جلد آزادی پاجائے۔

آیت مذکورہ بالا میں دو حکم ہیں۔ (۱) مکاتب بنالو۔ (۲) مالی امداد کرو۔ بعض علماء نے تصریح کی ہے، یہ دونوں حکم وجوب کے لیے ہیں یعنی اگر غلام مکاتب بننے پر آمادگی ظاہر کردے تو مالک پر یہ دونوں باتیں ضروری ہوجاتی ہیں اور بعض علماء کا بیان یہ ہے کہ مکاتب کا حکم تو افضلیت پر محمول ہے اور امداد کا وجوب پر۔ یعنی مکاتب بنانا تو افضل ہے لیکن اس کے بعد غلام کی امداد واجب ہوجاتی ہے۔ ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے حکم کو واجب سمجھتے تھے۔

۴۔ دارالاسلام میں نقل مکانی:

غلاموں کی آزادی کے لیے اسلام نے ایک بڑی سہولت یہ بھی پیدا کی ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی غلام دارالکفر سے نکل کر دارالاسلام میں چلا جائے تو آزاد ہوجاتا ہے اور اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اس کی آزادی تسلیم کرلے۔

۵۔ کئی آقاؤں کے غلام کی آزادی:

اللہ نے غلامی کو دور کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی پیدا کردیا ہے کہ اگر ایک غلام میں کئی آقا شریک ہوں اور ان میں کسی ایک نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو وہ غلام بالکل آزاد ہوجاتا ہے بشرطیکہ اس کے پاس مال ہو اور باقی شریکوں کو اپنی قیمت ادا کرسکے۔ اس مضمون کو متعدد حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے ایک حدیث ہم یہاں لکھتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ اَعْتَقَ نَصِیْباً لَهٗ فِیْ مَملوکٍ فخلاصه عَلَیْهِ فِیْ مَالِهٖ اِنْ کَانَ لَهٗ مَالٌ" وَاِلَّا قُوِّمَ عَلَیْه فَاسْتُسْعِیَ بِهٖ غَیْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَیْه.

جس شخص نے کسی غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو غلام بقیہ مال ادا کر کے فوراً آزاد ہو سکتا ہے اور اگر اس کے پاس مال نہیں تو اس کی قیمت کا اندازہ کیا جائے پھر اس کی محنت دکمائی میں سے وہ قیمت وصول کر لی جائے مگر کسی قسم کی زیادتی نہ ہونے پائے۔

۶۔ ظلم کرنے پر آزادی:

اسلام نے غلام کی آزادی کے لیے ایک راہ یہ بھی کھول دی ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو بہت ستائے یا اس کی صورت بگاڑ دے یا اس کو خصی کر دے تو غلام آزاد ہو جاتا ہے۔ اس حکم کے ثبوت کے لیے واقعات ذیل پیش ہیں۔ (۱) امام احمدؒ نے روایت فرمائی ہے کہ زنباع ابو روح ؓ نے اپنے ایک غلام اور باندی کو ساتھ ساتھ کہیں دیکھ لیا، انہیں بڑا غصہ آیا۔ انہوں نے غلام کی ناک اور اس کا خاص عضو کاٹ ڈالا۔ وہ غلام دربار رسالت میں شکایت لے کر حاضر ہوا۔ حضورؐ نے ابو روح ؓ سے واقعہ پوچھا تو انہوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا تو آنجنابؐ نے اس غلام سے فرمایا "بس جلد جا اب تو آزاد ہے۔" (۲) ابو داؤد شریف میں یہ روایات موجود ہے کہ ایک غلام آنحضورؐ کی خدمت میں چیختا ہوا حاضر ہوا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا، کیا معاملہ ہے؟ غلام نے عرض کیا کہ میرے آقا نے مجھے ایک لونڈی کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تو اس نے مجھے خصی بنا ڈالا۔ آنحضورؐ نے اس کے آقا کو تلاش کرایا مگر وہ کہیں بھاگ گیا۔ جب وہ نہ ملا تو حضورؐ نے غلام سے فرمایا کہ "تو آزاد ہے"۔ (۳) جامع الاصول میں یہ روایت موجود ہے۔ مَنْ مَثَّلَ بِعَبْدِهٖ عُتِقَ عَلَیْهِ. جو شخص اپنے غلام کی صورت بگاڑ دے تو اس کا غلام آزاد ہے۔

(۱) صحیحین میں سوید بن مقرن سے روایت ہے کہ آنحضورؐ کے زمانہ میں ہم لوگوں کے پاس محض ایک باندی تھی۔ اتفاقاً ہم میں سے کسی نے اسے ایک پتھر مار دیا۔ حضورؐ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے ہاں اس کے سوا کوئی خدمتگار نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اچھا جب تک ضرورت ہے اسے اپنے ہاں رکھو پھر آزاد کر دینا۔ (۲) مسلم شریف میں ہے۔ ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی۔ چونکہ میں غصہ میں بھرا ہوا تھا اس لیے اس کا کچھ خیال نہ ہوا۔ پھر جب وہ آواز قریب ہوئی تو میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، اے ابو مسعود! اے ابو مسعود! (یہ سنتے ہی میرے ہاتھ سے کوڑا گر پڑا) تجھ کو اس غلام پر جتنا اقتدار ہے اللہ تعالیٰ کو اس سے بہت زیادہ قدرت تجھ پر حاصل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اس کو خدا کے لیے آزاد کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو جہنم کی آگ تجھ کو جھلس ڈالتی۔ یہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمانہ تعلیمات کا ایک بہت ہی مختصر حصہ ہے، کہاں ہیں ارباب کلیسا؟ انصاف سے ان تعلیمات کو ملاحظہ کریں اور پھر بتائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سختی، زیادتی، تشدد کا الزام لگاتے ہیں کیا وہ کسی درجہ میں صحیح ہے؟

۸۔ تدبیر۔

آزادی کی ایک صورت یہ بھی اسلام نے تجویز کی ہے کہ غلام یا باندی کو مدبر بنا دیا جائے۔ تدبیر کا مفہوم یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے یہ کہے کہ تو میرے دنیا سے گزر جانے کے بعد آزاد ہے۔ اس کہنے کے بعد غلام مدبر ہو جائے گا اور اس کے حسب ذیل احکام ثابت ہوں گے۔ (۱) آقا کے مرنے کے بعد غلام فوراً آزاد ہو جائے گا۔ (۲) آقا اپنی زندگی میں اس بات سے رجوع نہیں کر سکتا۔ (۳) آقا مدبر کو فروخت نہیں کر سکتا۔ (۴) جو شخص غلام کا پورا مالک ہو اور بعض حصہ کی تدبیر کرے تو وہ غلام پورا آزاد ہو جائے گا۔ (۵) مدبرہ لونڈی کی اولاد بھی آزادی میں اپنی ماں کی تابع ہوگی۔

۹۔ صاحب اولاد لونڈی کی آزادی:

آزادی کی یہ صورت بھی اسلام نے پیدا کی ہے کہ اگر کسی لونڈی کے پیٹ سے اس کے آقا کا لڑکا پیدا ہو تو وہ لونڈی ام ولد کہلاتی ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ آقا کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گی اور اس کا آقا زندگی میں اسے فروخت نہیں کر سکتا۔

۱۰۔ قریبی رشتہ دار کی آزادی:

اگر کسی شخص کی غلامی میں اس کا قریبی رشتہ دار آ جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی دلیل حضورؐ کا یہ فرمان ہے۔ مَنْ مَلَکَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌ. جو شخص اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک بن جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے۔

ان تمام باتوں سے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ اسلام نے غلاموں کی آزادی کے لیے کتنی سہولتیں پیدا کر دی ہیں، کیا کسی مذہب اور شریعت میں اس کی نظیر موجود ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفارات کے ذریعہ غلامی کا خاتمہ:

کفارہ کا مفہوم یہ ہے کہ گناہ دور کرنے کے لیے یا کسی بڑی ذمہ داری سے گلو خلاصی کے لیے کوئی نیک عمل کیا جائے۔ کفارہ کے سلسلہ میں جتنے نیک عمل کیے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ بلند عمل غلام کا آزاد کرنا ہے۔ اسلام میں غلام آزاد کرنے کے تین درجے رکھے گئے ہیں۔

۱۔ کسی مسلمان کی ملکیت میں کوئی غلام ہو تو حسب ذیل صورتوں میں اس پر غلام کا آزاد کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ ((۱) جب کہ وہ غلطی سے کسی آدمی کو قتل کر ڈالے۔ (۲) اپنی بیوی کو ماں کی حرمت سے تشبیہ دے (کفار ظہار)۔ (۳) قصداً روزہ رمضان توڑ ڈالے۔)

۲۔ قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہے۔ اس صورت میں شخص مذکور کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ غلام آزاد کرے یا مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کپڑا پہنائے۔ یہ کفارہ قسم توڑنے کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔

۳۔ غلام آزاد کرنا مستحب ہے، اگر اس سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہو۔ اس صورت میں توبہ کرنے اور غلام آزاد کرنے سے امید ہے کہ خدا کے ہاں بخشش ہو جائے گی۔

غلاموں کی آزادی میں مزید آسانیاں

قرآن پاک نے زکوۃ کے مصارف جو بیان کیے ہیں۔ ان میں غلام کی آزادی اور مکاتب کا ایک خاص درجہ ہے۔ مکاتب کے لفظ کی تو صراحت موجود ہے۔ اور غلام کی آزادی لفظ فی الرتاب سے نکلتی ہے۔ کیونکہ کسی کی گردن کو چھڑانا دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ ایک تو یہ کہ کسی کی گردن قرض کے شکنجے میں گرفتار ہو اور اسے قرض سے نجات دلائی جائے۔ دوسرے یہ کہ کوئی انسان کسی کی غلامی میں گرفتار ہو، اسے آزاد کرایا جائے۔

اس تعلیم پر ممالک اسلامیہ میں اگر ایک ہی سال عمل کیا جائے تو غلام آسانی سے آزاد ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ قرآن پاک، احادیث، آثار صحابہ وغیرہ میں غلام آزاد کرنے کے بڑے بڑے ثواب بتائے گئے ہیں۔ یہاں صرف چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلے اس آدمی کا ہر عضو، دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے گا۔

(۲) حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے اچھا عمل کیا ہے؟ فرمایا، اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ سب سے بہتر کس غلام کو آزاد کرنا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو سب سے زیادہ قیمتی اور اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک کو سب سے زیادہ پسند ہو۔ (۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جس شخص کے پاس لونڈی ہو اور وہ اسے اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرے پھر آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دہرا ثواب ملے گا۔ (۴) بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے جب یہ حدیث روایت کی کہ غلام صالح کے لیے دو ثواب ہیں تو کہنے لگے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر جہاد، حج اور اپنی ماں کی خدمت کا خیال دامنگیر نہ ہوتا تو میں غلام بن کر مرنا پسند کرتا۔

غلاموں کے متعلق وصیتیں

اسلام نے ان کے متعلق بہت آسان فرائض رکھے ہیں۔ پھر آزادوں کے لحاظ سے ان پر سزائیں بھی آدھی رکھی ہیں۔ والدین کے حقوق کے ساتھ ان کے حقوق کی بھی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ خود آنحضورؐ نے آقاؤں کو عبدی کہہ کر پکارنے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ فتائی یا غلامی کہہ کر پکارو۔ یہ بھی حکم دیا کہ جو کچھ تم کھاؤ، غلاموں کو بھی وہی کھلاؤ۔ اور جو کچھ تم پہنو، غلاموں کو بھی وہی پہناؤ۔ غلاموں کے کام میں حتی الامکان مدد کرو۔ آپؐ نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ یہ غلام تمہارے ہی بھائی ہیں جن کو اللہ نے تمہارے تابع کر دیا ہے لہٰذا ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرو اور ان سے کوئی سخت محنت نہ لو، بلکہ کام میں بوقت ضرورت ان کی مدد کرو۔ آپؐ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا کہ غلام کو دن میں ستر دفعہ بخش دیا کرو۔

آنحضورؐ نے دنیا سے تشریف لے جاتے وقت جو وصیت فرمائی وہ یہ ہے۔

الصلوٰۃ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ. (نماز کا خیال رکھنا اور غلاموں اور باندیوں کے حقوق کی حفاظت کرنا)۔

ان ہی ہدایات کا نتیجہ تھا کہ قرن اول کے مسلمان غلاموں اور باندیوں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رکھتے تھے۔ بہت سے گھروں میں تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان سے کوئی خدمت ہی نہیں لی جاتی تھی اور میں تو بخدا کہتا ہوں کہ قرن اول کے غلام، جس عزت و آرام اور راحت و اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے، وہ اس زمانہ کے ان آزادوں کو ہرگز میسر نہیں جنہیں مغربی قوموں نے اپنا محکوم بنا ڈالا ہے۔

Library
Islamic
University
Book No. 202
Johar Block, Garden Town, Lahore
www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علامہ رشید رضا بیسویں صدی کی مشہور ترین شخصیتوں میں سے ایک ہیں، قرآن مجید کے مفسر اور عربی زبان کے ماہر تھے۔ ان کی تفسیر المنار مشہور ترین تفسیر ہے انہوں نے قرآن پاک کو جدید انداز سے پیش کیا بہت سے لوگوں کو ان کے خیالات سے اختلاف ہے مگر ان کی نیت پر شک نہیں کیا جا سکتا۔

یہ جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ سے خاصے متاثر تھے۔ محمد عبدہ سے مل کر ان کے خیالات کے گرویدہ ہو گئے انھوں نے اپنا ایک رسالہ المنار بھی جاری کیا جس کے ذریعے انھوں نے مسلمانوں کی اصلاح کی۔

مولانا شبلی نعمانی سے بھی ان کی خط و کتابت رہی اور نعمانی کی دعوت پر ہی انھوں نے ہندوستان پہنچ کر ۱۹۱۲ء کو ندوۃ العلماء کے اجلاس کی صدارت کی۔

رشید رضا کی تحریروں میں ادبی چاشنی پائی جاتی ہے۔ عربی ادب میں ان کا بہت بڑا مقام ہے انہیں تمام علوم پر عبور حاصل تھا۔ علم کلام، فلسفہ، تاریخ، علوم اسلامی ان کے خاص مضمون تھے۔ سیرت پر ان کی کتاب الوحی المحمدی بڑی مشہور ہوئی۔ کسے معلوم تھا کہ طرابلس الشام میں پیدا ہونے والا رشید رضا اتنے بڑے کام کر جائے گا کہ رہتی دنیا تک اس کا نام رہے گا۔ مگر بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اتنے بڑے عالم کو ہماری اردو زبان میں وہ مقام نہ ملا جو ملنا چاہئے تھا۔ موجودہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ ان کے چھوٹے چھوٹے لیکچروں پر مشتمل ہے۔

AL-BALAGH PUBLICATIONS NEW DELHI-25

Al Balagh Publications

Flat No. 10, N-1, Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-110025
Tel. 011-26942592

ISBN 819107573-3

9 788191 075731